

ارشاد نبوی ﷺ

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أَصَلُّ

تم اس میں نماز دیکھ کر جیسے تم مجھے نماز کرتے دیکھتے ہو اسی طرح نماز کرو

# نمازِ نبوی

احادیث صحیحہ کی روشنی میں

تالیف

علامہ محمد ناصیر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تہذیب

مولانا محمد صباؤن خلیل رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

ادارۃ الترجمة والتالیف

رحمت آباد (حاجی آباد) فون نمبر 780141 فیصل آباد

ارشاد نبوی ﷺ

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أَصَلِّ  
تم اسی طرح نماز ادا کرو جیسے تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# نمازِ نبوی

احادیث صحیحہ کی روشنی میں  
نادر علمی اضافوں اور تخریج و تحقیق کے ساتھ

تالیف

عَلَامَةُ مَجْلِسِ اَلدِّیْنِ اَللِّبَانِیِّ

ترجمہ و تہذیب

مولانا محمد صادق خلیل اللہ

واحد تقسیم کار

مکتبہ محمدیہ  
پکٹ چیچہ وطنی ضلع راجہ پور

Mob.: 0300-4826023

ناشر

ادارۃ الترجمہ  
رحمت آباد (حاجی آباد) فیصل آباد

Ph.: 041-8780141

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۳۸	شیخ ابن الصلاح اور علامہ سبکی کا قول	۲۱	۹	عرض ناشر	۱
۳۸	امام بیہقی کا قول	۲۲	۱۰	ابتدائیہ	۲
۳۹	امام احمد بن حنبل کا قول	۲۳	۱۴	مقدمہ جدید رسواں ایڈیشن	۳
۴۱	حافظ ابن رجب اور امام طحاوی کا قول	۲۴	۱۶	مقدمہ پانچواں ایڈیشن	۴
۴۱	امام طحاوی کا قول	۲۵	۲۱	مقدمہ پہلا ایڈیشن	۵
۴۲	ابن عساکر کی روایت	۲۶	۲۳	مذہبی تقیید میں غلو کے اثرات	۶
۴۲	ائمہ کے اقوال چھوڑ کر سنت کا اتباع کرنے والے اہل علم	۲۷	۲۴	موضوع حدیث	۷
۴۳	امام مزنی کی وضاحت	۲۸	۲۵	علامہ شوکانی اور لکھنوی کا قول	۸
۴۳	امام محمد کے تقلید کے بارے میں ریمارکس	۲۹	۲۵	امام نووی کا قول	۹
۴۳	عصام بن یوسف کا امام ابوحنیفہ کے خلاف فتویٰ	۳۰	۲۹	نماز نبوی کو تالیف کرنے کا سبب	۱۰
۴۴	خلاصۃ المرام	۳۱	۲۷	کتاب کی ترتیب	۱۱
۴۵	چند شبہات اور ان کے جوابات	۳۲	۲۹	کتاب کی بنیاد	۱۲
۴۶	شبہ اول اور اس کا جواب	۳۳	۲۹	علامہ سبکی کا قول	۱۳
۴۷	دوسرا جواب، دوسرا شبہ	۳۴	۳۱	سنت کے اتباع اور ترک اتباع	۱۴
۴۸	صحابہ کرام میں اختلاف	۳۵	۳۲	پر ائمہ کے اقوال	۱۵
۴۸	مقلدین کا اختلاف	۳۶	۳۲	امام ابوحنیفہ اور شیخ ابن الہمام کا قول	۱۶
۴۹	اختلاف کی قیاحت میں اقوال	۳۷	۳۴	علامہ شعرانی کا قول	۱۷
	امام مزنی کا صحابہ کرام کے بارے	۳۸	۳۵	امام مالک کا قول	۱۸
			۳۶	امام شافعی کا قول	۱۹
			۳۷	امام شافعی کے بارے میں امام ابن حزم کا قول، امام نووی کا قول	۲۰

۷۰	منبر پر کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے کا بیان	۶۱	۵۰	میں ریمارکس	۳۹
۷۱	نماز میں سترہ کا واجب ہونے کا بیان	۶۲	۵۰	اعتراض اور اس کا جواب	۴۰
۷۳	قادیانیوں کے انکار حدیث کا بیان کن چیزوں کے گزرنے سے	۶۳	۵۲	صحابہ اور مقلدین کے اختلاف میں سبب کے لحاظ سے فرق	۴۱
۷۴	نماز ٹوٹ جاتی ہے	۶۴	۵۳	مقلدین کا آپس میں اختلاف	۴۲
۷۴	قبلہ کی جانب قبر کا ہونا	۶۵	۵۳	شدید اختلاف کی مثال	۴۳
۷۴	نماز کے لئے نیت باندھنا	۶۶	۵۴	ایک واقعہ	۴۴
۷۴	امام نووی کی صراحت	۶۷	۵۵	علامہ البانی کی وضاحت	۴۵
۷۵	تکبیر تحریمہ کا بیان	۶۸	۵۷	علامہ محمد سلطان معصومی کا بیان	۴۶
۷۵	زبان کے ساتھ نیت کرنے کا بیان	۶۹	۵۸	تیسرا شبہ اور اس کا جواب	۴۷
۷۶	رفع الیدین کا بیان	۷۰	۵۹	علامہ عبدالبر کا قول	۴۸
۷۶	دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے	۷۱	۶۰	چوتھا شبہ اور اس کا جواب	۴۹
۷۶	اور اس کا حکم دینے کا بیان	۷۱	۶۱	فیصلہ کن جواب	۵۰
۷۶	سینے پر ہاتھ باندھنے کا بیان	۷۲	۶۲	ضروری اعلان	۵۱
۷۷	امام مروزی کا قول	۷۳	۶۳	آغاز کتاب (نماز نبوی)	۵۲
۷۷	سجدہ کر نیکی جگہ پر نظر رکھنے کا بیان	۷۴	۶۴	نبی ﷺ کے نماز ادا کرنے کا طریقہ	۵۳
۷۸	نماز میں خشوع کی ترغیب	۷۵	۶۴	رخ کعبہ کی جانب کرنا	۵۴
۸۰	تکبیر تحریمہ کے بعد دعاؤں کا بیان	۷۶	۶۶	قیام کا بیان	۵۵
۸۲	وَالشُّرُّ لَيْسَ الْيَكِّ كِ التَّشْرِخِ	۷۷	۶۷	بیماری کی حالت میں بیٹھ کر نماز ادا	۵۶
۸۲	سوال اور اس کا جواب	۷۸	۶۷	کرنے کی اجازت کا بیان	۵۷
۸۷	قرأت کا بیان	۷۹	۶۷	علامہ خطابی کی تشریح	۵۷
۸۸	آیات کو الگ الگ پڑھنے کا بیان	۸۰	۶۸	کشتی میں نماز کیسے ادا کی جائے	۵۸
۸۸	علامہ ابو عمر الدانی کی وضاحت	۸۱	۶۹	رات کے نوافل کھڑے ہو کر	۵۹
۸۸	سورت فاتحہ کی رکعت اور اس	۸۲	۶۹	یا بیٹھ کر ادا کرنے کا بیان	۶۰
۸۸	کے فضائل کا بیان	۸۲	۶۹	جو تا پہن کر نماز پڑھنے اور	۶۰
۸۹	امام باجی کا قول	۸۳	۶۹	اس کا حکم دینے کا بیان	۶۰

۱۰۷	مغرب کی سنتوں میں قرأت کا بیان	۱۰۱	جہری نمازوں میں امام کے پیچھے	۸۴
۱۰۷	عشاء کی نماز میں قرأت کا بیان	۱۰۲	۹۰ قرأت نہ کرنے کا بیان	
۱۰۸	رات کے نوافل (نماز تہجد) کا بیان	۱۰۳	جہری نمازوں میں امام کے پیچھے	۸۵
	مکمل قرآن پاک کتنی مدت میں	۱۰۴	مقتدیوں کیلئے قرأت منسوخ نہیں	
۱۰۹	ختم کرنا چاہئے؟	۹۰	ہے (حاشیہ میں مترجم کی وضاحت)	
۱۱۰	امام طحاوی کا قول	۱۰۵	یسوی نمازوں میں مقتدی پر	۸۶
	کیا امام ابوحنیفہ نے ۴۰ سال عشاء	۱۰۶	۹۳ قرأت واجب ہونے کا بیان	
۱۱۱	کے وضوء سے صبح کی نماز پڑھی ہے؟	۹۴	آمین بلند آواز سے کہنے کا بیان	۸۷
۱۱۲	نماز وتر کا بیان	۱۰۷	۹۵ سورت فاتحہ کے بعد کی قرأت کا بیان	
۱۱۳	نماز جمعہ، نماز عیدین کا بیان	۱۰۸	۹۵ بچوں کو مسجد میں لانے کا بیان	۸۸
۱۱۴	نماز جنازہ کا بیان	۱۰۹	آپ کا معافی میں باہم متناسب	۸۹
	قرأت آہستہ آہستہ اور اچھی	۱۱۰	۹۶ سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا	
۱۱۴	آواز سے کرنے کا بیان	۹۷	کیا صرف فاتحہ پر اقتصار جائز ہے	۹۰
۱۱۶	تنبیہ و اعتراض اور اس کا جواب	۱۱۱	کن نمازوں میں جہری اور کن میں	۹۱
۱۱۸	امام منذری کا قول	۱۱۲	۹۹ یسوی قرأت مسنون ہے	
۱۱۸	نماز میں امام کو غلطی پر لقمہ دینا	۱۱۳	۹۲ رات کے نوافل میں قرأت سری	
	وسوسہ ختم کرنے کیلئے اعوذ باللہ	۱۱۴	۹۹ اور جہری دونوں طرح مسنون ہیں	
۱۱۹	پڑھنے اور تھوکنے کا بیان	۱۰۰	۹۳ نمازوں میں آپ کی قرأت کا بیان	
۱۱۹	رکوع کا بیان	۱۱۵	۱۰۱ فجر کی نماز میں قرأت کا بیان	۹۴
۱۲۰	رکوع کی کیفیت کا بیان	۱۱۶	۱۰۲ فجر کی سنتوں میں قرأت کا بیان	۹۵
۱۲۱	رکوع میں اطمینان واجب ہے	۱۱۷	۱۰۳ ظہر کی نماز میں قرأت کا بیان	۹۶
۱۲۲	رکوع کی دعائیں	۱۱۸	ظہر، عصر کی آخری دو رکعتوں میں	۹۷
۱۲۳	فائدہ، رکوع کی مقدار کا بیان	۱۱۹	۱۰۴ سورت فاتحہ کے بعد قرأت کا بیان	
۱۲۴	رکوع میں قرآن پاک پڑھنا منع ہے	۱۲۰	۱۰۵ ہر رکعت میں سورت فاتحہ واجب ہے	۹۸
	رکوع سے سیدھے کھڑے ہونے	۱۲۱	۱۰۵ عصر کی نماز میں قرأت کا بیان	۹۹
۱۲۵	اور اس میں اذکار کا بیان	۱۰۶	مغرب کی نماز میں قرأت کا بیان	۱۰۰

۱۴۶	ہوئے دونوں ہاتھوں پر نیک لگا کر کھڑے ہونے کا بیان ہر رکعت میں سورت فاتحہ	۱۴۲	۱۴۸	رکوع کے بعد والے قیام کے لمبے ہونے اور اس میں اطمینان کے واجب ہونے کا بیان	۱۴۲
۱۴۷	پڑھنا واجب ہے	۱۴۳	۱۴۹	تنبیہ	۱۴۳
۱۴۷	پہلا تشہد، پہلے تشہد میں بیٹھنے کا بیان	۱۴۳	۱۳۰	ایک اہم بحث (مترجم کی وضاحت)	۱۴۴
۱۴۹	تشہد میں سب سے پہلے انگلی کو حرکت دینا	۱۴۴	۱۳۱	سجدہ کرنے کا بیان	۱۴۵
۱۵۱	پہلے تشہد کے واجب ہونے اور اس میں دعا کے مشروع ہونے کا بیان	۱۴۵	۱۳۱	سجدہ میں گرتے ہوئے پہلے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھنے کا بیان	۱۴۶
۱۵۱	تشہد کے کلمات، ابن مسعود کا تشہد	۱۴۶	۱۳۲	علمی فوائد	۱۴۷
۱۵۳	حافظ ابن حجر اور علامہ سبکی کا قول	۱۴۷	۱۳۶	سجدہ میں اطمینان فرض ہے	۱۴۸
۱۵۴	تشہد ابن عباس، امام نووی کا قول	۱۴۸	۱۳۶	سجدہ کی دعائیں	۱۴۹
۱۵۴	تشہد ابن عمر	۱۴۹	۱۳۰	سجدہ میں قرآن پاک کی تلاوت جائز نہیں	۱۳۰
۱۵۵	تشہد ابی موسیٰ اشعری و عمر بن خطاب	۱۵۰	۱۳۹	لمبا سجدہ کرنے کا بیان	۱۳۱
۱۵۶	ابن عبدالبر کا قول، تنبیہ	۱۵۱	۱۳۹	سجدہ کی فضیلت کا بیان	۱۳۲
۱۵۶	عائشہؓ کا تشہد	۱۵۲	۱۳۰	زمین اور چٹائی پر سجدہ کرنا کا بیان	۱۳۳
۱۵۷	نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے مختلف الفاظ کا بیان	۱۵۳	۱۴۱	سجدہ سے سر اٹھانے کا بیان	۱۳۴
۱۵۷	پہلے تشہد میں درود شریف پڑھنا ثابت ہے	۱۵۴	۱۴۲	دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا بیان	۱۳۵
۱۵۸	ابوالعالیہ کا قول	۱۵۵	۱۴۳	علامہ ابن القیم کا سہو	۱۳۶
۱۵۹	حافظ ابن قیم کا سہو	۱۵۶	۱۴۳	دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان کے ساتھ بیٹھنا ضروری ہے	۱۳۷
۱۶۰	نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے فوائد	۱۵۷	۱۴۳	دونوں سجدوں کے درمیان کون سی دعائیں پڑھی جائیں	۱۳۸
۱۶۱	امام ابن تیمیہ کا قول	۱۵۸	۱۴۴	دوسرے سجدہ کا بیان	۱۳۹
۱۶۱	ایک سوال اور اس کا جواب	۱۵۹	۱۴۵	جلسہ استراحت کا بیان	۱۴۰
۱۶۲	ابن قیم کا قول	۱۶۰	۱۴۵	دوسری رکعت کی طرف اٹھتے	۱۴۱
۱۶۳	دوسرا فائدہ، امام شافعی کا قول	۱۶۱			

۱۷۵	اور دعاؤں کا بیان			درد شریف میں آل کے لفظ	۱۶۲
۱۷۶	نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا فرض ہے	۱۸۹	۱۶۳	کا انکار درست نہیں	
	دعا مانگنے سے پہلے چار چیزوں	۱۸۰	۱۶۵	قرآن پاک سنت نبوی کا محتاج ہے	۱۶۳
۱۷۶	سے پناہ مانگنا ضروری ہے			تیسرا فائدہ، کیا درود میں سیدنا کا	۱۶۴
	سلام پھیرنے سے پہلے	۱۸۱	۱۶۶	لفظ ثابت ہے، حافظ ابن حجر کا قول	
۱۷۷	دعاؤں کے الفاظ کا بیان		۱۶۷	قاضی عیاض کی وضاحت	۱۶۵
۱۷۷	امام اثرم کا قول	۱۸۲	۱۶۷	علیؑ سے منسوب درود شریف کا بیان	۱۶۶
	کیا بجاہ فلاں، بحق فلاں، بحرمتہ	۱۸۳	۱۶۸	ابن مسعودؓ کے درود کے الفاظ	۱۶۷
۱۸۱	فلاں کے ساتھ دعا کرنا جائز ہے		۱۶۸	حسن بصری کے درود کے الفاظ	۱۶۸
۱۸۲	سلام پھیرنے کا بیان	۱۸۴		ایک ضعیف حدیث میں سید	۱۶۹
	نماز سے نکلنے کے لئے السلام	۱۸۵	۱۶۸	المرسلین کا ذکر	
۱۸۳	علیکم کہنا فرض ہے		۱۶۹	افضل درود کے الفاظ کون سے ہیں	۱۷۰
۱۸۳	خاتمہ (نماز نبوی)	۱۸۶	۱۶۹	چوتھا فائدہ	۱۷۱
	علامہ البانی کا مختصر تعارف اور	۱۸۷	۱۷۰	علامہ سبکی کا قول	۱۷۲
۱۸۵	ان کی علمی خدمات کا تذکرہ		۱۷۰	پانچواں فائدہ، چھٹا فائدہ	۱۷۳
۱۸۹	مترجم کا مختصر تعارف	۱۸۸		تیسری اور چوتھی رکعت کیلئے	۱۷۴
	نماز نبوی کے موضوعات	۱۸۹	۱۷۱	کھڑا ہونے کا بیان	
۱۹۲	کی مفصل فہرست			پانچوں نمازوں میں قنوت	۱۷۵
۲۰۲	المراجع والمصادر	۱۹۰	۱۷۲	نازلہ کا بیان	
			۱۷۳	نماز وتر میں دعائے قنوت کا بیان	۱۷۶
			۱۷۴	تنبیہ، حافظ عز بن عبدالسلام کا قول	۱۷۷
				آخری تشہد میں درود شریف	۱۷۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## ☆ عرض ناشر ☆

ضیاء السنہ کی جانب سے آج سے تقریباً ۱۵ سال قبل (نماز نبوی) پہلی بار اشاعت کے مراحل طے کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کی گئی بحمد اللہ اب تک اس کے آٹھ ایڈیشن اشاعت پذیر ہو چکے ہیں اور قارئین کرام نے کتاب کے مطالعہ کے بعد جس مسرت اور خوشی کا اظہار کیا اور اس کی اشاعت پر ہدیہ تبریک پیش کیا اس پر ان کا شکر گزار ہوں۔

دو سال قبل علامہ محمد ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ) کی کتاب کا آخری ایڈیشن میری نظر سے گزرا جس میں مزید اہم معلومات کا اضافہ تھا راقم الحروف نے والد مکرم مولانا محمد صادق خلیل (رحمۃ اللہ) کی خدمت میں عرض کیا کہ آخری ایڈیشن کے نادر معلومات کو بھی اردو کا لباس پہنا کر مناسب مقامات پر شریک اشاعت کیا جائے۔

چنانچہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ ان کا اضافہ کیا بلکہ نئے اور آخری ایڈیشن کے ساتھ دوبارہ وقت نظر کے ساتھ تقابل فرما کر اشاعت کیلئے مجھے عطا کیا اب کتاب کو محنت شاقہ کے ساتھ کمپوز کر کے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے اس کتاب کے حاشیہ میں جو تعلیقات علامہ البانی نے درج کیں تھیں ان کو بھی عنوانات کے تحت متن میں شامل کر دیا ہے اور حاشیہ پر صرف حوالہ جات ذکر کئے ہیں گزشتہ ایڈیشن میں کچھ حوالہ جات غلط درج ہو گئے تھے ان کی بھی تصحیح کر دی گئی ہے اور چند حواشی کے تراجم نہیں ہوئے تھے ان کو بھی مکمل کر دیا گیا ہے آخر میں نماز نبوی کے موضوعات کی فہرست، المراجع والمصادر کی فہرست، علامہ البانی کے حالات اور مترجم کے حالات زندگی کا اضافہ کیا ہے، دعا ہے کہ اللہ پاک اس کے مطالعہ سے جہاں قارئین کو احادیث صحیحہ کی روشنی میں نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے وہاں ادارہ ضیاء السنہ کے جملہ متعلقین کو بھی اجر و ثواب سے نوازیں اور اس صدقہ جاریہ کو قبول فرمائیں۔

آمین ثم آمین والسلام مع الاکرام

عبدالحفیظ مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

نائب مدیر ضیاء السنہ (ادارۃ الترجمة والتالیف)

رحمت آباد (حاجی آباد) فیصل آباد پاکستان

فون نمبر 0092 041 8780141



## ابتدائیہ

نماز کی اہمیت: نماز اسلام کا رکن ہی نہیں اسلام کا نشان بھی ہے پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے والا مومن اور نماز چھوڑنے والا کافر ہے اور نماز ادا کرنے سے جہاں سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے وہاں بے حیائی اور منکرات سے باز رہنے کا داعیہ بھی ابھرتا ہے اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ سنت نبوی کی روشنی میں نماز ادا کرنے سے اللہ پاک کا قرب حاصل ہوتا ہے روحانیت مجلیٰ اور مصفیٰ ہوتی ہے دل کا زنگ دور ہوتا ہے تزکیہ نفس کیلئے اس سے بہتر اور کوئی مفید نسخہ نہیں۔

کیا تصوف کی منازل طے کرنے سے نفس کی اصلاح ہو سکتی ہے؟

اصلاح نفس کے لئے ہائے ہو کی صدائیں بیکار ہیں نفی اثبات کی ضربیں بھی کچھ کارگر نہیں اور تصوف کی منزلیں طے کرنے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا مراقبہ چلہ کشی سے بھی اصلاح باطن ممکن نہیں، البتہ پانچوں نمازیں باجماعت خشوع اور خضوع کے ساتھ ادا کرنا تہجد پر مداومت کرنا سحر خیزی کی عادت ڈالنا اور اللہ پاک کے ڈر سے آنسو بہانا ایسے پاکیزہ اور مسنون اعمال ہیں جن سے دلوں کو تازگی نصیب ہوتی ہے شیطانی ہتھکنڈوں سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے پریشانیوں سے نجات ملتی ہے۔

## نماز کی فرضیت

کون نہیں جانتا کہ نماز اسلام کا ایسا عظیم رکن ہے جس کی فرضیت کا تحفہ عطا کرنے کے لئے رسول اکرم ﷺ کو معراج کے اعزاز سے نوازا جاتا ہے جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں آپ آسمانوں پر تشریف لے جاتے ہیں ہر آسمان پر انبیاء اور فرشتے آپ کا استقبال کرتے ہیں ساتویں آسمان سے گزر کر سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی کے قریب آپ کو اللہ پاک کے ساتھ ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے اور پانچوں نمازیں آپ پر اور امت محمدیہ پر فرض ہوتی ہیں واپسی پر آپ کو بیت المقدس میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت کا شرف حاصل ہوتا ہے، آپ کو امام الانبیاء کے خطاب سے نوازا جاتا ہے کیا کسی دوسرے فریضہ کو ایسی اہمیت اور عظمت حاصل ہے۔

زندگی کے آخری لمحات میں نماز کی وصیت

زندگی بھر رسول اکرم ﷺ نماز کی پابندی اور مداومت کی تاکید فرماتے رہے اور زندگی

کے آخری لمحات میں بھی آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے:

«الصلوة وما ملكك ايمانكم» ”لوگو! نماز اور اپنے ماتحت انسانوں کا خیال رکھو“<sup>۱</sup>

یہی وجہ ہے کہ اسلام میں نماز کے ترک کی گنجائش نہیں قیام کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اگر بیٹھنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر اشاروں سے نماز ادا کی جائے بلکہ میدان کارزار میں بھی نماز کا چھوڑنا جائز نہیں احادیث کی کتابوں میں نماز خوف کے ابواب منعقد کر کے بتایا گیا ہے کہ کن کیفیات کے ساتھ نماز خوف ادا کی جائے۔

## نماز کی کیفیت

نماز ادا کرنے کا حکم قرآن حکیم کی متعدد آیات میں موجود ہے نیز نماز قائم کرنے والوں کے فضائل اور نماز سے غفلت برتنے والوں اور تساہل اختیار کرنے والوں کیلئے وعید کا ذکر بھی مختلف سورتوں میں مختلف اسالیب کے ساتھ موجود ہے لیکن نماز کی مکمل کیفیت کے لحاظ سے قرآن پاک خاموش ہے پانچوں نمازوں کی رکعات کا تعین اور مختلف حالتوں میں قرأت قرآن اور اذکار وغیرہ کا ذکر بھی قرآن پاک میں نہیں ہے البتہ رسول اکرم ﷺ نے نماز ادا فرما کر امت کو خبردار کیا کہ تم نے اسی طرح نماز ادا کرنی ہوگی جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو اس کے ساتھ نماز کی شرائط، ارکان، آداب، اوقات اور اذکار وغیرہ کو بھی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے معلوم ہو ا دین اسلام کے جملہ اوامرو نواہی وحی کے ساتھ مربوط ہیں اگر قرآن پاک وحی جلی ہے تو احادیث صحیحہ وحی خفی ہیں ان دونوں میں امتیاز کرنے والے خود رسول اکرم ﷺ ہیں اس لئے کہ آپ کی عظیم شخصیت ہی مہبط وحی ہے آپ نے قرآن پاک کو الگ کیا اور فرمایا:-

«لَا تَكْتُبُوا عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ» ”کہ میری زبان سے نکلنے والے الفاظ قرآن پاک کی کتابت کرو قرآن پاک کے علاوہ دوسری کسی چیز کو قرآن پاک کے ساتھ ملا کر تحریر نہ کرو جب کہ اس پر بھی وحی کا اطلاق ہوتا ہے“<sup>۲</sup>

۱ صحیح ابن ماجہ ۱/۲۷۱ کتاب الجنائز باب ۶۳، مسند احمد ۸/۷۸-۸۸/۳، الارواء ۷/۳۸، فقہ السیرۃ ج ۱ ص ۵۰۱

۲ صحیح ۷۲ کتاب الزهد باب ۱۶، مسند احمد ۲/۱۲-۲۱-۳۹

علامہ البانی کی تالیف صِفَةُ صَلَوةِ النَّبِيِّ مِنَ التَّكْبِيرِ إِلَى التَّسْلِيمِ كَأَنَّكَ تَرَاهَا:

اس میں ہرگز شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ نماز تمام عبادات سے افضل ہے یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن محشر کے میدان میں پہلا سوال نماز کے بارے میں کیا جائے گا اس لئے نماز کی ادائیگی اسی طریقہ سے کی جائے جس طریقہ سے رسول اکرم ﷺ نماز ادا فرماتے رہے اس میں ہر گز کوتاہی نہ کی جائے لیکن جس قدر نماز ادا کرنے کے اہتمام کا ذکر احادیث میں بار بار آیا ہے اسی قدر اس سے غفلت اور اس سے بے اعتنائی برتی جا رہی ہے رکوع و سجود میں اطمینان مفقود ہے اوقات کی پابندی نہیں ہے سنت نبوی کے مطابق نمازیں ادا نہیں ہو رہی ہیں بلکہ ضائع ہو رہی ہیں راقم الحروف اس صورتحال پر ہمیشہ متاسف رہا اور سوچتا رہا کہ اردو زبان میں نماز کے متعلقہ کوائف پر ایسی کتاب منظر عام پر آنی چاہئے جسے احادیث صحیحہ کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہو اس تلخ حقیقت کے اظہار سے میں رک نہیں سکتا کہ ملک میں نماز کی کیفیت کے بارے میں جو کتابیں اردو زبان میں دستیاب ہیں ان کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ ان کو احادیث صحیحہ کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں عربی زبان میں علامہ البانی (رحمہ اللہ) کی تالیف صِفَةُ صَلَوةِ النَّبِيِّ مِنَ التَّكْبِيرِ إِلَى التَّسْلِيمِ كَأَنَّكَ تَرَاهَا جامعیت اور صحت کے لحاظ سے ایسی کتاب تھی جو اسم باسْمُ تھی جس کا انداز اثباتی اور ہر چیز کی الگ الگ دلیل صحیح حدیث سے پیش کی گئی اس کتاب کا مقدمہ پڑھنے سے دل و دماغ کو سرور حاصل ہوتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ مقدمہ علامہ البانی کا علمی شاہکار ہے جس میں نہایت عمدہ اسلوب کے ساتھ اختلاف امت کا حل پیش کیا گیا ہے اللہ پاک علامہ البانی کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین، بنا بریں راقم الحروف نے اس کتاب کو اردو کا لباس پہنانے کا عزم کیا اور آج سے سات برس قبل اس کے ترجمہ سے فارغ ہو گیا تھا اس کی طباعت کیلئے کوشاں رہا لیکن حالات کی ناسازگاری حائل رہی اب الحمد للہ اس کی طباعت کے وسائل نے موافقت کی تو کتاب طباعت وغیرہ کے مراحل طے کر کے قارئین کے ہاتھوں میں ہے ترجمہ کے حسن و فتح کا فیصلہ قارئین کرام ہی کر سکتے ہیں۔

تاہم میں ضروری سمجھتا ہوں کہ قارئین کے علم میں لاؤں کہ چونکہ اصل متن اور حواشی

مؤلف ہی کی طرف سے تھے اس لئے میں نے جہاں مناسب سمجھا حواشی کو متن میں شامل کر کے ترجمہ کیا اور کہیں کہیں ان کو حواشی میں ہی ذکر کر دیا اس کے ساتھ ساتھ تکرار کو بھی حذف کیا لیکن اصل عبارت کی روح کو ختم کرنے کی غلطی کا ارتکاب نہیں کیا اسی طرح جہاں احادیث اور اقوال عربی زبان میں ذکر کرنے کو ضروری سمجھا وہاں ان کو ذکر کر کے سامنے کالم میں اس کا اردو ترجمہ ذکر کیا اور بعض مقامات پر عربی عبارت کو غیر ضروری سمجھ کر ذکر نہ کیا جس مسئلہ کے بارے میں مجھے مؤلف کے ساتھ اختلاف تھا حاشیہ میں اس کی وضاحت شریک اشاعت کر دی گئی ہے تاکہ قارئین کو اصل حقیقت سے آگاہ کیا جائے۔

علامہ البانی (رحمہ اللہ) کے علم و فضل کا مجھے اعتراف ہے اور حوالہ جات کی غیر مطبوعہ کتب جو ان کے سامنے ہیں پاک و ہند کے علماء ان کتب کے مطالعہ سے محروم ہیں اور میرے جیسا تہی دامن علم و عمل ان کی تالیف کردہ کتب کے جواہرات سے اپنے دامن کو مالا مال کرنے میں اپنے لئے فخر تصور کرتا ہے اور علمی دنیا میں ان کی مساعی کو بنظر استحسان دیکھتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائے ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور احادیث نبویہ میں ان کی خدمات جلیلہ کو قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

### تشکر و امتنان

علامہ البانی (رحمہ اللہ) کی مایہ ناز تالیف: ((صفة صلوة النبی من التکبیر الی التسلیم کانک تراھا)) ”تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک نبی ﷺ کی نماز کی کیفیت کیسی تھی“ کے اردو ترجمہ، کمپوزنگ، طباعت، پروف ریڈنگ اور دیگر مراحل میں جن احباب رفقاء اور تلامذہ نے تعاون کیا ان سب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں اور بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہوں کہ نماز کی کیفیت کے بارے میں اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کیلئے رہنمائی کا مینارہ نور ثابت ہو کہ وہ اس کے مطالعہ کی روشنی میں اپنی نمازوں کو سنت نبویہ کے مطابق ادا کرنے کیلئے کوشاں رہیں۔

خادم العلم والعلماء محمد صادق خلیل  
۳ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

## مقدمہ دسواں ایڈیشن

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى نَبِيِّهِ الصَّادِقِ الْأَمِينِ  
وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ الْعَرِ الْمَيَامِينِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ

ابالعد:- نماز نبوی کی کیفیت تکمیل تحریر سے لے کر سلام پھرنے تک احادیث صحیحہ کی روشنی میں کا دسواں ایڈیشن قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں کتاب کے ناشر فاضل دوست زہیر شادیش کا دیدہ زیب خوبصورت نائٹل کے ساتھ کتاب کا قارئین کرام کی توجہ کو اس کے مطالعہ کی طرف مبذول کرانے کی کامیاب کوشش ہے لیکن کیا کیا جائے اخلاق سے گرے ہوئے لاپچی ناشرین کا جنہوں نے بلا اجازت اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع کئے اس طرح انہوں نے نہ صرف مؤلف کو نقصان پہنچایا بلکہ اخلاقی قدروں کو پامال کرتے ہوئے ناشر کے حقوق محفوظہ پر غاصبانہ قبضہ کر کے جلب زر کی ہوس کو تسکین دیتے ہوئے نازیبا جسارت کے مرتکب ہوئے ہیں میں ان سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا کتاب کی جمع و تسوید میں ان کی اور ان کے باپ دادوں کی کاوشوں کو کچھ دخل ہے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ انہوں نے دید دلیری کا ثبوت پیش کرتے ہوئے نبی ﷺ کے اس فرمان کو پرکھا کہ (کہ کسی شخص کے مال میں اس کی رضا اور رغبت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں) ۱

اس سے زیادہ واضح رسول اکرم ﷺ کا وہ فرمان ہے جس کو آپ نے حجۃ الوداع کے تاریخی خطبہ میں زوردار الفاظ میں فرمایا ((کہ تمہارے خون، مال اور عزتیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن اور شہر کو حرمت حاصل ہے)) ۲

اس مضمون کی مزید احادیث مروی ہیں جو لوگوں کے حقوق اور مالوں کو تحفظ فراہم کرتی ہے اسلام اخلاقی اقدار کو قائم کرنے کی تعلیم دلاتا ہے لیکن اگر معاشرہ میں اخلاقی قدروں کا کچھ خیال نہ کیا جائے تو عادلانہ اسلامی حکومت ایسا نظام قائم کرتی ہے جس سے مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے لوگ از خود بددیانتی کا ارتکاب کرنے سے گھبراتے ہیں سلف صالحین کا قول ہے کہ قرآن پاک کی تعلیم سے لوگوں کو بدکرداریوں سے روکنے میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوتی جس قدر

اسلامی حکومت کے دباؤ سے بدکردار لوگ لرزہ بر اندام رہتے ہیں اور خوف زدہ ہو کر اپنی زندگی کا رخ بدل لیتے ہیں، مزید افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ یورپین ملکوں میں تو کتابوں کے حقوق کے تحفظ کا خیال رکھا جاتا ہے لیکن اسلامی ممالک میں مسلمان کہلانے والے حق تلفی کرنے میں بے باک ہیں۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ

خیال رہے کہ یہ ایڈیشن مزید مفید معلومات پر مشتمل ہے جب کہ پہلے ایڈیشن میں یہ معلومات نہیں ہیں تقابل کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس ایڈیشن کے صفحہ ۸۸ میں قاضی عیاض (رحمہ اللہ) کا قول ذکر کیا گیا ہے کہ نماز کی حالت میں قیام میں مسنون سینے پر ہاتھ باندھنا ہے۔

اور صفحہ ۹۶ پر امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) کا قول موجود ہے کہ اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ کے الفاظ کے ساتھ پناہ طلب کرنا مسنون ہے جب کہ عام مسلمان ان الفاظ کے ساتھ اِسْتِعَاذَةٌ نہیں کرتے یا ان کے ہاں ان الفاظ سے استعاذہ معروف نہیں اور صفحہ ۱۸۰ پر خلافت فاروقی میں وتر نماز کی دعائے قنوت کے آخر میں نبی ﷺ پر درود بھیجا جاتا تھا علاوہ ازیں بھی فوائد کا اضافہ ہے ساتویں ایڈیشن میں بعض مسائل کی بحث و تحقیق میں بعض فاضل دوستوں نے میرے خلاف خامہ فرسائی کی ان کا ذکر حواشی میں کیا تھا لیکن اس ایڈیشن میں ان کا ذکر مقدمہ میں کر دیا ہے، آخر میں اللہ سے ملتی ہوں کہ وہ اس ایڈیشن کے مطالعہ سے مشرق و مغرب میں رہنے والے مسلمانوں کو پہلے ایڈیشنوں سے زیادہ فائدہ عطا کرے اور ہماری پریشانیوں اور تکلیفوں کا مداوا فرمائے۔ اِنَّهُ سَمِيعٌ مُّجِيبٌ

وصلی اللہ علی محمد (نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

محمد ناصر الدین الالبانی

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مقدمہ طبع پنجم

ان الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور  
انفسنا وسينات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له اشهد  
ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله، وصلاة  
الله وسلامه عليه وعلى اله وصحبه واخوانه اجمعين الى يوم الدين .

اما بعد:- اس کتاب کا جب چوتھا ایڈیشن ختم ہو گیا اور کتاب کے طبع کرانے کا مطالبہ زور  
پکڑ گیا تو میں نے ضروری سمجھا کہ اصرار کرنے والوں کی خواہش کا احترام کیا جائے چنانچہ کتاب کا  
پانچواں ایڈیشن قارئین کی خدمت میں پیش کرنے پر مسرت محسوس کر رہا ہوں اور پر امید ہوں کہ  
اس کے محتویات سے تمام عالم اسلام کو مستفید ہونے کا موقع ملے گا۔

یہ ایڈیشن جو آپ کے زیر مطالعہ ہے سابقہ ایڈیشنوں کی طرح اہم نادر اور جدید  
معلومات پر مشتمل ہے اس کو توجہ اور محنت کیساتھ منقح کر کے پرکشش انداز میں پیش کرنے کی  
کوشش کی گئی ہے شائد قارئین کی دلچسپی میں اس انکشاف سے مزید اضافہ ہو کہ مجھے کتب حدیث  
کی ورق گردانی اور مسلسل مطالعہ کا بے پناہ اشتیاق دامن گیر ہے چنانچہ دوران مطالعہ جو اہم  
معلومات مجھے مطبوعہ غیر مطبوعہ مخطوطوں وغیرہ سے دستیاب ہوئیں قارئین حضرات کی معلومات  
میں اضافہ کرتے ہوئے انہیں اس ایڈیشن میں سمودیا ہے اس کے ساتھ ساتھ مجھے اپنی بے بضاعتی  
اور کم مائیگی کا پورا پورا احساس ہے اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَمَا أُوْتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾<sup>۱</sup>  
”اور تم لوگوں کو بہت کم علم دیا گیا ہے“ ہر وقت ملحوظ خاطر رہتا ہے نیز اس ایڈیشن کے آخر میں  
مراجع مصادر کی فہرست بھی شامل کر دی گئی ہے۔

کتاب کے چوتھے ایڈیشن کے بعد شیخ حمود بن عبد اللہ تویجرمی جنبلی نجدی کی تالیف  
”التنبیہات علی رسالۃ الالبانی فی الصلوٰۃ“ نظر سے گزری شیخ کا یہ رسالہ چھوٹے سائز  
کے صرف ستاون صفحات پر مشتمل ۱۳۸۷ھ میں طبع ہوا اسی سال میری اس کتاب کا چوتھا ایڈیشن  
اشاعت پذیر ہوا، چونکہ اس رسالہ میں اس کتاب پر ناقدانہ تبصرہ تھا اس لئے میں نے پوری توجہ

اور یکسوئی کے ساتھ اس کا گہری نظر سے مطالعہ کیا مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ شیخ حمود تو بجری نے میری کتاب کے تیرہ مسائل کو مجتہد بنایا ہے جن میں سے چار مسائل کا تعلق کتاب کے حواشی سے ہے، چنانچہ میں نے پورے حزم و احتیاط اور بسط و تفصیل کے ساتھ اس کا رد لکھا ہے جس کے صفحات شیخ کے رسالہ سے تین گنا زائد تھے شیخ کے رسالہ کے مطالعہ کے دوران مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ شیخ صاحب متعصب حنبلی ہیں اور علم حدیث، رجال، طرق اور علل وغیرہ میں کوئی خاص درک نہیں رکھتے یہی وجہ ہے کہ اس نے جن دوسرے مسائل میں مناقشہ کیا ہے اور مجھ پر زبان طعن دراز کی ہے ان میں وہ راہ صواب سے بھٹک گیا ہے اگرچہ میرا دلی ارادہ یہی تھا کہ ان مسائل کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے اور اس کے غلط موقف کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائے لیکن چونکہ مقدمہ زیادہ طوالت کا متحمل نہیں ہوا کرتا اس میں اشارات سے ہی موقف کو پیش کرنا ہوتا ہے اس لئے اشارات پر ہی اکتفاء کرتا ہوں البتہ مثال کے طور پر ایک مسئلہ ذکر کرتا ہوں تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ شیخ تو بجری کا مبلغ علم کیا ہے اور سنت کے بارے میں اس کی معلومات کا دائرہ کس قدر وسیع ہے

مثال: مذکورہ رسالہ کے صفحہ ۱۴ تا ۱۷ پر مرقوم ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کہ ((نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا مسنون ہے)) میں ایک روایت میں زیادتی ہے کہ ((سورہ فاتحہ کیساتھ کسی دوسری سورت کا اضافہ بھی مسنون ہے)) ضعیف ہے دراصل ان کا روئے سخن میری جانب ہے جبکہ میں نے اس کتاب کے چوتھے ایڈیشن کے صفحہ ۱۰۳ پر اس زیادتی کا ذکر کیا تھا، شیخ تو بجری نے زیادتی کو ضعیف ہی نہیں کہا بلکہ اس کو شاذ قرار دیا ہے اس لئے کہ یشیم بن ایوب اگرچہ ثقہ ہے لیکن دوسرے ثقہ راویوں کی مخالفت کر رہا ہے جبکہ وہ اس زیادتی کے کرنے پر متفرد ہے۔

شیخ تو بجری پر رد: اللہ پاک شیخ صاحب کو راہ صواب پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اس لئے کہ اگر وہ تحقیق کرتے تو ان پر حقیقت آشکارا ہو جاتی۔ سنئے! ہیشیم بن ایوب اس زیادتی میں مُتفَرِّد نہیں ہیں بلکہ چار ثقہ راوی اس کی متابعت کر رہے ہیں ذیل میں ہم اختصار کے ساتھ ان کے نام اور تخریج پیش کرتے ہیں۔

۱۔ سلیمان بن داؤد ہاشمی کی متابعت کو ابن الجارود نے المنتقی ح ۵۳۷ میں ذکر کیا ہے۔



۲۔ ابراہیم بن زیاد الحیاط البغدادی کی متابعت بھی المنتقی ج ۵۳۷ میں موجود ہے۔

۳۔ محرز بن عون الہلالی کی متابعت کو ابو یعلیٰ الموصلی نے اپنی مسند (ق ۲/۱۴۱) میں ذکر کیا۔

۴۔ ابراہیم بن حمزہ الزبیری کی متابعت کو بیہقی نے سنن کبریٰ (۳۸/۴) میں ذکر کیا ہے۔

ملاحظو خاطر رہے کہ جن چار متابعات کا ذکر اوپر ہوا ہے وہ تمام صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں خصوصیت کیساتھ تیسری متابعت کی صحت کا امام نووی نے اپنی تصنیف المجموع (۵/۲۳۲) میں صراحتاً ذکر کیا ہے ان سے حافظ ابن حجر عسقلانی (رحمہ اللہ) نے التلخیص الحبیر میں نقل کر کے اس کی صحت کا اقرار کیا ہے پس ان چار ثقہ رواۃ کی متابعت کے بعد شیخ تو بجرى کا دعویٰ کہ (ہیشم بن ایوب اس زیادتی کے ساتھ متفرد ہے) اس قابل ہے کہ اس کی طرف التفات بھی نہ کیا جائے مزید کچھ کہنے سے ہم خاموشی اختیار کرتے ہیں اور فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

دوسرے طریق سے متابعت: ان چار متابعتوں میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے طلحہ بن عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ راوی ہیں، ان کے علاوہ ایک دوسری متابعت میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے زید بن طلحہ راوی ہیں ان کی روایت میں بھی زیادتی کا ذکر ہے اس متابعت کو عبداللہ بن محمد بن سعید بن ابی مریم نے ما اسند سفیان بن سعید الثوری (۲/۴۰۱) میں اور ابن الجارود نے (المنتقی ج ۵۳۶) میں صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

شاهد: اس زیادتی کی صحت پر اس عام حدیث کی شہادت کفایت کرتی ہے اور تقویت میں مزید اضافہ ہوتا ہے کہ سورت فاتحہ اور ایک دوسری سورت پڑھنے کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ نماز جنازہ بھی نماز ہے لہذا وہ بھی اس عام حکم میں شامل ہوگی بلکہ اسی حدیث کی بناء پر شیخ تو بجرى کے حنبلی رفقاء نماز جنازہ میں سورت فاتحہ پڑھنے کو واجب کہتے ہیں، اس حدیث سے نماز جنازہ میں سورت فاتحہ کے بعد کسی دوسری سورت کے پڑھنے کی مشروعیت ثابت ہو رہی ہے امام شوکانی نے بھی (نیل الاوطار ۵۳/۴) میں اس کا ذکر کیا ہے ان دلائل کی روشنی میں اگر کہا جائے کہ شیخ تو بجرى ان دلائل سے بے خبر نہ تھے چونکہ یہ دلائل ان کے مذہب کے خلاف تھے اس لئے انہوں نے ان کو قابل اعتناء نہ سمجھا۔ واللہ اعلم

حقیقت یہ ہے کہ فکری جمود، مذہبیت اور اس سے مدافعت سخت خطرناک بیماری ہے۔

تمام اسلامی ملکوں میں اس کے جراثیم موجود ہیں کھلے بندوں سنت کا استخفاف ہو رہا ہے اور مذہبی تعصب کے پیش نظر امام کے قول کو سنت پر فوقیت دی جا رہی ہے، **إِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللَّهُ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ** ”مگر جس شخص کو اللہ تعالیٰ تحفظ عطا کرے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔“

البدتہ فضیلۃ الشیخ تویجری کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا جب کہ (بقول اس کے) اس نے میری کتاب کا بغور مطالعہ کیا ہے اور قارئین کی خیر خواہی کے جذبہ کے پیش نظر اس نے اغلاط کی نشاندہی میں کوئی کسر نہیں اٹھارکھی حالانکہ جن اغلاط کی نشاندہی میں اس نے پورا زور صرف کر دیا ہے ان میں اس کا موقف صحیح نہیں، ہاں صرف چار مسائل میں اس کی رائے صائب ہے اور اس کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے میں اپنے موقف کو چھوڑ کر اس کا موقف اختیار کرتا ہوں اور مجھے اس میں کچھ حجاب نہیں، ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

### چہار مسائل

مسئلہ اول: اس نے رسالہ میں تحریر کیا کہ میں نے تشہد کی دعائیں **الْمَائِمِ وَالْمَعْرَمِ** کا معنی گناہ اور معصیت کیا ہے اس کا کہنا صحیح ہے لیکن میں نے طبع ثالث میں اس سے رجوع کر لیا تھا اور شیخ کا رسالہ اس کے چھ سال بعد طبع ہوتا ہے پس اس کی جانب سے تنبیہ کرنا درست ہے لیکن اس کی تنبیہ سے قبل ہی میں نے طبع ثالث میں اس معنی کو بدل دیا تھا پس اس کا اعتراض لغو ہے۔

مسئلہ دوم: اس نے مجھے متنبہ کرتے ہوئے تحریر کیا کہ میں نے اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کے مقدمہ میں نماز کو اسلام کا سب سے بڑا رکن قرار دیا ہے حالانکہ مجھے مُقْبِد کرنا چاہئے تھا کہ شہادتین کے بعد نماز سب سے بڑا رکن ہے مجھے شیخ کی رائے سے اتفاق ہے اور (( دُعُ مَا يُرِيْبُكَ اِلَى مَا لَا يُرِيْبُكَ )) ”شک کو چھوڑ کر یقین کو اختیار کرنا چاہئے“ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ بات واضح انداز میں کی جائے اس سلسلہ میں اگر میں یہ موقف اختیار کروں کہ جو ارکان اعمال پر مشتمل ہیں ان میں نماز سب سے بڑا رکن ہے تو اس سے اگرچہ کسی حد تک وضاحت ہو جاتی ہے اور اعتراض بھی ختم ہو جاتا ہے تاہم اپنے فاضل دوست کو خوش کرتے ہوئے میں نے اس سے اگلے ایڈیشن میں اس مقدمہ کو قلم زد کر دیا جس میں تَقْبِيْد نہ تھی اور شُبُهَات وَجَوَابُهَا کے عنوان میں تَقْبِيْد کا ذکر کر دیا تاکہ اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے۔

مسئلہ سوم: «وَالشَّرُّ لَيْسَ الْيَكَّ» کا ترجمہ میں نے یہ کیا کہ ”شر اللہ کا فعل نہیں ہے“ مقصود یہ ہے کہ اللہ کی جانب شر کی نسبت نہیں کی جاسکتی، لیکن میں نے شیخ کی تحقیق کو صحیح باور کرتے ہوئے اس جملہ کے معنی کو بدل دیا کہ ”اللہ کے افعال میں شر نہیں ہے“ اگر چنانچہ دونوں معنوں میں کچھ زیادہ فرق نہیں تاہم میں نے اپنا موقف چھوڑ دیا۔ واللہ اعلم

مسئلہ چہارم: سجدہ میں رفع الیدین والی حدیث مُعَلَّقُ روایت میں البدائع سے نقل کرتے ہوئے راوی کا نام ابن الاثرم تحریر کیا حالانکہ صحیح الاثرم ہے جیسا کہ شیخ نے ذکر کیا الاثرم کا نام احمد بن محمد بن ہانی الطائی ہے اور کنیت ابو بکر ہے۔ واللہ اعلم

ان مسائل کے علاوہ شیخ کے دیگر بیان کردہ اعتراضات کے تفصیلی جواب دینے کی ہم اللہ پاک سے توفیق طلب کرتے ہیں تاکہ دلائل کی روشنی میں ان کا ردہ ہو سکے اس سلسلہ میں امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) کی جانب منسوب کردہ رسالہ الصلوة کے بارے میں اس سے پہلے ایڈیشن میں بھی ہم نے ذکر کیا تھا کہ اس کی نسبت امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) کی طرف درست نہیں چنانچہ اس کے بارے میں امام ذہبی کا قول کہ اس کی نسبت امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) کی جانب خلاف واقعہ ہے حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہوں کہ وہ اس ایڈیشن کو پہلے ایڈیشن سے زیادہ شہرت عطا فرمائے اور مکتب اسلامی کے مدیر فاضل استاذ زہیر شاویش کو جزائے خیر عطا فرمائے میرے اور اس کے نامہ اعمال میں اجر و ثواب مثبت فرمائے بلاشبہ اللہ تعالیٰ سے ہی اجر و ثواب کو طلب کیا جائے ان چند سطور کے بعد اب ہم کتاب کے مقدمہ میں اہم فوائد ذکر کریں گے اور یہ کہ اس کتاب کی تالیف کا باعث کیا تھا اور اس کا علمی منہج اپنے اسلوب کے لحاظ سے کس قدر گہرا اور بے مثال تھا مزید دیگر اسباب بھی تھے جو فوائد پر مشتمل تھے، میں نے مقدمہ (۱۳۷۰/۶/۱۳ھ) کو مرتب کیا اور اس کے ساتھ اہم فصل شبہات و جوابہا کا اضافہ (۱۳۸۱/۵/۲۰ھ) میں کیا اللہ پاک کے فضل و کرم سے اس مقدمہ کے مطالعہ سے بہت سے نیک انسانوں کو فائدہ حاصل ہو، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ہمیں ان کی معیت میں رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے جگہ عطا فرمائے۔ آمین

دمشق: ۱۳۸۹/۱۰/۲۸ھ

محمد ناصر الدین الالبانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مقدمہ پہلا ایڈیشن

الحمد لله الذي فرض الصلاة على عباده وامرهم باقامتها وحسن ادائها وعلق النجاح والفلاح بالخشوع فيها وجعلها فرقانا بين الايمان والكفر وناهية عن الفحشاء والمنكر، والصلاة والسلام على نبينا محمد المخاطب بقوله تعالى: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾<sup>١</sup>

تمام حمد وثنا اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندوں پر نماز فرض کی اور انہیں اس کے قائم کرنے اور اچھے طریقے سے ادا کرنے کا حکم دیا، اس کی قبولیت کو خشوع، خضوع پر موقوف فرمایا ایمان اور کفر کے درمیان اس نماز کو امتیاز کی علامت قرار دیا اور بے حیائی اور منکر کاموں سے روکنے کا ذریعہ بنایا، درود اور سلام کا ہدیہ ہم نبی پاک ﷺ پر بھیجتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوتے ہیں وہ انہیں پر ظاہر کر دو“

اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں آپ ﷺ کمر بستہ ہو گئے ظاہر ہے جو شریعت آپ پر نازل ہوئی بالعموم وضاحت کے ساتھ اس کو لوگوں کے سامنے پیش کیا لیکن نماز کی اہمیت کے پیش نظر اس کو دیگر ارکان وغیرہ سے بھی زیادہ واضح شکل میں پیش کیا اور قولاً فعلاً اس کا عام پرچار کیا یہاں تک کہ ایک بار آپ نے منبر پر نماز کی امامت کرائی قیام، رکوع منبر پر کیا نماز سے فارغ ہو کر فرمایا! ((میں نے اس طرح اس لئے کیا ہے تاکہ نماز کے ادا کرنے میں تم میری اقتداء کر سکو اور نماز کی کیفیت معلوم کر سکو))<sup>٢</sup> (یہ حدیث مکمل طور پر قیام کے باب میں آئے گی)

نیز اس سے بھی زیادہ زور دار الفاظ میں اپنی اقتداء کو واجب قرار دیتے ہوئے فرمایا: -  
«صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي»<sup>٣</sup> ”تم نے اسی طرح نماز ادا کرنی ہوگی جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے دیکھ رہے ہو۔“<sup>٤</sup> اور پھر اس کی اہمیت میں مزید اضافہ جتاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جو شخص میری طرح نماز ادا کرے گا میں اس کو خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں

١ النحل: ٣٣، صحیح بخاری کتاب الجمعة باب ٢٦٦ ح ٩١٤، صحیح مسلم ٤/٣٢ کتاب المساجد باب ١٠ صحیح بخاری

کتاب الاذان باب ١٨ ح ٦٣١، صحیح مسلم کتاب الصلاة باب ٥٣، مسند احمد ٥/٥٣، ارواء الغلیل ح ٢١٣

داخل کرنے کا عہد کیا ہے، حدیث ملاحظہ فرمائیں:- ((پانچ نمازیں اللہ پاک نے فرض کی ہیں جو شخص اچھے طریق پر وضوء کرے وقت پر نماز ادا کرے اور رکوع، سجود، اور خشوع کا اہتمام کرے تو اس انسان پر اللہ کا ذمہ ہے کہ اس کو معاف کریگا اور جو شخص ان باتوں کو ملحوظ نہ رکھے گا اس کا اللہ پر کچھ ذمہ نہیں اگر چاہے اس کو معاف کرے اگر چاہے عذاب میں گرفتار کرے))<sup>۱</sup>

نبی ﷺ پر صلوٰۃ و سلام کیساتھ اہل بیت صحابہ کرام پر صلوٰۃ و سلام ہو جو نیکو کار، پرہیزگار تھے جنہوں نے آپ کی عبادت، نماز، اقوال، افعال کو نقل کر کے امت تک پہنچایا اور صرف آپ کے اقوال، افعال کو ہی دین اور قابل اطاعت قرار دیا نیز ان انسانوں کے افعال کو جو ان کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے۔

و بعد :- حافظ منذری کی کتاب التریغیب و التریہیب کی کتاب الصلوٰۃ کے مطالعہ اور تدریس سے قریباً چار سال کا عرصہ گزر چکا ہے جب میں فارغ ہوا تو مجھے اور میرے درس میں شریک میرے سلفی بھائیوں کو احساس ہوا کہ اسلام میں نماز کا کتنا مرتبہ ہے اور جو شخص اس کو قائم کرتا ہے اور اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا وہ کس قدر اجر و ثواب اور فضیلت و اکرام کا مستحق ہوتا ہے پھر اجر و ثواب میں کمی کا معیار یہ ہے کہ جس قدر کسی انسان کی نماز رسول اکرم ﷺ کی نماز کے زیادہ قریب ہوگی وہ زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا اور جس کی نماز آپ کی نماز سے مماثلت میں کچھ مختلف ہوگی اس کو اجر و ثواب کم حاصل ہوگا، حدیث نبوی ملاحظہ فرمائیں:-

((بے شک بندہ نماز ادا کرتا ہے لیکن اس کے نامہ اعمال میں اس کا دسواں، نواں، آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھا، تیسرا، نصف حصہ لکھا جاتا ہے))<sup>۲</sup>

اس حدیث کے پیش نظر میں نے اپنے سلفی بھائیوں کو خبردار کیا کہ ہمارے لئے رسول اکرم ﷺ کے نماز ادا کرنے کی مانند نماز ادا کرنا اس وقت ممکن ہے جب ہمیں تفصیل کے ساتھ آپ کی نماز کی کیفیت معلوم ہو اور ہمیں نماز کے واجبات، آداب، ہیئیات، ادعیہ اذکار کا علم ہو پھر اس کے بعد نماز ادا کرنے کی کوشش بھی کریں، تو ہم امید رکھتے ہیں کہ پھر ہماری نماز بھی اسی نوعیت کی ہوگی جو بے حیائی اور منکر باتوں سے روکتی ہے اور ہمارے نامہ اعمال میں وہ اجر و ثواب ثبت ہوگا جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

۱ میں کہتا ہوں حدیث صحیح ہے اکثر ائمہ حدیث نے اس کو صحیح بیان کیا ہے، صحیح ابوداؤد: ۸۶/۱، کتاب الصلوٰۃ باب ۹ صحیح

ابوداؤد: ۱۵۱/۱ ح ۶۱ کتاب الصلوٰۃ باب ۱۲۹، ابن المبارک فی الزہد: ۱۰/۲۱۱-۲۱۲ نسائی سند جید ہے، الصحیحۃ: ۶۱

## مذہبی تقیید میں غلو کے اثرات

جب ہم عوام کی دینی کیفیت کا جائزہ لیتے ہیں تو نہ صرف عوام بلکہ اکثر علماء بھی نماز کی صحیح کیفیات سے نابلد ہیں وجہ ظاہر ہے کہ عام طور پر علماء مذہبی تقیید کی جکڑ بندیوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور وہ غلو کی حد تک ایک امام کی تقلید کو ضروری سمجھتے ہوئے صحیح بات کے مطابق عمل کرنا تو کجا سننا بھی گوارا نہیں کرتے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جس قدر معاشرہ میں مذاہب موجود ہیں بلا امتیاز اس طرح کے اعمال دیکھنے میں آتے ہیں جن کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف کرنا درست نہیں اور ان کی کتابوں میں ایسے اقوال تحریر ہیں جنہیں نبی ﷺ کی جانب منسوب کرنا بھی جائز نہیں متاخرین مذہبی پیشہ وروں کی کتابیں اس قسم کے اقوال سے بھری پڑی ہیں اگرچہ سرسری نظر سے اصل حقیقت منکشف نہیں ہوتی لیکن وہ شخص جس کی سنت مطہرہ پر نظر ہے اور سنت کی اشاعت اور تحقیق میں مشغول رہتا ہے اس کی نظر سے اس قسم کے اقوال و اعمال مخفی نہیں ہیں، چنانچہ وہ متاخرین کی کتابوں میں بعض اقوال کو غلط طور پر رسول اکرم ﷺ کی طرف منسوب دیکھتا ہے تو اس کی حسیت دینیہ جوش میں آتی ہے اور وہ اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھتا جب تک کہ غلط نسبت کو آشکارا نہیں کر پاتا اسی جذبہ کے پیش نظر بعض ائمہ نے موضوع یعنی من گھڑت احادیث کو جمع کیا تاکہ صحیح غیر صحیح احادیث میں امتیاز ہو سکے۔ جزاھم اللہ خیراً

نیز بعض علماء کرام نے احادیث کی تخریج میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں اور احادیث کے احوال کا پتہ لگایا اور ان کی صحت اور عدم صحت پر دلائل پیش کئے اس موضوع پر

الْعِنَايَةِ بِمَعْرِفَةِ أَحَادِيثِ الْهَدَايَةِ، الطَّرُقُ وَالْوَسَائِلُ فِي تَخْرِيجِ أَحَادِيثِ خُلَاصَةِ الدَّلَائِلِ تَالِيفِ شَيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ بْنِ مُحَمَّدِ الْقَرَشِيِّ الْحَنْفِيِّ، نَصْبُ الرَّايَةِ لِأَحَادِيثِ الْهَدَايَةِ تَالِيفِ حَافِظِ زَيْلَعِيِّ اس کا اختصار الدَّرَايَةِ تَالِيفِ حَافِظِ ابْنِ حَجْرٍ عَسْكَلَانِيِّ تَلْخِيصُ الْحَبِيرِ فِي تَخْرِيجِ أَحَادِيثِ الرَّافِعِيِّ الْكَبِيرِ تَالِيفِ حَافِظِ ابْنِ حَجْرٍ عَسْكَلَانِيِّ وَغَيْرِهِ خَاصِ طُورٍ قَابِلٍ ذَكَرَ فِيهِ ان كے علاوہ بھی کتب ہیں جن کو طوالت کی وجہ سے بیان نہیں کیا۔

علامہ عبد الحی لکھنوی (رحمہ اللہ) کا قول: علامہ لکھنوی نے السَّافِعُ الْكَبِيرُ الْمَنْ يَطَّلَعُ الْجَامِعَ الصَّغِيرَ (ص ۱۲۲-۱۲۳) میں فقہ حنفی کی کتابوں کے مراتب بیان کرنے کے بعد ذکر فرمایا خواہ ان میں قابل اعتماد کتابیں ہیں یا قابل اعتماد نہیں ہیں، جن کتابوں کی ترتیب ہم نے ذکر کی ہے ان کا تعلق فقہی

مسائل کے ساتھ ہے اور ان کتابوں میں درج احادیث نبویہ کے لحاظ سے یہ ترتیب نہیں ہے اس لئے کہ کتنی کتابیں ایسی ہیں جو جلیل القدر فقہاء کے ہاں قابل اعتماد ہیں لیکن ضعیف حدیثوں سے بھری پڑی ہیں خصوصاً ان میں فتاویٰ کی کتابیں ہیں پس ہم غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان کتابوں کے مؤلفین اگرچہ کامل تھے لیکن وہ احادیث کے نقل کرنے میں بہل انگار تھے۔

موضوع حدیث: میں کہتا ہوں: اور ان احادیث موضوعہ بلکہ باطلہ سے وہ حدیثیں ہیں جو بعض جلیل القدر ائمہ کی کتب میں موجود ہیں، ذیل میں ہم بطور مثال ایک موضوع حدیث پیش کرتے ہیں جس کا ذکر السنہایہ وغیرہ کتابوں میں ہے: ((جس شخص نے رمضان کے آخری جمعہ میں فرض نمازوں کی قضا دی تو اس سے عمر کی قضا شدہ نمازوں کی ستر سال تک کیلئے تلافی ہو جائے گی))

علامہ لکھنوی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الآثار المرفوعہ فی اخبار الموضوعۃ (ص ۳۱۵) میں ذکر کرنے کے بعد تحریر کیا ہے! کہ ملا علی قاری نے موضوعات صغریٰ اور کبریٰ میں اس حدیث کو بالکل باطل کہا ہے اس لئے کہ یہ حدیث اجماع کے خلاف ہے علاوہ ازیں یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی عبادت سالہا سال کی فوت شدہ نمازوں کی قائم مقام نہیں ہو سکتی، پس یہ حدیث موضوع ہے اگر ہدایہ کے شارحین یا صاحب نہسیہ نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے تو اس سے اسکی صحت ثابت نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اولاً: تو یہ لوگ محدثین سے شائبہ نہیں ہوتے ہیں، ثانیاً: انہوں نے حدیث کے مخرج کا ذکر نہیں کیا۔

علامہ شوکانی (رحمہ اللہ) کا قول: امام شوکانی نے الفوائد المجموعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ میں اسی طرح کے الفاظ بیان کرنے کے بعد ذکر کیا ہے کہ بلاشبہ یہ حدیث موضوع ہے اگرچہ موضوع احادیث پر مشتمل کتابوں میں اس کا وجود نہیں ملتا البتہ ہمارے دور میں صنعاء کے فقہاء کی ایک جماعت کے ہاں یہ حدیث شہرت پذیر ہے اور اکثر لوگ اس قسم کی قضا کی نماز پڑھتے تھے مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ کس شخص نے اس حدیث کو وضع کیا اللہ پاک جھوٹوں کو برباد کرے۔ آمین۔ (الفوائد المجموعہ ص ۵۲)

علامہ لکھنوی (رحمہ اللہ) کا قول: میں نے اس حدیث کے موضوع ہونے پر ایک رسالہ تحریر کیا جس میں اسکے موضوع ہونے کو ثابت کیا اگرچہ یہ حدیث اوراد و وظائف کی کتابوں میں مختصر اور مفصل الفاظ کیساتھ مذکور ہے لیکن دلائل عقلیہ اور نقلیہ کی روشنی میں اس کو موضوع ثابت کیا ہے اسکے علاوہ بہترین فوائد کا اس میں اضافہ کیا ہے جس سے دل و دماغ کو نشاط حاصل ہوتا ہے پس میں قارئین سے اسکے مطالعہ کی سفارش کرتا ہوں یہ رسالہ اپنے موضوع میں نفیس معلومات پر حاوی ہے: ((رَدُّعُ الْإِخْوَانِ عَنِ مُحَدَّثَاتِ الْخَيْرِ جُمُعَةٍ رَمَضَانَ)) میں کہتا ہوں: خیال رہے اس قسم کی باطل حدیثیں کتب فقہ میں موجود ہیں جن پر اعتماد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ بغیر حوالہ جات کے ہیں یا غیر معتبر کتابوں کے حوالہ سے ذکر کی گئی ہیں چنانچہ ملا علی قاری کے کلام سے

بھی یہی بات ثابت ہو رہی ہے، لہذا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ حدیث کو محدثین کے حوالے سے ذکر کرے چنانچہ یہ قول زبان زد خاص و عام ہے: ((أَهْلُ مَكَّةَ أَدْرَى بِشِعَابِهَا)) ”کہ گھر کا مالک ہی گھر کے سامان وغیرہ کے متعلق بہتر جانتا ہے کہ وہ کس قسم کا ہے“ اسی طرح محدثین کا ہی کسی حدیث کی صحت یا عدم صحت کے متعلق ریمارک قابل قبول ہو سکتا ہے۔

امام نووی کا قول: محدثین، علماء، محققین کا قول ہے کہ جب حدیث ضعیف ہو تو اس کو قال رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے ساتھ ذکر نہ کیا جائے اسی طرح فعل، امر، نہی وغیرہ جزم کا کوئی جملہ استعمال نہ کیا جائے ہاں رُوِيَ عَنْهُ، نُقِلَ عَنْهُ، يُرْوَى تَمْرِيضُ کے صیغوں کے ساتھ ذکر کرنا درست ہے اس لئے کہ جزم کے صیغے صحیح حسن حدیثوں کے بیان کرنے کیلئے مقرر ہیں جب کہ جزم کے صیغے صحت کے متقاضی ہیں قرآن پاک کے ساتھ غیر صحیح حدیثوں کو بیان کرنا کذب بیانی کے مترادف ہوگا لیکن سخت افسوس کی بات ہے کہ جمہور فقہاء اس قاعدے کی خلاف ورزی کرنے سے نہیں ہچکچاتے بلکہ جمہور علماء کا یہی طور طریقہ ہے البتہ نئے حدیث میں مہارت تامہ رکھنے والے محدثین اس قاعدے کی خلاف ورزی کرنے کو گناہ سمجھتے ہیں وہ کبھی ضعیف حدیث کو قَالَ کے ساتھ اور کبھی صحیح حدیث کو رُوِيَ عَنْهُ کے ساتھ ذکر نہیں کرتے۔<sup>۱</sup>

میں کہتا ہوں: چونکہ تفصیل کے ساتھ نبی ﷺ کی نماز کی کیفیت معلوم کرنا عام لوگوں کے لئے مشکل تھا اس لئے میں نے اس کتاب کو مرتب کیا تاکہ وہ آپ کی نماز کی کیفیت کو معلوم کر سکیں اور اس کے مطابق نماز ادا کریں میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرمائے گا، ارشاد نبوی ہے: ((جو شخص ہدایت کی جانب دعوت دیتا ہے اس کو ان سب لوگوں کے برابر اجر و ثواب حاصل ہوگا جو اس کی تابعداری کرتے ہوئے اس عمل کو سرانجام دیں گے لیکن ان کے اجر و ثواب سے کچھ کمی نہیں ہوگی))<sup>۲</sup>

### نماز نبوی کو تالیف کرنے کا سبب

نماز کے متعلق میں نے کتابوں کا جائزہ لیا تو کوئی کتاب مبنی بر حقیقت اور جامع نظر نہ آئی تو میں نے اس ذمہ داری کو اپنے کندھوں پر ڈالا اور تیار ہو گیا کہ نماز کے موضوع پر ایک جامع کتاب تحریر کروں تاکہ ان لوگوں کو رہنمائی حاصل ہو، جو نماز جیسی عبادت میں رسول اکرم ﷺ کی اقتداء کو لازم جانتے ہیں اور جس طرح آپ نے تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک نماز ادا فرمائی ہے اس کا کامل نقشہ کھینچ دیا جائے تاکہ آپ کی محبت کا دم بھرنے والوں کو سہولت حاصل ہو



اور آپ کے بیان کردہ طریقہ کے مطابق نماز ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں، ارشاد نبوی ہے: «صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي»

”تم نے اسی طرح نماز ادا کرنی ہوگی جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو“ اس بلند مقصد نے مجھے اس کتاب کی تالیف پر آمادہ کیا اور میں نے مختلف کتب احادیث سے ان حدیثوں کو الگ کیا جن کا تعلق نماز کیساتھ تھا ان کو یکجا جمع کرنے سے یہ کتاب مرتب ہوگئی میں نے اس بات کا پورا خیال رکھا کہ ان میں صرف ان احادیث کو درج کروں جو احادیث کی صحت کے قواعد و ضوابط کے معیار کے مطابق ہوں اور جس حدیث میں کوئی ضعف یا مجہول راوی مفرد تھا (خواہ اس حدیث کا تعلق نماز کی ہیئت کیساتھ یا اذکار اور فضائل کیساتھ تھا) اس کے ذکر کرنے سے اجتناب کیا اس لئے کہ جب صحیح ثابت شدہ حدیثیں (صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ) موجود ہیں اور ان سے مقصد حاصل ہو رہا ہے، تو بلا ضرورت غیر صحیح حدیثوں کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ ایسی حدیثوں سے محض ظن کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور بلا اختلاف ظن کا کوئی فائدہ نہیں وہ بہر حال مرجوح ہے، ارشاد ربانی ہے:

«إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا»<sup>۱</sup> ”اور ظن، یقین کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتا“  
ارشاد نبوی ﷺ ہے: «إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ»  
”تم ظن سے بچو ظن تو جھوٹی بات ہے“<sup>۲</sup>

ظاہر ہے کہ عبادات میں خاص طور پر ظنی چیز معتبر نہیں اسی لئے نبی ﷺ نے ہمیں ظن سے دور رہنے کا حکم دیا، ارشاد نبوی ہے: «اتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّي الْأَمَّا عَلِمْتُمْ» ”میری طرف نسبت کر کے حدیث بیان کرنے میں احتیاط کرو ہاں تمہیں یقین ہو تو کچھ مضائقہ نہیں“  
یہ حدیث صحیح ہے اور ترمذی احمد ابن ابی شیبہ میں موجود ہے لیکن شیخ محمد سعید طنابی کا اپنی کتاب مسلسلات (۲/۱) میں اس کو صحیح بخاری کی حدیث قرار دینا وہم ہے پہلے اس حدیث کے ضعف کا مجھے پتہ علم نہ تھا اس لئے میں اس حدیث کو صحیح سمجھتا رہا بعد میں مزید تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ حدیث ضعیف ہے ترمذی کی بیان کردہ سند میں ضعف موجود ہے۔<sup>۳</sup>

مناوی نے ابن ابی شیبہ کی سند کو صحیح کہا ہے حالانکہ سند صحیح نہیں البتہ اس مضمون کی ایک دوسری

۱ النمر: ۲۸ صحیح بخاری کتاب الادب باب ۵۷، صحیح مسلم ۱۰/۸ ج ۲۸ کتاب البر باب ۹، غایۃ المرام تخریج

حدیث صحیح ہے، ارشاد نبوی ہے: «مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ»  
”جو شخص میری طرف نسبت کر کے کوئی حدیث بیان کرتا ہے حالانکہ وہ خیال کرتا ہے کہ وہ جھوٹی ہے تو بیان کرنے والا جھوٹا ہے“<sup>۱</sup>

پس آپ نے ضعیف روایت بیان کرنے سے منع فرمادیا تو اس پر عمل کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے، بلکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد اس سے مستغنی کر رہا ہے:

﴿إِيَّاكُمْ وَكَثْرَةُ الْحَدِيثِ عَنِّي مَنْ قَالَ عَلَيَّ فَلَا يَقُولَنَّ إِلَّا حَقًّا أَوْ صِدْقًا فَمَنْ قَالَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ﴾ ”کہ تم مجھ سے کثرت کے ساتھ حدیثیں بیان نہ کرو میری طرف صرف صحیح اور سچی بات منسوب کرو جو شخص میری جانب ایسی بات منسوب کرتا ہے جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے“<sup>۲</sup>

## کتاب کی ترتیب

کتاب کو متن اور شرح میں تقسیم کر دیا گیا ہے متن میں احادیث کا ذکر ہے پوری کوشش کی گئی ہے کہ احادیث کے الفاظ بعینہ وہی ذکر کروں جو سنت کی کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہیں بعض اوقات ایک حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے اس وقت جن الفاظ کا کتاب کے ساتھ زیادہ تعلق ہے ان کو ذکر کروں گا اور بعض اوقات دوسری روایت کے زائد الفاظ کا ذکر اتمام فائدہ کے لئے کروں گا نہ ان کے بیان کرنے والے راوی اور نہ ہی مخرج کا ذکر کروں گا تا کہ ترتیب میں کسی قسم کا نقص رونمانہ ہو اور مطالعہ کرنے میں دقت پیش نہ آئے شرح میں ان احادیث کی تخریج ذکر ہوگی جو متن میں تحریر ہیں ان احادیث کے الفاظ کے طرق کے بیان کرنے میں پورا احتیاط کیا جائے گا سند اور شواہد پر جرح، تعدیل، تصحیح، تضعیف کا حکم قواعد و ضوابط کی روشنی میں لگایا جائے گا۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بعض طرق میں ایسے زائد الفاظ موجود ہیں جو دیگر طرق میں موجود نہیں تو اس وقت ان زائد الفاظ کو اصل حدیث کے ساتھ ملا دیا جائے گا جو متن میں مذکور ہوں گے اشارتاً ان الفاظ کو (قوسین) کے خطوط وحدانی کے درمیان ذکر کروں گا تا کہ اس

۱ مسلم وغیرہ، اس سلسلہ میں الضعیفہ المجلد الاول کے مقدمہ کا مطالعہ کریں ۱ ابن ابی شیبہ ۱/۸

کا پتہ چل سکے لیکن اس بات کے ذکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ کون راوی اس زیادتی کے بیان کرنے میں متفرد ہے لیکن اگر زائد الفاظ کسی دوسرے صحابی سے منقول ہیں تو اس وقت اس کو مستقل حدیث کی حیثیت سے ذکر کروں گا جیسا کہ افتتاح کی ادعیہ میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کتاب کی ترتیب کا یہ انداز بالکل انوکھا ہے شاید اس قسم کا انداز آپ کو کسی دوسری کتاب میں نظر نہ آئے۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ

نیز نیچے شرح میں حدیث کی تخریج کے ساتھ ساتھ علماء کے مذاہب اور دلائل بیان کروں گا اور اعتراضات اور ان کے جوابات سے روشناس کراؤں گا، بعد ازاں صحیح مسلک کی نشان دہی کروں گا جس کا ذکر متن میں ہو چکا ہے کبھی اس قسم کے مسائل بھی بیان ہوں گے جس پر سنت سے تو کوئی نص نہ مل سکی البتہ اجتہاد کی روشنی میں ان کا ذکر ہو گا خیال رہے کہ یہ ہماری کتاب کا موضوع نہیں ہے۔

جب ہم نے کتاب کے صفحات کا تخمینہ لگایا تو معلوم ہوا کہ پانچ سو صفحات ہو جائیں گے اور جب اپنی مالی دشواریوں کا احساس ہوا تو فیصلہ کرنا پڑا کہ تَکْلِيفٌ مَا لَا يُطَاقُ سے بچتے ہوئے متن کو شائع کر دیا جائے اور حاشیہ کے طبع کا کام سردست نہ کیا جائے اس کے لئے کسی دوسری فرصت کا انتظار کیا جائے تاکہ متن اور شرح دونوں کو یکجا کر کے طبع کرایا جائے اس کتاب کا نام تجویز کیا گیا۔

صِفَةُ صَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ التَّكْبِيرِ إِلَى التَّسْلِيمِ كَأَنَّكَ تَرَاهَا  
”نبی ﷺ کی نماز کا طریقہ تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک گویا کہ آپ دونوں آنکھوں سے نبی ﷺ کی نماز کی کیفیت کو دیکھ رہے ہیں۔“

أَسْأَلُ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يَجْعَلَهُ خَالِصًا لَوَجْهِهِ الْكَرِيمِ  
وَأَنْ يَنْفَعَهُ بِهِ إِخْوَانِي الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّهُ سَمِيعٌ مُجِيبٌ

## کتاب کی بنیاد

کتاب کا موضوع یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کی جائے گی تو پھر یہ بات بالکل واضح ہے کہ نماز کے بیان کرنے کے ضمن میں کسی مذہب یا فرقہ کی تقلید کو قطعاً ملحوظ نہ رکھا جائے صرف اور صرف ان کیفیات کا ذکر ہوگا جو نبی ﷺ سے ثابت ہیں اور یہی کتاب کی بنیاد ہے اور یہی نظریہ قدیم دور سے لے کر آج تک تمام محدثین کا ہے۔

علامہ لکھنوی کا قول: علامہ عبدالحی لکھنوی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں جو شخص بنظر انصاف دیکھے گا فقہ اور اصول کے سمندروں میں غوطہ زن ہوگا زیادتی سے کنارہ کش رہنے والا ہوگا تو اسے یقیناً اس سے آگاہی ہوگی کہ اکثر فروعی اور اصولی مسائل جن میں علماء اختلاف کرتے ہیں ان میں محدثین کا مذہب دیگر لوگوں کے مذہب سے زیادہ قوی ہوگا اور میں جب بھی اختلافی مسائل کی وادی میں قدم زن ہوتا ہوں تو مجھے محدثین کا مذہب ہی انصاف کے قریب دکھائی دیتا ہے تعجب ہے وہ لوگ کتنے اچھے ہیں کہ اللہ پاک ان کی کوششوں کو بنظر تحسین دیکھتا ہے کیوں نہ ہو جب کہ وہ نبی ﷺ کے صحیح جانشین اور شریعت اسلامیہ کے پھیلانے میں آپ کے قائم مقام ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی جماعت میں (قیامت کے دن) اٹھائے اور ان کی محبت اور سیرت پر ہماری وفات ہو۔<sup>۱</sup>

علامہ سبکی کا قول: حمد و صلاۃ کے بعد واضح ہو کہ مسلمانوں کے تمام کاموں میں نماز سب سے اہم ہے ہر مسلمان پر اس کا اہتمام اور اس کی ہمیشہ ادائیگی اور اس کے شعائر کا قیام ضروری ہے نماز میں کچھ ایسے افعال ہیں جن پر اجماع ہے اور ان کے بجالانے میں کوئی رکاوٹ نہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے وجود میں علماء کا اختلاف ہے اختلاف کا حل دو طرح سے ممکن ہے اولاً اگر ممکن ہو تو اختلاف کی الجھن سے کنارہ کشی اختیار کی جائے یا پھر جو چیز نبی ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ہو اس پر عمل پیرا ہوا جائے جب کوئی شخص ایسا کام کریگا تو اس کی نماز درست اور قبول ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا﴾ (الکہف: ۱۱۰) ”پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے وہ نیک عمل کرے“ میں داخل ہوگا۔<sup>۲</sup>

میں کہتا ہوں: علامہ سبکی کے قول پر غور و فکر کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پہلی صورت میں تصفیہ ممکن نہیں اکثر مسائل میں اختلاف برقرار رہتا ہے رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان کہ ((تم اسی طرح نماز ادا کرو جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو)) بھی متحقق نہیں ہوتا اور نماز کی کیفیت آپ ﷺ کی کیفیت کے مخالف ہوتی ہے لہذا دوسری صورت قابل عمل ہے اور وہی صحیح ہے اور اس پر عمل کرنے سے نماز اسی طرح ادا ہوگی

جس طرح رسول اکرم ﷺ نماز ادا فرمایا کرتے تھے، پس آپ کو غور و فکر کرنا چاہئے۔

ایک شاعر حسن بن محمد النسوی ان کی تعریف کرتے ہوئے جو آپ کے افعال کو زندگی کے تمام شعبوں میں ملحوظ رکھتے ہیں اور اس پر عمل پیرا رہتے ہیں فرماتے ہیں۔

أَهْلُ الْحَدِيثِ هُمْ أَهْلُ النَّبِيِّ وَإِنْ

لَمْ يَصْحُبُوا نَفْسَهُ أَنْفَاسَهُ صَحِبُوا

”اہل حدیث رسول اللہ ﷺ کے اہل ہیں اگرچہ وہ زندگی میں تو آپ کے ساتھ نہ تھے تاہم آپ کے ملفوظات کے ساتھ تو ان کی رفاقت ہے“<sup>۱</sup>

اس سعادت سے ہمکنار ہونے کیلئے کتاب میں نماز کی کیفیات اذکار وغیرہ کے سلسلہ میں احادیث اور فقہ کی کتابوں سے متعلق قیمتی معلومات کو اکٹھا کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی اور جو شخص اسکے محتویات کے مطابق عمل کریگا انشاء اللہ وہ ان لوگوں کے زمرہ میں داخل ہے جن کو توفیق ایزدی سے ہدایت نصیب ہوتی ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾<sup>۲</sup> ”اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے“

مجھے مسرت محسوس ہو رہی ہے کہ میں نے نہ صرف اس تالیف میں بلکہ دیگر تمام تالیفات میں سنت سے دلائل فراہم کر کے ان پر بنیاد قائم کی ہے اور پوری کوشش کی کہ کسی ایک جزئی میں بھی سنت کی مخالفت نہ ہو اگرچہ مجھے معلوم ہے کہ میری کتاب کے مطالعہ کرنے کے بعد کچھ لوگ ضرور ایسے ہوں گے جو کتاب کو ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھیں گے بلکہ وہ زبان طعن دراز کریں گے اور مجھے ہدف ملامت بنانے میں گریز نہیں کریں گے لیکن مجھ پر اس کا کچھ اثر نہیں اس لئے کہ میرے دل میں یہ احساس بیدار رہتا ہے کہ تمام لوگوں کو راضی رکھنا ناممکن ہے اور پھر نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ﴿مَنْ أَرْضَى النَّاسَ بِسَخَطِ اللَّهِ وَكَتَلَهُ اللَّهُ إِلَى النَّاسِ﴾

”جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرنا چاہا اللہ پاک اس کو لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے“<sup>۳</sup> اسی مضمون کو ایک شاعر بہترین پیرایہ میں پیش کرتا ہے۔

۱ حافظ ضیاء الدین مقدسی نے اس شعر کا ذکر ایک رسالہ میں کیا ہے جس کا عنوان فضل الحدیث و اہلہ

ہے ۲ البقرة: ۱۳۳ صحیح ترمذی ۲۸۸۱/۲ کتاب الزہد باب ۴۹، القضا، ابن بشران وغیرہ

۳ الصحیحہ ج ۲۳۱۱، میں نے شرح عقیدہ طحاویہ ص ۲۷۸ میں اس حدیث کے طرق اور تخریج پر بحث کی ہے

وَلَسْتُ بِنَاجٍ مِنْ مَقَالَةِ طَاعِنٍ  
وَلَوْ كُنْتُ فِي غَارٍ عَلَى جَبَلٍ وَغَيْرِ  
وَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْجُوا مِنَ النَّاسِ سَالِمًا  
وَلَوْ غَابَ عَنْهُمْ بَيْنَ خَافِيَتِي نَسْرٍ

”میں زبان طعن دراز کرنے والے سے نجات حاصل نہیں کر سکتا اگرچہ میری بود و باش کسی دشوار گزار پہاڑ کی غار میں کیوں نہ ہو، وہ کون شخص ہے جو لوگوں سے صحیح سالم رہا اگرچہ وہ ان سے اوجھل ہو کر گدھ کے پروں میں چھپ جائے“

پس میرے لئے یہی بات باعث فخر ہے کہ میرا اعتقاد درست ہے اور میں اسی راستہ پر گامزن ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے چلنے کا حکم دیا ہے اور جس کو ہمارے پیغمبر محمد ﷺ نے بیان فرمایا جو تمام انبیاء کے سردار ہیں، یہی وہ سیدھی راہ ہے جس پر سلف صالحین، صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ کرام رواں دواں رہے نیز وہ ائمہ اربعہ جن کے مذاہب کے پیروکار کثرت کے ساتھ موجود ہیں وہ بھی اسی راہ پر گامزن رہے یہ سب لوگ اس نظریہ پر متفق ہیں کہ تمام معاملات میں سنت کے ساتھ تمسک اختیار کیا جائے اور اسی کی طرف رجوع کیا جائے سنت کے خلاف خواہ کسی کا قول ہو اس کو ترک کیا جائے اس لئے کہ نبی ﷺ سے زیادہ عظمت و شان والا کون ہو سکتا ہے؟ اور آپ کے بیان کردہ راستہ سے کس کا راستہ زیادہ ہدایت والا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ میں ان تمام ائمہ کو اہل سنت کے زمرہ سے سمجھتا ہوں اور ان کی رہنمائی میں قدم زن ہوں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کو اپنے لئے سعادت تصور کرتا ہوں اور ان کے اقوال کی اتباع کو حدیث کی روشنی میں اپنے لئے عزت و افتخار کا سرمایہ تصور کرتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ ائمہ کے بعض اقوال سنت رسول ﷺ کے ساتھ متصادم ہیں تاہم صراط مستقیم پر چلنے اور اختیار کرنے میں میرے لئے ان کے اقوال مؤثر ثابت ہوئے اس لئے کہ وہ درحقیقت راہ سنت کے ہی شیدائی تھے عدم علم کی بناء پر اگر ان کے بعض اقوال سنت رسول ﷺ سے متصادم ہیں تو وہ عند اللہ معذور اور ماجور ہیں ہمارے لئے صرف اسوۂ رسول ﷺ ہی قابل اطاعت ہے اور ائمہ کی اندھی تقلید سے روگردانی کرنا ضروری ہے

فجزاھم اللہ حسنی حسیرا

## سنت کے اتباع اور ترک اتباع پر ائمہ کے اقوال

ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ کو بتائیں کہ جن ائمہ کی تقلید رواج پذیر ہے انہوں نے اپنی تقلید سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے اور اتباع سنت کی ترغیب دی ہے اور تعجب کا اظہار کیا ہے کہ اتباع سنت کے مقابلہ میں ائمہ کے اقوال کو کیوں وزنی گردانا جاتا ہے کیا ائمہ کے اقوال اور مروجہ مذاہب کی صداقت من جانب اللہ ہے اور کیا اس پر کوئی دلیل پیش کی جاسکتی ہے ہرگز نہیں! تو پھر کیوں اندھی تقلید سے اعراض نہیں کیا جاتا ہے۔

یہ وہ تقلید ہے جس کو امام طحاوی نے مراد لیا ہے کہ متعصب اور کند ذہن کے علاوہ کوئی تقلید نہیں کرتا۔ (ابن عابدین نے اس قول کو رسم المفتی ۱/۳۲۱، اپنی مجموعہ رسائل کتاب سے نقل کیا) ارشاد ربانی ہے: ﴿اتَّبِعُوا مَا نَزَّلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾<sup>۱</sup> ”لوگو! جو کتاب تم پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نازل ہوئی ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی نہ کرو اور تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو“

۱- امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کے اقوال: امام ابوحنیفہ کے تلامذہ نے ان سے مختلف اقوال نقل کئے ہیں جن کا ما حاصل یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے اور اس کے مقابلہ میں ائمہ کے اقوال کا ترک ضروری ہے ان کا مشہور قول ہے کہ

۱- (( إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي )) ”صحیح حدیث میرا مذہب ہے“<sup>۲</sup>

شیخ ابن الہمام کا قول: جب کسی امام کے مذہب کے خلاف صحیح حدیث موجود ہو تو حدیث پر عمل کرنے سے حنفیت سے خارج نہیں ہوتا اس لئے کہ امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) سے یہ روایت ثابت ہے کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے ابن عبدالبر نے امام ابوحنیفہ و دیگر ائمہ کرام سے اسی طرح کے اقوال نقل کئے ہیں۔<sup>۳</sup> میں کہتا ہوں: معلوم ہوا کہ ائمہ کرام کا علم و فضل تقویٰ اور طہارت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ حدیث کی مخالفت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور انہوں نے کھلے لفظوں میں اظہار کیا ہے کہ چونکہ ہمیں حدیث کا استقصاء نہیں ہے اس لئے ممکن ہے کہ ہمارے بعض اقوال حدیث کے مخالف ہوں، لہذا حدیث کیساتھ تمسک کرنا ہی ہمارا مسلک ہے امام شافعی سے صراحتاً اس مفہوم کا قول مروی ہے آئندہ اوراق میں اس کا تذکرہ کیا جائے گا۔

۱۱ الاعراف: ۳۱۳ اس قول کو ابن عابدین نے اپنے رسالہ الخلیفۃ ۱/۶۳، اور رسم المفتی ۱/۴۱، اور شیخ صالح الغلانی نے ایقاظ الہمم ص ۶۲ میں نقل کیا۔ ابن عابدین نے شیخ ابن الہمام کی کتاب شرح الہدایۃ سے نقل کیا ہے

۲- ((لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَأْخُذَ بِقَوْلِنَا مَا لَمْ يَعْلَمْ مِنْ أَيْنَ أَخَذْنَاهُ))

”کسی شخص کے لئے ہمارے قول پر عمل کرنا جائز نہیں جب تک کہ اسے اس بات کا علم نہ ہو کہ ہمارے قول کا ماخذ کیا ہے۔“

ایک دوسری روایت میں ہے: ((جو شخص میرے قول کی دلیل سے واقف نہیں اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ میرے قول کے مطابق فتویٰ دے))۔<sup>۱</sup>

ایک روایت میں ہے: ((اس لئے کہ ہم تو انسان ہیں آج ہم ایک بات کہتے ہیں کل ہم اس سے رجوع کر لیتے ہیں))۔

اس تیسری روایت کو عباس دوری نے تاریخ ابن معین (۱۷۷/۱۶) میں صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے، اسی قسم کے اقوال امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کے تلامذہ سے بھی مروی ہیں چنانچہ الايقاظ (ص ۵۲) میں امام زفر امام ابو یوسف اور عافیہ بن یزید سے اس مضمون کے اقوال مروی ہیں، حافظ ابن قیم (۳۱۲) نے امام ابو یوسف سے اس مفہوم کا صحیح قول نقل کیا ہے، اور زیادتی ابن عبدالبر اور ابن القیم وغیرہ سے الايقاظ (ص ۵۲) کے حاشیہ میں منقول ہے۔

میں کہتا ہوں: پس جب بلا دلیل ان کا قول واجب العمل نہیں تو جب ان کے قول کے مخالف دلیل موجود ہو تو کیسے ان کے قول پر فتویٰ دینا جائز ہے یا اس پر عمل کرنا درست ہے؟ حیرت ہے کہ اس قدر صراحت کے باوجود کیوں ائمہ کے اقوال پر عمل کیا جاتا ہے جب کہ وہ صحیح حدیث کے خلاف ہوں اگر غور کیا جائے تو ائمہ سے منقول یہی قول تقلید کے پرچے اڑا دینے کے لئے کافی ہے یہی وجہ ہے کہ بعض مقلدین مشائخ نے اس قسم کے مروی اقوال کی ان سے نفی کر دی ہے۔

امام صاحب سے ایک دوسری روایت میں ذیل کے الفاظ مروی ہیں: ((وَيَحْكُ يَا يَعْقُوبُ! هُوَ أَبُو يُوسُفَ) لَا تَكْتُسِبُ كُلَّ مَا تَسْمَعُ مِنِّي فَإِنِّي قَدْ أَرَى الرَّأْيَ الْيَوْمَ وَآتَرُكُهُ غَدًا وَآرَى الرَّأْيَ غَدًا وَآتَرُكُهُ بَعْدَ غَدٍ)) ”اے ابو یوسف تجھ پر افسوس تجھے وہ باتیں لکھنی جائز نہیں جو مجھ سے سنتا ہے اس لئے کہ آج میری ایک رائے ہوتی ہے کل بدل جاتی ہے اور کل ایک رائے ہوتی ہے اور پرسوں بدل جاتی ہے“

۱ الانتقاء لابن عبدالبر ص ۱۳۵، اعلام الموقعین لابن القیم ۳۰۹/۲، حاشیہ البحر الرائق ابن عابدین ۶/۲۹۳،



میں کہتا ہوں: اصل بات یہ ہے کہ امام صاحب کے اقوال کی بنیاد قیاس پر تھی جب انہیں پہلے قیاس سے زیادہ قوی قیاس معلوم ہو جاتا تو وہ قیاس چھوڑ کر قوی قیاس یا حدیث پر عمل فرماتے۔

علامہ شعرانی کا قول: امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کے بارے میں ہمارا اور ہر منصف مزاج انسان کا اعتقاد ہے کہ شریعت کی تدوین (اور جب حفاظ حدیث نے حدیث کے جمع کرنے میں دور دراز کے شہروں کا سفر کیا) تک اگر وہ زندہ رہتے اور احادیث پالیتے تو وہ ہر قسم کے قیاس چھوڑ کر احادیث پر عمل پیرا ہوتے اور جس طرح دیگر ائمہ کے مذاہب میں قیاس کا وجود کم ہے اسی طرح امام ابوحنیفہ کے مذہب میں بھی قیاس کم ہوتا چونکہ ان کے دور میں شریعت کے دلائل تابعین، تبع تابعین کے ہاں متفرق شہروں میں متفرق طور پر جمع تھے (یعنی مدون نہ ہوئے تھے) اس لئے نسبت دیگر ائمہ کے ان کے مذہب میں قیاس کی کثرت نظر آ رہی ہے اس لئے کہ جن مسائل میں انہیں نص نہ مل سکی ان میں انہوں نے قیاس سے کام لیا، لیکن دیگر ائمہ کے دور میں حفاظ حدیث نے طلب حدیث میں سفر اختیار کر کے احادیث کو یکجا کیا اور احادیث کا توافق عمل میں آیا اس سبب سے امام صاحب کے مذہب میں قیاس زیادہ نظر آتا ہے اور دیگر ائمہ کے مذہب میں کم نظر آتا ہے۔<sup>۱</sup>

علامہ شعرانی کی اس بحث کو تفصیل کے ساتھ علامہ ابوالحسنات نے السنافع الکبیر ص ۱۳۵ میں نقل فرما کر اس پر تائیدی نوٹ لکھ کر اس مسئلہ کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

میں کہتا ہوں: معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) نے ارادۃ اور قصداً صحیح احادیث کی مخالفت نہیں کی ہے، عدم علم کی بناء پر وہ معذور تھے اور ان کا عذر قابل قبول ہے، ارشاد باری ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ ”اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا“۔<sup>۲</sup>

پس کسی کے لئے جائز نہیں کہ امام ابوحنیفہ کو مطعون قرار دیا جائے وہ لوگ جہالت کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں جو ان کے خلاف زبان طعن دراز کرتے ہیں چونکہ امام ابوحنیفہ ان ائمہ سے ہیں جنہوں نے دین اسلام کی حفاظت کیلئے کوششیں فرمائیں اور ان کے ذریعہ دین کے فروغ سے ہمیں آگاہی حاصل ہوئی اس لئے ان کا ادب و احترام ضروری ہے اور اگر انہوں نے قیاس کیا ہے تو وہ بہر حال عند اللہ اجر و ثواب کے مستحق ہیں خواہ ان کا قیاس صحیح تھا یا ان سے قیاس میں غلطی ہوئی البتہ وہ لوگ جو ان کے اقوال کو نہیں چھوڑتے ہیں جو احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں وہ درحقیقت ان کی تعظیم نہیں کر رہے ہیں اور نہ انکے مذہب کی موافقت کر رہے ہیں ان کے مذہب کے بارے میں نصوص موجود ہیں کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے پس نہ تو وہ لوگ راہ ثواب پر ہیں جو امام صاحب کے خلاف بے ادبی کے الفاظ نکالتے ہیں اور نہ ہی وہ لوگ جو انکی اندھی تقلید میں متفرق ہیں اور ان کے اقوال کی حمایت میں حد اعتدال سے متجاوز ہیں حق پرست وہ لوگ ہیں جو اعتدال

کی راہ اختیار کئے ہوئے ہیں، ارشادِ ربانی ہے: ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلَا خَوَّانَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ﴾ ”اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وسد) نہ پیدا ہونے دے اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے“۔<sup>۱</sup>

۳- ﴿إِذَا قُلْتُمْ قَوْلًا يُحَالِفُ كِتَابَ اللَّهِ تَعَالَى وَخَبَرَ الرَّسُولَ ﷺ فَاتْرُكُوا قَوْلِي﴾  
جب میں ایسی بات کہوں جو کتاب اللہ اور حدیث رسول کے خلاف ہو تو میری بات چھوڑ دو۔<sup>۲</sup>  
علامہ فلانی نے اس قول کو امام محمد (رحمہ اللہ) کی طرف منسوب کیا ہے مزید لکھا ہے کہ یہ قول اس کے لئے ہے کہ وہ تقلید کو چھوڑ کر صحیح حدیث پر عمل پیرا ہو جائے مجھ سے خارج ہے۔

علامہ شعرانی کا قول: علامہ شعرانی السميزان میں بیان کرتے ہیں کہ اگر معترض اعتراض کرے کہ آپ کے امام کی وفات کے بعد جن حدیثوں کی صحت ثابت ہو جائے کیا ان پر عمل ہوگا جب کہ آپ کے امام نے ان پر عمل نہیں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر عمل کرنا ضروری ہے اس لئے کہ اگر امام صاحب ان حدیثوں پر مطلع ہو جاتے اور ان کے ہاں ان کی صحت ثابت ہوتی تو وہ اپنے تلامذہ کو ان کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیتے اس لئے کہ تمام ائمہ شریعت کے پابند ہوتے ہیں پس جو شخص صحیح حدیث پر عمل کرتا ہے وہ اپنے دامن کو خیر کثیر سے بھر لیتا ہے اور جو شخص حدیث پر اس وقت تک عمل نہیں کرتا جب تک کہ اس کا امام اس پر عمل نہ کرے تو وہ خیر کثیر سے محروم ہو گیا جیسا کہ ائمہ کے اکثر مقلدین کا یہی حال ہے حالانکہ ان کے ضروری تھا کہ وہ اپنے مقتدا امام کی وفات کے بعد صحیح حدیث پر عمل کرتے اس لئے کہ ان کے امام کی وصیت یہ ہے ”کہ قول کے مقابلہ میں حدیث صحیح پر عمل کرو“ اور ائمہ کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہی ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے اور ان کے بعد جن احادیث کی صحت معلوم ہو سکتی ہے اس سے انہیں آگاہی حاصل ہوتی تو وہ ان پر عمل کرتے اور ہر قسم کے قیاس اور قول کو ترک فرماتے۔<sup>۳</sup>

۱- امام مالک بن انس کا قول: ﴿إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أٌخْطِئُ وَأُصِيبُ فَانظُرُوا فِي رَأْيِي فَكُلُّ مَا وَافَقَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوهُ وَكُلُّ مَا لَمْ يُوَافِقِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَاتْرُكُوهُ﴾ ”میں بشر ہوں مجھ سے کبھی خطا بھی سرزد ہو سکتی ہے اور کبھی درست بات بھی نکل جاتی ہے میری رائے کو دیکھو اگر کتاب و سنت کے موافق دیکھو اس پر عمل پیرا ہو جاؤ اور اگر

کتاب و سنت کے مطابق نہ ہو تو اس پر عمل نہ کرو“<sup>۱</sup>

۲- (( لَيْسَ أَحَدٌ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا وَيُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُتْرَكُ، إِلَّا النَّبِيُّ ﷺ ))

”رسول اکرم ﷺ کے علاوہ جو شخص بھی ہے اس کا قول تسلیم بھی کیا جاسکتا ہے اور رد بھی لیکن آپ کے قول کو رد نہیں کیا جاسکتا۔“

متاخرین کے نزدیک اس قول کی نسبت امام مالک (رحمہ اللہ) کی طرف عام طور پر مشہور ہے ابن الہادی نے ارشاد السالک (۱/۲۲۷ میں) اس کو صحیح کہا ہے، اس قول کو ابن عبد البر نے الجامع (۲/۹۱) میں روایت کیا ہے، اور ابن حزم نے اصول الاحکام (۶/۱۳۵، ۱۷۹) میں حکم بن عتیہ اور مجاہد کا قول بیان کیا ہے، تقی الدین سبکی نے الفتاویٰ (۱/۱۳۸) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا ذکر کیا جب کہ انہوں نے اس کے حسن ہونے پر تعجب کا ظہار کیا اس سے مجاہد نے سنا اور مجاہد نے امام مالک (رحمہ اللہ) سے سنا اب اس کی شہرت اس کی جانب ہو گئی ہے پھر ان سے امام احمد (رحمہ اللہ) نے سنا، چنانچہ امام ابوداؤد و مسائل امام احمد (ص ۶۷۲) میں فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے علاوہ ہر شخص کے قول کو قبول کیا جاسکتا ہے اور رد بھی کیا جاسکتا ہے۔

۳- ابن وہب بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک (رحمہ اللہ) سے وضوء میں پاؤں کی انگلیوں کے مسح کے بارے میں سوال کیا اس نے جواب دیا مسح ضروری نہیں ہے، یہ سن کر میں خاموش رہا جب لوگ ذرا کم ہوئے تو میں نے عرض کیا اس مسح کے بارے میں حدیث موجود ہے اس نے کہا کون سی حدیث ہے میں نے بیان کیا کہ ہمیں لیث بن سعد ابن لہیعہ عمرو بن حارث نے یزید بن عمر و معافری سے نقل کیا اس نے ابو عبد الرحمن الجبلی سے اس نے مستورد بن شداد القرشی سے اس نے کہا میں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ اپنی چھنگلیاں انگلی کیساتھ پاؤں کی انگلیوں کے درمیان کا مسح فرماتے اس نے حدیث سن کر کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور میں نے یہ حدیث پہلے نہیں سنی راوی نے بیان کیا اسکے بعد جب بھی ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ انگلیوں کے خلال کا حکم فرماتے۔<sup>۲</sup>

۳- امام شافعی کا قول: اس سلسلے میں امام شافعی (رحمہ اللہ) سے بہت کچھ منقول ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے پیروکاران کے قول کو ترک کر کے حدیث پر عمل کرتے۔

۱- ہر شخص کا یہ حال ہے کہ سنت کبھی اس کے سامنے ہوگی اور کبھی اس سے مخفی ہوگی لہذا جب میں کوئی

۱ الجامع لابن عبد البر ۲/۳۲، الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم ۶/۱۳۹، الايقاظ ص ۷۲ ۲ مقدمہ الجرح

بات کہوں، یا کوئی اصول بیان کروں، اور وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے خلاف ہو تو اس وقت رسول اکرم ﷺ کے قول کو تسلیم کرو وہی میرا قول ہے۔<sup>۱</sup>

امام شافعی کے بارے میں امام ابن حزم کا قول: جن فقہاء کی تقلید ہو رہی ہے انہوں نے تقلید کو باطل کہا ہے اور اپنے پیروکاروں کو اپنی تقلید سے روکا ہے تمام ائمہ سے زیادہ متشدد امام شافعی ہیں جبکہ وہ سخت تاکید فرماتے ہیں کہ صحیح آثار کا اتباع کیا جائے اور دلائل کی روشنی میں چلا جائے اور فی الجملہ تقلید سے برأت کا واضح طور پر اعلان فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ان کے قول سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور انہیں اجر عظیم سے نوازے حقیقت یہ ہے کہ اس طرح وہ خیر کثیر کا سبب بنے ہیں۔<sup>۲</sup>

۲۔ تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ جس شخص کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی سنت آجائے اسکے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی امام کے قول کی بناء پر سنت کا ترک کرے۔<sup>۳</sup>

۳۔ جب تم میری کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف کوئی بات پاؤ تو سنت کے مطابق چلو اور میرے قول کو چھوڑ دو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سنت کی اتباع کرو اور کسی کے قول کی جانب التفات نہ کرو۔<sup>۴</sup>

۴۔ (( إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي )) ”صحیح حدیث میرا مذہب ہے“<sup>۵</sup>

میں کہتا ہوں: کہ جو قول اس کے بعد آنے والا ہے وہ اس معنی میں زیادہ صراحت کے ساتھ ہے امام نووی کا قول: چونکہ ہمارے امام کا قول ہے کہ صحیح حدیث ان کا مذہب ہے اس بناء پر شوافع مسئلہ تخیب اور احرام میں بیماری کے عذر کی وجہ سے حلال ہونے کی شرط لگانے میں حدیث پر عمل کرتے ہیں ابو یعقوب بویطی ابو القاسم دارکی امام ابو بکر بیہقی اور دیگر محدثین اسی نظریہ کے حامل تھے اور متقدمین شوافع جب کسی مسئلہ میں اپنے امام کے مذہب کے خلاف صحیح حدیث معلوم کر لیتے تو حدیث پر عمل کرتے اور اس بات کا ذکر کرتے کہ ہمارے امام کا وہی مذہب ہے جو حدیث سے ثابت ہے۔

۱ تاریخ دمشق لابن عساکر ۱/۱۵۳، اعلام الموقعین ۲/۶۳۳، الايقاظ ص ۱۰۰، الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم ۱/۱۸۱، اعلام الموقعین لابن القیم ۱/۳۶۱، الفلانی ص ۶۸، ذم الکلام للھروی ۱/۳۷، الاحتجاج بالشافعی للخطیب ۲/۸، ابن عساکر ۱۰/۱۵۳، المجموع للنووی ۱/۶۳، اعلام الموقعین لابن قیم ۲/۳۶۱، الفلانی ص ۱۰۰، اور دوسری روایت الحلیہ لابی نعیم ۱/۹، صحیح ابن حبان ۳/۲۸۳، الاحسان میں صحیح سند کیساتھ وارد ہے ۵ نووی المصدر السابق، الشعرانی ۱/۵۷ نے حاکم اور بیہقی سے نقل کیا ہے، الفلانی ص ۱۰۷، امام ابن حزم کا قول یہ ہے کہ اگر صحیح حدیث امام شافعی کے نزدیک ہو یا کسی دوسرے امام کے نزدیک ہو

شیخ ابو عمرو ابن الصلاح کا قول: امام شافعی (رحمہ اللہ) کا پیروکار اپنے امام کے مذہب کے خلاف جو حدیث پائے تو اگر اس میں اجتہاد کے اسباب معلوم ہوں یا خاص طور پر اس مسئلہ میں اس کا اجتہاد قابل قبول ہو تو وہ اس کے مطابق عمل کر سکتا ہے لیکن اگر وہ مقام اجتہاد پر فائز نہیں اور وہ حدیث کی مخالفت کرنے سے بھی بچنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ حدیث پر عمل کرے، اگر امام شافعی کے علاوہ کسی دوسرے امام مستقل سے بھی حدیث کے مطابق قول موجود ہے تو اس کیلئے معقول عذر ہے وہ اپنے امام کے قول کو ترک کر کے حدیث پر عمل کرے، شیخ ابو عمرو نے یہ بات بہت اچھی کہی ہے۔ واللہ اعلم

میں کہتا ہوں: حافظ تقی الدین سبکی کا قول: حافظ ابن الصلاح کے قول میں اس صورت کا ذکر نہیں کہ اگر حدیث پر کسی امام نے عمل نہیں کیا تو پھر کون سی صورت اختیار کی جائے اس کا جواب علامہ تقی الدین اپنے رسالہ الفتاویٰ (۱۰۲/۳) میں امام شافعی کے قول کی حقیقت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں سنئے!

میرے نزدیک حدیث کی پیروی کرنا مناسب ہے ہر آدمی اپنے آپ کو نبی ﷺ کے سامنے سمجھے اور یہ کہ وہ آپ سے سن رہا ہے کیا (اس تصور سے کہ ہوتے ہوئے) حدیث پر عمل کرنے میں پس و پیش جائز نہیں ہے؟ ہرگز نہیں ہر انسان اپنے فہم کے لحاظ سے مکلف ہے، مزید تحقیق کیلئے اعلام الموقعین (۳۰۲/۲) اور ایقاظ ہمم اولی الابصار کا مطالعہ کریں خاص طور پر مؤخر الذکر کتاب اس مسئلہ میں بہترین شاہکار ہے حق تلاش کرنے والوں کو اس کا مطالعہ غور و فکر کے ساتھ کرنا چاہئے۔

۵- (( أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِالْحَدِيثِ وَالرِّجَالِ مِنِّي فَإِذَا كَانَ الْحَدِيثُ الصَّحِيحُ فَأَعْلِمُونِي بِهِ أَيْ شَيْءٍ يَكُونُ كُوفِيًّا أَوْ بَصْرِيًّا أَوْ شَامِيًّا حَتَّىٰ أَذْهَبَ إِلَيْهِ إِذَا كَانَ صَحِيحًا ))  
”تم حدیث اور اس کے رجال کا مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہو جب تمہیں صحیح حدیث مل جائے مجھے بتادیا کرو خواہ اس کے راوی کوئی یا بصری، یا شامی ہوں میں حدیث پر عمل پیرا ہوں گا جب کہ حدیث صحیح ہوگی (یہ خطاب امام احمد بن حنبل کا ہے)۔“<sup>۱</sup>

امام بیہقی کا قول: یہی وجہ ہے کہ امام شافعی دیگر ائمہ سے حدیث کے ساتھ زیادہ ارتباط رکھتے ہیں انہوں نے ابن ابی حاتم فی آداب الشافعی ص ۹۳-۹۵، ابو نعیم فی الحلیہ ۱۰۶/۹، الخطیب فی الاحتناج بالشافعی ۱/۸، ابن عساکر ۱/۱۵، الانشاء لابن عبدالبر ص ۷۵، مناقب امام احمد لابن الجوزی ص ۳۹۹، ذم الکلام میں تین طرق سے مروی ہے امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ اپنے باپ امام احمد سے کہ امام شافعی نے ان سے فرمایا، امام شافعی کا یہ قول صحیح ہے، اسی لئے (اعلام الموقعین لابن القیم ۳۲۵/۲، ایقاظ ہمم اولی الابصار للفلاسی ص ۱۵۲) میں اس قول کی نسبت امام شافعی کی جانب جزم کے ساتھ کی ہے (ذم الکلام للہروی ۲/۲۷۷)

نے طلب حدیث میں حجاز، شام، یمن اور عراق کا سفر اختیار کیا اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا اور جس حدیث کو انہوں نے صحیح سمجھا بلا خوف و خطر اس کو پھیلایا انہوں نے اپنے شہر کے علماء کے مذہب کی طرف بالکل التفات نہ کیا جب کہ وہ صحیح نہ تھا حالانکہ ان سے پہلے علماء ان کے مذہب کا بہر حال پرچار کرتے اور ان کی مخالفت کا خیال بھی نہ کرتے۔ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَنَا وَلَهُمْ

۶۔ جس مسئلہ کے بارے میں محدثین کے ہاں میرے قول کے خلاف صحیح حدیث موجود ہو تو میں اپنے قول سے زندگی میں اور بعد از وفات رجوع کرتا ہوں۔<sup>۱</sup>

۷۔ جب تم مجھے دیکھو کہ میں ایک بات کہتا ہوں حالانکہ نبی ﷺ سے اس کے خلاف قول ہے تو سمجھ لو کہ میری عقل زائل ہے۔<sup>۲</sup>

۸۔ جو بات میں کہوں لیکن نبی ﷺ سے اس کے خلاف صحیح حدیث موجود ہو تو آپ کی بات درست ہے لہذا میری تقلید نہ کرو۔<sup>۳</sup>

۹۔ ہر وہ حدیث جو نبی ﷺ سے مروی ہو، وہی میرا قول ہے اگرچہ وہ حدیث تم نے مجھ سے نہ بھی سنی ہو۔<sup>۴</sup>

۱۰۔ امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ): سنت کے ساتھ تمسک اختیار کرنے میں امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) کا مقام دیگر ائمہ سے بہت اونچا ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حدیث کے جمع کرنے میں دیگر ائمہ سے نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں، اور فروعات آراء پر مشتمل کتابوں کو بنظر کراہت دیکھا ان کا مشہور قول ہے۔<sup>۵</sup>

۱۱۔ «لَا تُقَلِّدُنِي وَلَا تُقَلِّدَنَّ مَالِكًا وَلَا الشَّافِعِيَّ وَلَا الْأَوْزَاعِيَّ وَلَا الثَّوْرِيَّ وَخُذْ مِنْ حَيْثُ أَخَذُوا» ”نہ میری تقلید کرنا نہ مالک شافعی اوزاعی ثوری کی تقلید کرنا جہاں سے انہوں نے علم حاصل کیا تم بھی وہیں سے علم حاصل کرو۔“<sup>۶</sup>

ایک روایت میں ہے ان ہستیوں کے علاوہ کسی کی اپنے دین کے معاملات میں تقلید نہ

۱ ذم الکلام للہروی ۱/۱۴۷، الحلیہ لابی نعیم ۱/۹۷، اعلام الموقعین لابن القیم ۲/۳۶۳، ایقاظ ہمم اولی الابصار للفلائی ص ۱۰۴، آداب الشافعی لابن ابی حاتم ص ۹۳، الامالی لابی القاسم السمر قندی والمنتقی لابی حفص المؤدب ۱/۲۳۳، الحلیہ لابی نعیم ۱/۹۷، ابن عساکر ۱۱۰/۱۱۵، سند صحیح ہے ۱ مقدمہ الجرح والتعديل لابن ابی حاتم ص ۹۳، ابن عساکر ۲/۹۱۵، سند صحیح ہے ۲ مقدمہ الجرح والتعديل لابن ابی حاتم ص ۹۳، ابن الجوزی فی المناقب ص ۱۹۲، الفلائی ص ۱۱۳، اعلام الموقعین ۲/۳۰۲

کرو جو وضاحتیں نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے منقول ہیں ان پر عمل پیرا رہیں اس کے بعد تابعین کے بارے میں انسان کو اختیار ہے نیز اس نے وضاحت کی ہے کہ اتباع تو اس کا نام ہے کہ ہر شخص اس وضاحت کے مطابق رواں دواں رہے جو وضاحت نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ سے منقول ہے پھر وہ شخص تابعین کے بعد دیگر اہل علم کے بارے میں اختیار رکھتا ہے کہ وہ ان کی اتباع کرے یا نہ کرے۔<sup>۱</sup>

۲- «رَأَى الْأَوْزَاعِيَّ وَرَأَى مَالِكَ بْنَ أَبِي حَنِيفَةَ كُلَّهُمَا رَأَى وَهُوَ عِنْدِي سَوَاءٌ وَإِنَّمَا الْحُجَّةُ فِي الْأَثَارِ» ”اوزاعی، مالک، ابوحنیفہ سب کی رائے رائے ہے اور ان سب کی رائے برابر ہے حجت تو احادیث ہیں“<sup>۲</sup>

۳- «مَنْ رَدَّ حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَهُوَ عَلَى شَفَا هَلَكَةٍ» ”جو شخص رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا رد کرتا ہے وہ بربادی کے کنارے پر ہے“<sup>۳</sup>

ائمہ کرام کے بیان کردہ اقوال سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ وہ کس قدر حدیث کے شیدائی تھے اور حدیث کے ساتھ تمسک کا حکم دیتے رہے اور اندھی تقلید سے منع فرماتے رہے انہوں نے بلا جھجک اعلان فرمایا کہ جو شخص سنت صحیحہ کے ساتھ تمسک اختیار کرے گا اسے ہماری مخالفت کی کچھ پروا نہیں کرنی چاہئے اس لئے کہ سنت صحیحہ ہی ہمارا مذہب ہے وہ دراصل ہماری مخالفت نہیں کر رہا ہے بلکہ ہماری موافقت کر رہا ہے اور ہمارے طریقہ پر چل رہا ہے لیکن جو شخص بظاہر ہماری مخالفت سے بچاؤ اختیار کرتے ہوئے سنت صحیحہ کا ترک کرتا ہے اور ہمارے اقوال پر عمل پیرا ہوتا ہے وہ نافرمان ہے اور دراصل ہمارے اقوال کے خلاف عمل پیرا ہے۔ ارشاد بانی ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾<sup>۴</sup> ”تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کرو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے“ نیز فرمایا: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ”تو جو لوگ ان

کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے کہ (ایسا نہ ہو) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔<sup>۱</sup>

حافظ ابن رجب کا قول: جس شخص کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچا اور اس نے اس کو معلوم کر لیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کو امت محمدیہ تک پہنچائے امت کی خیر خواہی کرے اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے حکم پر چلنے کی تاکید کرے اگرچہ امت میں سے کسی عظیم انسان کی رائے اس حکم کے خلاف کیوں نہ ہو اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان اس لائق ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے اور بڑے سے بڑے انسان کے مقابلے میں آپ کی اقتداء کی جائے (جس نے غلطی سے کسی بات میں بعض اوقات مخالفت کی ہے) یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین نے سنت صحیحہ کی مخالفت کرنے والوں کا بڑے زوردار الفاظ میں رد کیا ہے لیکن انہیں اس انسان کے ساتھ کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی ہرگز نہیں! بلکہ حقیقتاً وہ تو ان کے ہاں قابل تعظیم تھا اور وہ اس کے ساتھ محبت کا دم بھرتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی محبت کا ان پر غلبہ تھا اور آپ کا حکم تمام مخلوق سے مقدم تھا اس لئے جب کبھی رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں کسی بھی انسان کا حکم مخالف ہو تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کو مقدم سمجھا اور اسی کی اتباع کی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس کا قول آپ کے قول کے مخالف ہے اس کی تعظیم نہ کی جائے وہ تو مَعْفُورٌ لَّهُ ہے اس لئے کہ وہ ہرگز اس بات کو مکروہ نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے ظاہر ہونے کے بعد اس کے مخالف قول پر عمل نہ کیا جائے۔<sup>۲</sup>

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے خلاف خواہ والدین، اساتذہ اور علماء کا فرمان ہو پھر بھی وہ اس لائق نہیں کہ اس پر عمل کیا جائے۔

امام طحاوی (رحمہ اللہ) کا قول: امام طحاوی صحیح سند کے ساتھ سالم سے بیان کرتے ہیں، سالم بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں ابن عمر کی مجلس میں بیٹھا تھا ایک آدمی شام کے باشندوں میں سے آیا اس نے تمتع کے بارے میں سوال کیا ابن عمر نے فرمایا تمتع کرنا درست ہے اس نے اعتراض کیا کہ تیرا باپ اس سے منع کرتا تھا اس نے کہا! تجھے افسوس ہے اگرچہ میرا باپ منع کرتا ہو جب رسول اللہ ﷺ نے تمتع کیا ہے اور اس کا حکم دیا ہے تو تو کیا میرے باپ کے قول کو تسلیم کرے گا یا رسول اللہ ﷺ کے قول کو تسلیم کرے گا اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے قول کو تسلیم کروں گا اس پر اس نے اس کو واپس جانے کا حکم دیا۔<sup>۳</sup>

۱ النور: ۶۳، ایضا: الهمم ص ۹۳ شرح معانی الآثار ۱/۳۲۲، مسند ابویعلیٰ ۳/۱۳۱۷، مسند احمد



ابن عساکر کی روایت: اس کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہو رہی ہے جو ابن عساکر میں ہے ملاحظہ فرمائیں: ابن ابی ذئب نے روایت کیا کہ سعد بن ابراہیم یعنی ابن عبدالرحمان بن عوف نے ایک آدمی کے خلاف ربیعہ بن ابی عبدالرحمان کی رائے کے مطابق فیصلہ دیا میں نے اس کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ اس کے خلاف ہے سعد نے ربیعہ سے بیان کیا کہ یہ ابن ابی ذئب ہیں میرے نزدیک ثقہ ہیں وہ نبی ﷺ سے تیرے فیصلہ کے خلاف بیان فرماتے ہیں ربیعہ نے اس سے کہا کہ میں نے اجتہاد کیا اور تیرا فیصلہ جاری ہوگا، سعد نے کہا کہ ہائے رے تعجب! میں سعد کا فیصلہ نافذ کروں اور رسول اللہ کا فیصلہ نافذ نہ کروں بلکہ میں سعد کے فیصلہ کو رد کروں گا اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو نافذ کروں گا چنانچہ سعد نے فیصلہ کی تحریر منگوائی اور اس کو پھاڑ ڈالا اور جس کے خلاف فیصلہ دیا تھا اس کے حق میں فیصلہ دیا۔<sup>۱</sup>

معلوم ہوا کہ دین اسلام میں اجتہاد جائز ہے اور اجتہاد کے غلط ہونے کی صورت میں بھی مجتہد اور ثواب کا مستحق ہے صحیحین میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فیصلہ کرنے والا صحیح اجتہاد کی صورت میں دگنے ثواب کا مستحق ہے اور غلط اجتہاد کی صورت میں بھی ایک ثواب کا حق دار ہے۔<sup>۲</sup>

میں کہتا ہوں: چنانچہ ائمہ نے اپنے پیروکاروں کو حکم دیا کہ وہ سنت کے خلاف ان کے اقوال کو چھوڑ دیں اس راہ میں امام شافعی (رحمہ اللہ) سب سے آگے نکل گئے ہیں وہ اپنے شاگردوں کو حکم دیا کرتے تھے جب مجھے سنت کا صحیح علم نہ ہو اور تمہیں اس کا علم ہو جائے تو میری طرف سے تمہیں اجازت ہے کہ تم اس کو میری طرف منسوب کر دیا کرو اگر میرا قول سنت صحیحہ کے خلاف ہو تو اس کو چھوڑ کر سنت صحیحہ پر عمل پیرا ہو جاؤ وہی میرا قول ہے اور وہی میرا مذہب ہے، یہی وجہ ہے کہ جب علامہ ابن دقیق العید (رحمہ اللہ) نے ان مسائل کو ایک ضخیم جلد میں جمع کیا جن میں ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی امام نے انفرادیاً اجتماعاً مخالفت کی ہے تو اس نے کتاب کے شروع میں تحریر کیا کہ ان مسائل کی نسبت ائمہ مجتہدین کی طرف کرنا حرام ہے اور مقلدین پر لازم ہے کہ ائمہ کرام کا احترام کرتے ہوئے ان غلط مسائل کو ان کی طرف منسوب نہ کریں ان کو ان کی طرف منسوب کرنا ان پر کذب بیانی اور بہتان طرازی کے مترادف ہے۔<sup>۳</sup>

ائمہ کے اقوال کو چھوڑ کر سنت کا اتباع کرنے والے اہل علم

ائمہ کے تبعین کا جائزہ لینے کے بعد پتہ چلتا ہے ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ﴾<sup>۴</sup>

ابن عساکر: ۱/۵۱/۷ صحیح بخاری ج ۳۵۲ کتاب الاعتصام باب ۲۱، صحیح مسلم ج ۱۵ کتاب الاقصیۃ

”وہ بہت سے تو اگلے لوگوں میں ہوں گے اور تھوڑے سے پچھلوں میں سے“

وہ اپنے پیشوا ائمہ کے تمام اقوال پر کاربند نہ تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کا فلاں قول سنت کے منافی ہے تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا غور کیجئے امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کے شاگرد امام محمد اور امام ابو یوسف (رحمہما اللہ) اپنے استاذ کی 1/3 مسائل میں مخالفت کرتے ہیں فقہ کی فروغی مسائل پر مشتمل کتابیں دیکھنے سے ہمارا مدعا ثابت ہو جائے گا۔<sup>۱</sup>

امام مزنی (رحمہ اللہ) کی وضاحت: امام مزنی جو امام شافعی (رحمہ اللہ) کے شاگرد ہیں وہ بھی اپنے استاذ کے اقوال تسلیم نہیں کرتے جب انہیں معلوم ہوتا ہے کہ سنت کے خلاف ہیں چنانچہ امام شافعی کی مشہور کتاب الام کے حاشیہ میں فقہ الشافعی کا اختصار پیش کرتے ہوئے امام مزنی رقمطراز ہیں کہ، میں نے اس کتاب کو امام محمد بن ادریس شافعی کے علم اور اسکے قول کے معانی سے اختصار کر کے پیش کیا ہے مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جو اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں انہیں آسانی ہو اس کیساتھ ساتھ اس بات سے بھی مطلع ہونا ضروری ہے کہ انہوں نے واضح لفظوں میں اپنی اور دیگر ائمہ کی تقلید سے روکا ہے دین کی معرفت حاصل کرنے کیلئے مطالعہ کریں اور احتیاط کا دامن کبھی ترک نہ کریں۔

امام محمد کا تقلید کے بارے میں ریمارک: مؤطا امام محمد (ص ۱۵۸) میں امام محمد فرماتے ہیں: (اما امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) فَكَانَ لَا يَسْرِي فِي الْأَسْتِسْقَاءِ صَلَاةً وَأَمَّا فِي قَوْلِنَا فَإِنَّ الْأَمَامَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ رُكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَدْعُو وَيُحَوِّلُ رِدَاءَهُ)۔

”امام ابوحنیفہ استسقاء میں کسی نماز کے قائل نہیں لیکن ہمارا قول اس کے خلاف ہے کہ امام لوگوں کو دو رکعت پڑھائے پھر دعا کرے اور اپنی چادر تبدیل کرے“

مؤطا امام محمد کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے بیس مسائل میں اختلاف کیا۔<sup>۲</sup>

### عصام بن یوسف بلخی کا امام ابوحنیفہ کے خلاف فتویٰ

عصام بن یوسف بلخی جو امام محمد کے تلامذہ میں سے ہیں،<sup>۳</sup> اور امام ابو یوسف کے رفقاء میں سے ہیں،<sup>۴</sup>

۱ الحاشیہ لابن عابدین ۶۲/۱، لکھنوی نے اسے اپنی کتاب النافع الکبیر ص ۹۳ میں امام غزالی سے بیان کیا ہے  
۲ التعلیق الممجد علی مؤطا: ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴،

وہ اکثر مسائل میں امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کے خلاف فتویٰ دیا کرتے تھے اس لئے کہ جب انہیں امام ابوحنیفہ کے قول کے موافق دلیل نہ ملتی تو وہ ان کے خلاف دلیل کی روشنی میں فتویٰ صادر فرماتے۔<sup>۱</sup>  
چنانچہ وہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے۔<sup>۲</sup>  
جیسا کہ سنت متواترہ سے رفع یدین ثابت ہے اور انہیں ان کے تینوں ائمہ کا رفع یدین نہ کرنا رفع الیدین سے نہ روک سکا اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ائمہ کے اقوال کے مقابلہ میں سنت پر عمل پیرا رہے جب کہ ائمہ نے خود اقرار کیا ہے کہ سنت کے مقابلہ میں ہمارے اقوال پر عمل نہ کیا جائے۔

میں کہتا ہوں: معلوم ہوا کہ مکحول کا امام ابوحنیفہ سے روایت کرنا کہ رفع الیدین کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے باطل ہے اس لئے کہ عصام بن یوسف بھی تو ابو یوسف کے رفقاء میں سے تھے اور وہ رفع الیدین کیا کرتے تھے اگر مکحول کی بیان کردہ روایت درست ہوتی تو ابو یوسف اور عصام کو اس کا علم ہوتا تو وہ کیوں رفع الیدین کرتے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی حنفی کسی مسئلہ میں اپنے امام کے مذہب کو چھوڑ دیتا ہے اس لئے کہ دلیل اس کی مخالف جانب میں ہے تو وہ تقلید کے دائرے سے خارج نہیں ہوتا بلکہ ترک تقلید کی صورت میں عین تقلید ہے کیا یہ حقیقت نہیں کہ عصام بن یوسف نے جب امام ابوحنیفہ کے مذہب کے خلاف فتویٰ دیا تو وہ حنفیت سے خارج ہو گئے ہرگز نہیں! وہ اب تک ائمہ احناف سے شمار ہوتے ہیں۔ (ذی اللہ للمسنکین)  
تعب ہے کہ اس دور میں جہلاء ان لوگوں پر زبان طعن دراز کرتے ہیں جو کسی ایک مسئلہ میں اپنے امام کے قول پر عمل نہیں کرتے اور اس کو مقلدین کی صف سے خارج کر دیتے ہیں عوام الناس پر تو اتنا تعجب نہیں کیونکہ انہیں واقفیت نہیں البتہ ان لوگوں پر تعجب ہے جو علماء کے زمرہ میں سمجھے جاتے ہیں لیکن ان کی سوچ کے زاویے عوام کمالاً نعام سے زیادہ نہیں۔

خلاصۃ المرآة: اس کتاب کے مطالعہ میں قارئین سے امید کی جاتی ہے کہ وہ تقلید کے پیش نظر کتاب سے استفادہ میں کوتاہی نہیں کریں گے اور ہمارے خلاف زبان طعن دراز نہیں کریں گے اور سنن نبویہ پر عمل پیرا ہونے سے محض اس لئے گریز نہیں کریں گے کہ نماز کی بیان کردہ کیفیت ان کے مذہب کے خلاف ہے اور ائمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں سنت پر عمل کریں گے اور سنت کے خلاف ائمہ کے اقوال کو چھوڑ دیں گے اس کے بعد اگر وہ ہمارے مسلک پر زبان طعن دراز کریں گے تو وہ درحقیقت اپنے اس امام کی شان میں گستاخی کریں گے جس کی تقلید میں وہ رطب اللسان

ہیں، نماز کی کیفیت کے بارے میں ہم نے سنت نبویہ کو بنیاد قرار دیا ہے جو شخص ہدایت کی راہ سے گریز اختیار کرے گا اور اس کیفیت کے مطابق نماز ادا نہیں کرے گا وہ ہلاکت کے گڑھے میں گرے گا اس لئے کہ وہ سنت سے اعراض کر رہا ہے جب کہ ہمیں حکم ہے کہ اختلاف کے وقت سنت کی طرف رجوع کریں اور اس پر اعتماد کریں، ارشاد باری ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْ  
أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾<sup>۱</sup> ”تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ  
جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کرو اس سے اپنے دل میں  
تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے“

آخر میں بارگاہ الہی میں التجا ہے کہ وہ ہمیں ان لوگوں کے زمرہ میں داخل فرمائے جن  
کے بارے میں ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ  
لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ  
وَرَسُولَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾<sup>۲</sup> ”مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ  
جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلا یا جائے تاکہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو وہ کہیں کہ ہم  
نے سن لیا اور تسلیم کر لیا اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی  
فرمانبرداری کریگا اور اللہ سے ڈرے گا پس یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں“

### چند شبہات اور ان کے جوابات

دس سال کا عرصہ گزر چکا ہے جب میں نے اس کتاب کا مقدمہ تحریر کیا اس وقت سے  
لے کر اب تک الحمد للہ مقدمہ کے مطالعہ سے قارئین کو خاصا فائدہ پہنچا ہے خاص طور پر نوجوانوں  
نے اچھا اثر قبول کیا انہوں نے محسوس کیا کہ نہ صرف عبادات بلکہ دین کے تمام امور میں اسلام  
کے سرچشمہ کتاب و سنت کی طرف لوٹنا ضروری ہے یعنی کتاب و سنت کی رہنمائی میں تمام امور سر  
انجام دئے جائیں نتیجہ ان میں دین کا شغف بڑھتا چلا گیا اور عمل بالسنہ کا جذبہ تیز ہوتا چلا گیا۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ

تاہم کچھ لوگوں کا ذہن ابھی تک صاف نہ تھا وہ توقف اختیار کئے ہوئے تھے مقدمہ

میں بیان کردہ دلائل پر تو انہیں قطعاً شک نہ تھا آیات و احادیث کی روشنی میں جن اہم نکات کو صفحہ قرطاس پر رقم کیا گیا ان کے مطالعہ سے وہ مطمئن تھے البتہ بعض مشائخ مقلدین کی طرف سے اٹھائے گئے چند اعتراضات کی وجہ سے ان کا شک و شبہ میں واقع ہو جانا ناممکن نہ تھا اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ ان شبہات کو اولاً ثابت کیا جائے پھر ان کے مسکت جو بات پیش کئے جائیں تاکہ کہیں وہ شبہات کی دلدل میں نہ پھنسے رہیں اور عمل بالسنہ کا جذبہ سرد نہ پڑ جائے اور وہ فرقہ ناجیہ سے باہر نہ نکل جائیں۔

شبہ اول: اس میں کچھ شک نہیں کہ دین کے تمام کاموں میں سنت کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے خاص کر عبادات میں رائے اجتہاد وغیرہ کا کچھ دخل نہیں ہے اس لئے عبادات بالاتفاق توقیفی ہیں شارح حلیہ (لذکر) کی رہنمائی کے سوا کوئی صورت قبول نہیں مثلاً نماز ایک عبادت ہے اس کو بالکل اسی طرح ادا کیا جائے جس طرح سنت میں اس کے ادا کرنے کی تفصیل موجود ہیں، لیکن کیا کیا جائے ان مشائخ مقلدین کا جو نہ صرف عبادات میں بلکہ دیگر امور اسلامیہ میں بھی اختلاف کو برقرار رکھتے ہیں اور اس کو امت کے حق میں بہتر سمجھتے ہیں وہ اپنے اس خیال کو حقیقت کا لباس پہنانے میں مشہور حدیث: «اِخْتِلَافُ أُمَّتِي رَحْمَةٌ» «میری امت کا اختلاف باعث رحمت ہے» کا سہارا لیتے ہیں اور اہل سنت کا رد کرتے ہوئے مذکورہ حدیث کو اپنی مجلسوں میں بار بار دہراتے ہیں، اس سوال کے دو جواب ہیں۔

پہلا جواب: یہ حدیث بظاہر اس انداز کے خلاف ہے جو انداز راقم الحروف نے اختیار کیا اور جس کی طرف دعوت دے رہا ہے اور جس کی بنیاد پر کتب کی تالیف کا سلسلہ شروع ہے لہذا اولاً اس حدیث پر بحث کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں۔

علامہ سبکی کا قول: «اِخْتِلَافُ أُمَّتِي رَحْمَةٌ» حدیث بلا سند ہے اس کی سند صحیح ضعیف تو کجا موضوع بھی نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ حدیث دو مختلف جملوں سے وارد ہے ایک جملہ یہ ہے کہ «اِخْتِلَافُ أَصْحَابِي لَكُمْ رَحْمَةٌ» میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے باعث رحمت ہے۔

اور دوسرا جملہ اس طرح وارد ہے: «أَصْحَابِي كَالنَّجُومِ فَبِأَيِّهِمْ افْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ»

”میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی تم اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔“ لیکن یہ دونوں حدیثیں غیر صحیح ہیں پہلی حدیث سخت کمزور ہے اور دوسری حدیث موضوع ہے تفصیل الاحادیث الضعیفہ ح ۵۸-۵۹-۶۱ میں دیکھئے۔

دوسرا جواب: حدیث ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کے مفہوم کے خلاف ہے اس لئے کہ قرآن پاک میں ایسی آیات موجود ہیں جو دین میں اختلاف برداشت نہیں کرتیں اور اتفاق کی تاکید میں تو بلاشبہ متعدد مقامات میں حکم موجود ہے اگرچہ ان کے بیان کی ضرورت تو موجود نہ تھی تاہم بطور مثال چند ایک آیات پیش کرتے ہیں، ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَمَا تَشَاءُوا أَوْ تَهْبَعُوا مِنْهُ﴾ ”اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا کہ (ایسا کرو گے) تو بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا اقبال جاتا رہے گا“۔<sup>۱</sup>

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا أَشْيَاعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ ”اور مشرکوں میں نہ ہونا (اور نہ) ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرقے فرقے ہو گئے سب فرقے اس سے خوش ہیں جو ان کے پاس ہے“۔<sup>۲</sup>

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ﴾ ”وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر تمہارا پروردگار رحم کرے“۔<sup>۳</sup>

مذکورہ آیات سے ثابت ہو رہا ہے کہ جن پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں وہ اختلاف نہیں کرتے ہیں اختلاف کرنا تو باطل پرست لوگوں کا وطیرہ ہے پس کیسے ممکن ہے کہ اختلاف کو رحمت قرار دیا جائے اور اثبات میں وہ حدیث پیش کی جائے جو سند اور متن کے لحاظ سے صحیح نہیں اور کتاب و سنت کے روشن دلائل کی موجودگی میں ضعیف حدیث کو ملحوظ رکھتے ہوئے دین میں شبہات کا دروازہ کھولا جائے۔ (تفصیل دیکھئے الاحادیث الضعیفہ ح ۵۸-۵۹-۶۱)

دوسرا شبہ: اگر دین اسلام میں اختلاف سے منع کیا گیا ہے تو پھر صحابہ کرام کے اختلافات اور ان کے بعد ائمہ عظام میں رونما ہونے والے اختلافات کا جواب کیا ہے یا صحابہ کرام اور ائمہ عظام کا اختلاف صحیح تھا اور ان کے غیر میں اختلاف درست نہیں۔

## صحابہ کرام میں اختلاف

غور کیجئے دونوں اختلافات میں ”سبب“ اور ”اثر“ کے لحاظ سے نمایاں فرق موجود ہے صحابہ کرام کا اختلاف ضرورت کے پیش نظر اور طبعی تھا بلکہ فہم کا اختلاف تھا انہوں نے از خود اختلاف کو ہوا نہیں دی ان کے دور میں کچھ ایسے حالات اور واقعات رونما ہوئے جن کی وجہ سے اختلاف ناگزیر ہو گیا ان کے بعد وہ اختلاف ختم ہو گیا اور پھر اس قسم کے اختلاف سے خلاصی پانا ممکن نہیں اور نہ ہی یہ اختلاف وہ اختلاف ہے جس کی مذمت پر سابقہ آیات سے استدلال کیا گیا ہے اس لئے کہ ان کا اختلاف قصداً نہ تھا اور نہ ہی انہیں اس پر اصرار تھا یہی وجہ ہے کہ اس اختلاف کا ان سے مواخذہ نہیں ہوگا جبکہ مواخذہ کی شرائط موجود نہیں ہیں۔<sup>۱</sup>

## مقلدین کا اختلاف

مقلدین کے اختلاف کو صحابہ کرام کے اختلاف سے کچھ نسبت نہیں مقلدین کا حال تو یہ ہے کہ انہیں کتاب و سنت سے آگاہی بھی ہو جاتی ہے اس کے باوجود اپنے امام کے قول کو نہیں چھوڑتے وہ اپنے نظریات کی سختی سے پابندی کرتے ہیں اور ان کے خلاف کتاب و سنت سے پیش کئے جانے والے دلائل کو کچھ حیثیت نہیں دیتے اور اپنے مذہب سے سرمور کئے کا نام نہیں لیتے ان کے ہاں ان کے امام کا قول ہی وہ دین اسلام ہے جس کو محمد ﷺ نے پیش کیا اس کے علاوہ سب کچھ منسوخ ہے یا وہ دین نہیں ہے کیا جب یہ لوگ اس قدر دیدہ دلیری اور ہٹ دھرمی اختیار کئے ہوئے ہیں تو ان کا عذر قابل قبول ہو سکتا ہے؟ کیا اس قسم کے اختلاف کو صحابہ کرام کے اختلاف سے ملایا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

## بعض مقلدین کا اختلاف کو مستحسن سمجھنا

بعض مقلدین کی رائے یہ ہے کہ مذاہب کے اختلاف میں کچھ حرج نہیں مذاہب کا اختلاف ان کے ہاں انبیاء کی شریعتوں کی مانند ہے جن میں اختلاف موجود تھا بعض متاخرین فقہاء نے وضاحت کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔<sup>۲</sup>

۱ اس سلسلہ میں الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم، حبیہ اللہ البالغہ، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید  
تالیف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مطالعہ کریں ۲ فیض القدر للمناوی ۲۰۹/۱، احادیث الضعیفہ ۶۱/۱-۷۷

پس ہر شخص بااختیار رہے وہ جس مذہب کو اپنانا چاہتا ہے اس پر کوئی قدغن عائد نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ تمام اختلاف کے باوجود شریعت اسلامیہ کھلوانے کے مستحق ہیں اور اختلاف امتی رحمة جیسی موضوع حدیث سے انکے موضوع کتقویت حاصل ہوتی ہے اور اختلاف کا اتحسان اور اس کے بقاء پر اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور اپنے موقف کو بلا جھجک پیش کرتے ہیں اور عوام الناس کو اپنی طرف مائل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اختلاف کو اس لئے رحمت قرار دیا گیا ہے تاکہ مسائل میں کچھ تنگی نہ ہو وسعت باقی رہے اور جب ہر لحاظ سے گنجائش پیدا ہوتی رہے گی تو اسی کو رحمت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جواب: بیان کردہ علت مذکورہ صریح آیات کے ہی مخالف نہیں بلکہ ائمہ کرام کی جانب سے بیان کردہ اقوال کے بھی منافی ہے بعض ائمہ کرام سے صراحتاً اختلاف کی قباحت پر اقوال موجود ہیں۔

### اختلاف کی قباحت میں امام مالک اور امام لیث کا قول

ابن القاسم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک اور امام لیث سے سنا وہ صحابہ کرام کے اختلاف کی بنیاد پر اختلاف کو مستحسن نہیں گردانتے ہیں جس طرح عام لوگوں نے صحابہ کرام کے اختلاف کو بنیاد قرار دیکر اختلاف کو مستحسن کہا ہے انہوں نے صاف صاف اعلان کیا کہ صحابہ کرام کے اختلاف میں بھی دونوں راہ ثواب پر نہ تھے بلکہ ایک رائے کو غلط کہنا پڑیگا ظاہر ہے کہ دو متضاد خیالات کو صحیح قرار دینا ممکن نہیں۔<sup>۱</sup>

اشہب بیان کرتے ہیں کہ امام مالک سے استفسار کیا گیا کہ اگر کوئی شخص اس حدیث کو قابل عمل سمجھتا ہے جس کو کسی ثقہ راوی نے صحابی سے بیان کیا ہو تو کیا اس کا اس حدیث کو قابل عمل سمجھنا درست ہے انہوں نے جواب دیا نہیں بخدا جب تک وہ حدیث صحیح نہ ہو اس لئے کہ دو متضاد قول تو صحیح قرار نہیں دیئے جاسکتے اور صحابہ کرام میں اختلاف کا تقاضا بہر حال یہ ہے کہ دو صحابی ایک دوسرے کے خلاف بیان دیں اور ان کے اقوال میں تضاد ہو لہذا ما ایک قول کو صحیح کہنا ہوگا اور دوسرا قول باطل ہوگا۔<sup>۲</sup>

۱ ابن عبدالبرنی جامع بیان العلم ۸۱/۲، ۸۲، جامع بیان العلم لابن عبدالبر ۸۲/۲، ۸۸، ۸۹.



امام شافعی کے شاگرد امام مزنی کا صحابہ کے اختلاف کے بارے میں ریمارک  
جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام میں اختلاف ہوا بعض نے بعض کی رائے کو غلط کہا  
اور اس کے اقوال پر اعتراض کئے اور تعاقب کیا اگر ان کے تمام اقوال سبھی کے نزدیک درست  
ہوتے تو وہ ایک دوسرے کی غلطیاں نہ نکالتے (دیکھئے) عمرؓ ناراض ہو گئے جب انہوں نے  
دیکھا کہ ابی بن کعبؓ اور ابن مسعودؓ ایک کپڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں آپس  
میں الجھ پڑے ابی بن کعبؓ کا نظریہ یہ تھا کہ ایک کپڑے میں نماز ادا کرنا بالکل ٹھیک ہے جب  
کہ ابن مسعودؓ کا موقف یہ تھا کہ ایک کپڑے میں نماز ادا کرنا اس لئے جائز تھا کہ کپڑے عام  
طور پر میسر نہ تھے عمرؓ کے عالم میں باہر آئے کہ رسول اللہ ﷺ کے دو صحابی ایک مسئلہ میں جھگڑ  
رہے ہیں کس کی رائے کو درست سمجھا جائے؟ میرا فیصلہ ہے کہ ابی بن کعبؓ درست کہتے ہیں  
اور ابن مسعودؓ کسی کوتاہی کے مرتکب نہیں ہوئے لیکن سن لیجئے جو شخص اس مسئلہ میں اختلاف کرتا  
ہو پایا گیا وہ میری سزا سے بچ نہ سکے گا۔<sup>۱</sup>

نیز وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اختلاف کا ڈھنڈورا پینتا ہے اور اس کو مستحسن جانتا ہے اور  
اس بات کا قائل ہے کہ جب دو عالم سی مسئلہ میں اجتہاد کریں گے ایک اسکو حلال کہتا ہے اور ایک  
حرام تو کیا دونوں کی رائے صحیح ہے اور کیا دو متضاد خیالات کو درست کہنا کسی نص کی بنا پر ہے یا قیاس  
پر اس کا انحصار ہے اگر وہ کہے کہ اس کی بنیاد نص پر ہے تو ہم قطعاً اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے اس  
لئے کہ جب کتاب اللہ میں اختلاف کو مستحسن نہیں سمجھا گیا تو وہ کون سی نص ہے جس میں اختلاف  
کو مستحسن جانا گیا ہے اگر وہ قیاس پر بنیاد قائم کرتا ہے تو ہم کہیں گے کہ اصولاً انصوحاً تو اختلاف کی  
نفی کرتے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ ان پر اختلاف کے جواز کا قیاس کیا جائے کوئی عقلمند انسان اس قسم  
کی لایعنی بات نہیں کہتا چاہئے ایک عالم انسان کی زبان سے اس قسم کی بات نکلے۔<sup>۲</sup>

اعتراض: اگر کوئی کہنے والا کہے کہ یہ قول جس کا آپ نے امام مالک سے ذکر کیا ہے کہ حق ایک  
ہے اس میں تعدد نہیں ہے یہ مخالف ہے اس قول کے جو المذحل الفقیہی للأنستاد الزرقاء  
(۸۹/۱) میں ہے: ابو جعفر منصور اور ہارون الرشید نے خیال ظاہر کیا کہ یہی نہ عباسی سلطنت

میں امام مالک کے مذہب اور ان کی تالیف کردہ کتاب مؤطا کو عدالتوں میں قانونی حیثیت دے دی جائے امام مالک نے انہیں اس سے روکا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام فروع میں اختلاف رکھتے تھے اور وہ مختلف شہروں میں آباد ہو گئے اور ہر صحابی راہِ ثواب پر ہے۔

میں کہتا ہوں: جواب: امام مالک کی طرف سے ذکر کردہ قول بہت مشہور ہے لیکن اس کے آخر میں کُلُّ مُصَيَّبٍ كَاجْمَلَةٍ قَابِلٍ اِعْتِمَادٍ رَوَايَاتٍ (الانتقاء لابن عبد البر ص ۴۱، كشف المغطافی فضل المؤطا ص ۶، للحافظ ابن عساکر، تذكرة الحفاظ للذهبی ۱۹۵/۱) میں نہیں ہے جس پر معترض کی بنیاد ہے البتہ ایک روایت حلیۃ الاولیاء (۳۳۲/۶) میں ہے جس کی سند میں مقداد بن داؤد راوی ہیں جس کو امام ذہبی نے ضعفاء میں ذکر کیا ہے نیز اس روایت میں کُلُّ عِنْدَ نَفْسِهِ مُصَيَّبٌ كَالْفَاظِ هِيَ، معلوم ہوا کہ مدخل کی روایت یقینی نہیں ہے، لہذا اعتراض رفع ہو گیا پھر یہ روایت اس ثقہ روایت کے منافی ہے جس میں امام مالک سے صراحاً منقول ہے کہ اختلاف کی صورت میں حق ایک جانب ہے اور تمام جلیل القدر صحابہ تابعین عظام، ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے۔

حافظ ابن عبد البر کی وضاحت: اگر دو متضاد صورتوں میں دونوں کو صحیح کہا جائے تو سلف صالحین ایک دوسرے کو خطا کی جانب منسوب نہ کرتے اجتہادات، قضایا، فتاویٰ اور عقل سلیم بھی اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ دو متضاد چیزیں دونوں ہی درست ہوں کسی نے خوب کہا۔

إثباتٌ ضِدُّنِ مَعَا فِي حَالٍ ☆ أَقْبَحُ مَا يَأْتِي مِنَ الْمُحَالِ

”دو متضاد نظریات کو اکٹھا صحیح ثابت کرنا بدترین محال چیز کو ثابت کرنا ہے“<sup>۱</sup>

اعتراض: اگر یہ روایت صحیح نہیں تو پھر امام مالک نے منصور عباسی کو مؤطا کو جمع کرنے سے کیوں روکا۔  
جواب: اس بارے میں جس قدر روایات مروی ہیں ان سب میں حافظ ابن کثیر کی بیان کردہ روایت (شرح اختصار علوم الحدیث ص ۳۱) نہایت عمدہ ہے جس میں مذکور ہے کہ امام مالک نے کہا۔  
«إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا وَأَطْلَعُوا عَلَى أَشْيَاءَ لَمْ نَطَّلِعْ عَلَيْهَا»  
”لوگوں نے بھی مسائل کو یکجا کیا ہے اور بعض ایسی معلومات فراہم کی ہیں جن پر مجھے اطلاع نہیں“

امام مالک کا مقصود یہ تھا کہ مؤطا مالک کو قانونی حیثیت نہ دی جائے اس لئے کہ دیگر ائمہ نے بھی حدیث کے مجموعے تیار کئے ہیں اور ان میں ایسی معلومات ہیں جن کا مجھے علم نہ ہو سکا

اس لئے مؤطا کو قانونی حیثیت دینا صحیح نہیں، اگر غور کیا جائے تو کہنا پڑے گا کہ امام مالک (رحمہ اللہ) کا یہ قول ان کے احتیاط اور انصاف پر مبنی ہے معلوم ہوا کہ اختلاف میں قطعاً خیر کا پہلو نہیں ہے وہ شر ہی شر ہے البتہ بعض اختلافات ایسے ہیں جن پر مواخذہ ہوتا ہے جیسا کہ مذہبی تعصب ایک مہلک چیز ہے اور صحابہ کرام ائمہ عظام کا اختلاف اس سے قبیل سے نہیں ہے اور نہ ہی انہیں اس پر مواخذہ ہوگا۔ حَسْرَتَنَا اللَّهُ فِي زُمْرَتِهِمْ وَوَقَفْنَا لِاتِّبَاعِهِمْ

### صحابہ اور مقلدین کے اختلاف میں سبب کے لحاظ سے فرق

پس معلوم ہوا کہ مقلدین کے اختلافات صحابہ کرام کے اختلافات سے کچھ مماثلت نہیں رکھتے صحابہ کرام کا اختلاف اضطراری نوعیت کا تھا اس لئے کہ وہ اختلاف سے کوسوں دور بھاگتے تھے، لیکن مقلدین میں اگرچہ اختلاف سے بچاؤ کی صورت پیدا ہو بھی جائے تو پھر بھی اختلاف کو ختم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے گویا کہ انہیں اتفاق سے سخت نفرت ہے۔

### اثرات کے لحاظ سے بھی ان میں واضح فرق کی کیفیت

اس میں کچھ شک نہیں کہ صحابہ کرام کے درمیان اگرچہ فروغ میں کچھ اختلاف تھا اس کے باوجود وہ کوشاں رہتے کہ ان کی صفوں میں وحدت قائم رہے اور اس کے حصول میں ان کی مساعی قابل رشک ہیں وہ ان ذرائع سے کنارہ کش رہتے جن سے ان میں افتراق کی خلیج حاصل ہونے کا اندیشہ ہو غور کیجئے ان میں اس ذہن کے حضرات بھی موجود ہیں جو جہری نماز میں امام کے لئے بسم اللہ الرحمن الرحیم جہر سے پڑھنے کو مشروع کہتے جب کہ غیر مشروع کہنے والے بھی موجود تھے ان میں رفع الیدین کے استحباب کے قائل بھی تھے اور وہ بھی جو اس کو غیر مستحب سمجھتے تھے ان میں وہ لوگ بھی تھے جو اس بات کے قائل تھے کہ عورت کے جسم کو چھو لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور وہ لوگ بھی جو اس کے قائل نہ تھے اس کے باوجود وہ ایک صف میں ایک امام کے پیچھے نماز ادا کرتے اور اس امام کی اقتداء میں پس و پیش نہ کرتے جن کا مسلک ان کے مسلک کے خلاف ہوتا۔

### مقلدین کا آپس میں اختلاف

لیکن مقلدین کا اختلاف اس سے بالکل مختلف ہے اور اس کے آثار بالکل واضح ہیں

کیا یہ حقیقت نہیں کہ کلمہء شہادت کے بعد نماز دین اسلام کا بہت بڑا رکن ہے اس میں ان کے اختلاف کا اندازہ لگا لیجئے کہ سبھی مقلدین ایک امام کے پیچھے نماز ادا کرنے سے گریز کرتے ہیں دلیل یہ پیش کرتے ہیں امام چونکہ (بطور مثال) حنفی مسلک کا نہیں ہے اس کی نماز باطل یا مکروہ ہے اس لئے ہماری نماز بھی باطل ٹھہرے گی اس قسم کی باتیں نہ صرف یہ کہ بعض مقلدین کی زبان سے سنی گئی ہیں بلکہ ہمارے چشم دید واقعات ہیں کہ یہ لوگ مخالف نظریات رکھنے والے کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کرتے الگ نماز ادا کر لیتے ہیں مزید تعجب تو اس بات پر ہے کہ مشہور مذاہب کی بعض کتابوں میں نماز باطل یا مکروہ ہونے پر نص موجود ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ ایک مسجد میں چار محراب ہیں اور باری باری اپنے اپنے مقلدین کی مختلف ائمہ نماز کی امامت کراتے ہیں اور جب ایک امام نماز کی امامت کر رہا ہوتا ہے تو دوسرے امام کے مقلدین اپنے امام کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں جماعت میں شریک نہیں ہوتے۔<sup>۱</sup>

### شدید اختلاف کی مثال

مقلدین کا جو آپس میں اختلاف ہے وہ سنگین صورت حال اختیار کر گیا ہے چنانچہ حنفی مرد اور شافعی مسلک کی عورت کے درمیان نکاح کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، احناف کے مشہور عالم مفتی الثقلین کا فتویٰ ہے کہ حنفی مرد کا شافعی عورت کے ساتھ نکاح کرنا تو جائز ہے (لیکن بلحاظ مفہوم کے) شافعی مرد کا حنفی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں اس لئے کہ جواز کی صورت میں شافعی عورت کو اہل کتاب کے مرتبہ میں اتار کر اس سے نکاح کی اجازت دی جائے گی لیکن دوسری صورت میں جس طرح کوئی اہل کتاب کا مرد کسی مسلمان عورت کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا اسی طرح کسی شافعی کو حنفی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔<sup>۲</sup>

اس قسم کی امثلہ فقہ کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں ہم نے محض اپنے اذعاً کو ثابت کرنے کے لئے یہ مثال پیش کی ہے تاکہ قارئین کو معلوم ہو کہ مقلدین میں جو اختلاف ہے اس کے کس قدر ناگفتہ بہ نتائج ظاہر ہو رہے ہیں اور کیا مقلدین کے اختلاف کو صحابہ کرام کے اختلاف

۱ کتاب مالا یجوز فیہ الخلاف ص ۶۵-۶۲ فصل ثامن کا مطالعہ کریں آپ اس میں متعدد امثلہ پائیں گے ان میں سے بعض امثلہ کا ظہور ازہر یونیورسٹی کے علماء سے بھی ہوا ہے۔ البحر الرائق

کے ساتھ کچھ نسبت ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

صحابہ کرام میں اختلاف سے امت مسلمہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا اس لئے ہم زور دار لفظوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اختلاف روکنے کی آیات کی ان سے نہ مخالفت ہوتی ہے اور نہ وہ ان کے مصداق ہیں البتہ متاخرین فقہاء کا دامن یقیناً ملوث ہے ان کے اختلاف کے نتائج بد سے امت مسلمہ کو بہت زیادہ نقصان پہنچا۔ هَذَا نَا اللّٰهُ اِلَى صِرَاطِهِ الْمُسْتَقِيمِ

اگر مقلدین کے اختلاف کے برے نتائج سے صرف انہیں ہی واسطہ ہوتا اور اس کے نقصانات ان کے غیر کی طرف متعدی نہ ہوتے تو کچھ حرج نہ تھا لیکن افسوس تو اس بات پر ہے کہ ان کے آپس کے اختلافات نے غیر مسلموں کو اسلام سے بدظن کر دیا چاہئے تو یہ تھا کہ اسلام کی پاک صاف دعوت پر وہ بلیک کہتے اور کثرت کے ساتھ اسلام کے سایہ میں پناہ لیتے لیکن آپس کے اختلافات نے انہیں بددل کر دیا اور وہ اسلام پر اعتراضات کرنے لگے۔

ایک واقعہ: امریکہ کی یونیورسٹی پرنسٹن میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ایک نمائندے نے سوال اٹھایا کہ مشرق وسطیٰ اور دیگر اسلامی ممالک میں اسلام کی طرف دعوت دینے والے لوگ کیا اسلام کی ان تفصیلات کا ذکر کرتے ہیں جن کا ذکر اہل سنت کرتے ہیں یا وہ تعلیمات پیش کرتے ہیں جو شیعہ امامیہ زیدیہ کی فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے اور کون نہیں جانتا کہ ان دونوں کے نقطہ نظر اور تعلیمات میں نمایاں تضاد موجود ہے اور غیر ممالک لوگ جب مختلف نظریات سنتے ہیں تو حیرت ان کے دامن کو تھام لیتی ہے اور وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پاتے کہ کن نظریات کو اپنایا جائے اور کون سے اصول ہیں جنہیں اسلام کا صحیح اصول قرار دیا جائے وہ شک و تذبذب میں واقع ہو جانے کی وجہ سے اسلام کی طرف دعوت دینے والوں کے بارے میں مذہب ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ تو خود کسی واضح نصب العین سے ناواقف ہیں اور گمراہ ہیں انہیں خود روشنی کی ضرورت ہے۔

علامہ البانی کی وضاحت

میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں: کہ میں نے غزالی کی زندگی کے آخری ایام میں ان کی تالیفات کا ملاحظہ کیا مثلاً ان کی وہ کتاب جو اس عنوان کے ساتھ ہے (السُّنَّةُ النَّبَوِيَّةُ بَيْنَ أَهْلِ الْفِقْهِ وَأَهْلِ الْحَدِيثِ) سنت نبویہ کا فقہاء اور محدثین کے ہاں کیا مقام ہے“

اس نے اپنے بارے میں قارئین کو باور کرایا کہ وہ بھی فقہاء اور محدثین کے زمرہ میں شامل ہے جب کہ ہم اس سے پہلے ان کی کتب میں ذکر کردہ بعض احادیث اور بعض فقہی مسائل میں ان کے مناقشات اور دیگر کچھ کتابوں میں ان کی تحریریں قارئین کو اس بات سے آگاہ کر رہی تھیں کہ غزالی سنت سے منحرف ہو چکا ہے صحیح اور ضعیف احادیث پر وہ محدثین کے نقطہ نظر کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا ہے بلکہ اپنی عقل کو فیصلہ قرار دیتا ہے چنانچہ وہ نہ تو علم حدیث اور نہ اس کے قواعد کا خیال رکھتا ہے اور نہ ہی ان اہل علم کو کچھ حیثیت دیتا ہے جو علم حدیث کی معرفت رکھتے ہیں بلکہ وہ فن حدیث میں سپیشلسٹ ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ وہ بعض اوقات ضعیف حدیث کو بھی صحیح قرار دے دیتا ہے اور بعض صحیح متفق علیہ حدیث کو ضعیف حدیث قرار دینے سے ہچکچاتا نہیں ایسی مثالیں واضح طور پر اس کے اس تعاقب میں موجود ہیں جو اس نے میرے اس مقدمہ پر تعاقب کیا ہے جسے میں نے غزالی کی کتاب فقہ السیرۃ کے آغاز میں تحریر کیا چنانچہ اس کتاب میں تحریر کردہ احادیث کی تخریج کتاب کے چوتھے ایڈیشن میں موجود مجھ سے کسی ازہری علم دوست نے مطالبہ کیا کہ میں اس کتاب پر علمی مقدمہ تحریر کروں چنانچہ میں غلٹ کیساتھ اس کی تخریج میں مشغول ہو گیا مجھے یہ خیال دامن گیر ہوا کہ یہ شخص تو سنت اور سیرت نبویہ کا زبردست اہتمام کر رہا ہے اور اس کے دل میں یہ جذبہ کارفرما ہے کہ سیرت نبویہ کو اس سے تحفظ ہونا چاہئے کہ اس میں ہرگز ایسی باتیں شامل نہیں ہونی چاہئیں جن کا تعلق سیرت نبویہ سے نہیں ہے چنانچہ اس نے تخریج کے میرے اس کام کا ملاحظہ کیا تو مسرت کا اظہار کیا اور میرے علمی کام کو خراج تحسین پیش کیا چنانچہ اس نے اس عنوان کے تحت میری تخریج کا تعاقب کرتے ہوئے یہ عنوان سپرد قلم کیا کہ اب اس کتاب میں ذکر کردہ احادیث کے بارے میں وضاحتیں ملاحظہ فرمائیں۔

چنانچہ اس نے برملا اپنے نقطہ نظر کو پیش کیا کہ وہ ضعیف حدیث کے قبول کرنے میں کچھ ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا جب کہ وہ کتاب کے متن کی جانب توجہ کرتے ہوئے صحیح احادیث کو قابل عمل نہیں سمجھتا دراصل وہ قارئین کو آگاہ کرنا چاہتا تھا کہ اس کے ہاں اس قسم کی تخریج کا کچھ مقام نہیں ہے وہ کھلے لفظوں میں اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ میں اس قسم کی تنقید کو نہیں مانتا ہوں جس سے ایک شخص دوسرے سے اختلاف کرتا ہے کس قدر تعجب خیز بات ہے کہ ایک امام کے نزدیک حدیث مقبول ہے جبکہ دوسرے کے ہاں نہیں ہے اس طرح تو دین خواہشات نفسانی کا مجموعہ بن جائے گا کہ جس میں ہر شخص کی الگ الگ رائے ہے اور اس کا کوئی قاعدہ اور ضابطہ نہیں ہے ہر شخص کی اپنی سوچ ہے اور اس کا نظریہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کا یہ ادعاء تمام مسلمان علماء کے مسلکِ حقہ کے خلاف ہے وہ سبھی شدت کے ساتھ اس نظریے کے قائل ہیں کہ اسناد پر دین اسلام کا انحصار ہے اگر اسناد کا وجود نہیں ہے تو پھر ہر شخص جو چاہے گا اسے دین سمجھ لے گا اور غزالی نے اپنی سیرت کی کتاب کی اکثر احادیث میں اس رائے کو ترجیح دی

ہے اللہ اس کو ہدایت سے نوازے ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی کتاب میں کثرت کے ساتھ معضل اور مرسل روایات موجود ہیں جب کہ متعدد روایات ایسی ہیں جن کی اسناد صحیح نہیں ہے یہ بات ہر اس شخص کے سامنے ہے جو اس کتاب پر میری تخریج کا ملاحظہ کرے گا۔

اس کے باوجود وہ شخص فرط مسرت کے ساتھ اس عنوان پر رقم طراز ہے کہ میں نے صحیح راستہ اختیار کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور میں نے ثقہ مصادر اور مراجع پر اعتماد کیا ہے اور میری رائے یہ ہے کہ میں نے اس میدان میں قابل تحسین کام سرانجام دیا ہے اور میں نے ایسی احادیث کو منضبط کیا ہے جن کے مطالعہ سے ایسا شخص جو صاحب بصیرت اور علم دوست ہے وہ بھی مطمئن ہوگا

لیکن اگر ان سے دریافت کیا جائے وہ کون سا اصول ہے جس پر آپ اپنے اجتہاد کی بنیاد رکھ رہے ہیں کیا وہ علم حدیث کے اصول ہیں جن سے صرف اتنی رہنمائی حاصل ہوتی ہے کہ سیرت نبویہ کی صحت اس سے معلوم ہوتی ہے لیکن اس کا جواب وہ صرف یہ دیتے ہیں کہ صحت کیلئے صرف متعین شخص کی رائے پر اعتماد کرنا ہوتا ہے اس کے غلط ہونے میں کچھ شک نہیں اشارتا اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ اس دلیل سے ایسی حدیث صحیح متصور ہوتی ہے حالانکہ اسکی اسناد صحت سے ہمکنار نہیں ہوتی اور ایسی حدیث جس کی اسناد صحیح ہے وہ ضعیف قرار پاتی ہے جیسا کہ میں نے اس بات کو ابھی مقدمہ میں واضح کیا ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اگر اس سے استفسار کیا جائے کہ اس نے فقہ السیرہ کے چوتھے ایڈیشن کے آغاز میں جس ضابطے کا ذکر کیا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس نے بقیہ ایڈیشنوں میں مثلاً دمشق وغیرہ کے دارالقلم ایڈیشن میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے کہیں اسے یہ فکر دامن گیر تو نہیں ہوا کہ پہلے ایڈیشن میں اس کا ذکر تو اسلئے کیا گیا تاکہ اس کی کتاب عام مطالعہ کرنے والے لوگوں کے درمیان شہرت پذیر ہو جائے جو ایسے مؤلفین کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو سنت کی خدمت کرتے ہیں اور سنت سے مدافعت کرتے ہیں اور علمی قواعد کے تقاضوں کے مطابق احادیث ضعیفہ کو احادیث صحیحہ سے تمیز دیتے ہیں وہ ہرگز شخصی آراء پر اعتماد نہیں کرتے اور نہ ہی مختلف الخیال اہل علم سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ غزالی نے اسی ہی انداز کو اپنایا اللہ اس کو راہ ثواب پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی کتاب کے آخر میں غزالی نے ایک سرخی قائم کی ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ فقہاء اور محدثین کے درمیان سنت نبویہ کی حیثیت کیا ہے اس سرخی کے انعقاد سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ غزالی راہ اعتدال پر رواں دواں ہے اور محدثین اور ان کی قابل قدر مساعی کی اس کے نزدیک کچھ قدر و قیمت نہیں ہے حالانکہ وہ ساہا سال سے سنت نبویہ کی خدمت میں مصروف کار رہے اور صحیح احادیث کو ضعیف سے الگ کر دیا ہے اسی طرح اس کے نزدیک ائمہ فقہاء کی مساعی بھی قابل احترام نہیں ہیں جنہوں نے فقہ الحدیث

کے فن میں اصول وضع کئے اور اس سے فروع کا استنباط کر کے ایک علمی کام کیا ہم نے محسوس کیا کہ غزالی صاحب جس اصول کو چاہتا ہے اسے ذکر کر دیتا ہے اور جسے نہیں چاہتا اسے ذکر نہیں کرتا کسی قانون اور کسی قاعدہ پر اس کی بنیاد نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر اہل علم اور صاحب فضیلت لوگوں نے اس کے اس غلط انداز پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے اس کا رد کیا ہے، چنانچہ بہترین رد جو میری نظر سے گزرا وہ ڈاکٹر بیسع بن ہادی المدخلی کا ہے جو ماہنامہ المجاہد الافغانیہ شمارہ نمبر ۱۹ میں اشاعت پذیر ہوا، نیز فاضل دوست صالح بن عبد العزیز بن محمد آل الشیخ نے اس کے رد میں المعیار لعلم الغزالی کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے۔

### علامہ محمد سلطان معصومی کا بیان

علامہ صاحب اپنی کتاب ہدیۃ السُلطان الی مُسَلِمی بلادِ یابان کے مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں: مشرق بعید ٹوکیو اور اوسا کا (جاپان) کے مسلمانوں کی جانب سے ایک فتویٰ موصول ہوا جس میں انہوں نے استفسار کیا تھا کہ دین اسلام کی حقیقت کیا ہے؟ کیا وہ شخص جو دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ چار مشہور مذاہب میں سے ایک مذہب کا پیروکار بنے؟ یعنی وہ خفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مذہب اختیار کرے یا یہ ضروری نہیں ہے اس سوال کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ جب بابونیہ کے آزاد خیال لوگوں نے دین اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو انہوں نے ٹوکیو میں مسلمانوں کی جمعیت سے استفسار کیا کہ ہمیں دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد کون سا مذہب اختیار کرنا چاہئے اس پر ہندوستان کے علماء نے کہا کہ تمہیں امام ابوحنیفہ کا مذہب اختیار کرنا چاہئے اس لئے کہ امام ابوحنیفہ امت مسلمہ کے روشن چراغ تھے اور انڈونیشیا جاوا کے علماء نے کہا کہ امام شافعی کا مذہب اختیار کرنا چاہئے جب مسلمان ہوئیو الے جاپانیوں نے اس اختلاف کا مظاہرہ دیکھا تو وہ حیرت زدہ ہو گئے انہیں سخت تعجب لاحق ہوا اور وہ سوچنے لگے کہ اسلام میں مذاہب کا مسئلہ بڑا عجیب ہے اب ہمیں معلوم نہیں کہ ہم کون سا مذہب اختیار کریں اس وجہ سے وہ اسلام میں داخل ہونے سے محروم رہے

تیسرا شبہ: بعض مقلدین کی طرف سے یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ جو لوگ اتباع سنت کی رٹ لگا رہے ہیں اور ائمہ کرام کے اقوال کے تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہیں جو سنت کے مخالف ہیں وہ دراصل مطلقاً ائمہ کرام کے اقوال تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں اور ان کے اجتہادات اور آراء



سے استفادہ کرنا پسند نہیں کرتے اسلام میں اس قسم کی منافرت کی کچھ گنجائش نہیں۔

جواب: ان لوگوں کی طرف سے یہ شوشہ جو کھڑا کیا جاتا ہے کہ ہم ائمہ کرام کے اجتہادات سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور ان کی آراء کو کچھ حیثیت نہیں دیتے اس کے غلط ہونے پر ہماری تحریریں شاہد ہیں ہم دراصل جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں وہ یہ ہے کہ سنت کا اتباع کیا جائے اور کسی فقہی مذہب کو دین اسلام نہ سمجھا جائے اور نہ اس کو کتاب و سنت کا نام دیا جائے، جب کسی مسئلہ میں اختلاف رونما ہو تو ہم اس کے حل کیلئے کتاب و سنت کو چھوڑ کر فقہی مذہب کی طرف رجوع کریں یا پیش آمدہ جدید مسائل کے حل میں فقہی مذاہب کی کتابوں سے استنباط کریں جیسا کہ موجودہ دور کے فقہاء نئے مسائل میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنے کی بجائے جدید موشگافیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اختلاف کو رحمت قرار دیتے ہوئے مصلحت، رخصت، آسانی کی آڑ میں نت نئے تنگونی پیدا کر رہے ہیں اور جس امام کے قول میں آسانی ہے اسکے قول کی روشنی میں فتویٰ صادر کر دیا جاتا ہے جو شریعت اسلامیہ کی روح کے منافی ہے سلیمان تیمی کا قول کس قدر ہمارے نظریہ کی تائید کر رہا ہے۔

سلیمان تیمی کا قول: اگر آپ ہر عالم کی رخصت پر عمل کرنے لگیں تو آپ تمام قسم کے شر کو اپنے دامن میں پیٹ لیں گے۔<sup>۱</sup> عقبہ کہتے ہیں کہ سلیمان تیمی کے اس قول پر اجماع ہو چکا ہے جس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں۔

البتہ جس مسئلہ میں کتاب و سنت خاموش ہیں یا ان میں وارد مسئلہ کسی وضاحت کا محتاج ہے تو ائمہ کے اقوال کا مطالعہ کرنا اور انکے اختلاف کا جائزہ لیکر حق معلوم کرنا اور فائدہ حاصل کرنا اور اقوال کی روشنی میں وضاحت سے ہم کنار ہونا یہ ایسے امور ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا، ہمارا اپنا اصول یہ ہے کہ ایسے حالات میں ہم ان سے فوائد اخذ کرتے ہیں اور دیگر علماء کو بھی رغبت دلاتے ہیں اس لئے کہ کتاب و سنت کے راستے پر چلنے والوں کیلئے اس کے بغیر چارہ کار ہی نہیں ہے۔

علامہ ابن عبد البر کا قول: اے میرے بھائیو! اصول کی حفاظت کرو اور ان کا خیال رکھو اور یقین کر لو کہ جو شخص سنن اور احکام کی حفاظت کا اہتمام کرے گا جو قرآن پاک میں منصوص ہیں اور

فقہاء کے اقوال پر غور و فکر کرے گا ان کی روشنی میں اجتہاد کرے گا اور غور و فکر کے درپوں کو دوا کرے گا سنت میں وارد جملے (جو ایک سے زیادہ معنی کے متحمل ہیں) ان کی تفسیر کرے گا اور کسی فقیہ کی تقلید سنت کی اتباع کی مانند نہیں کرے گا یعنی سنت کی اتباع تو بہر حال بلا تردد ضروری ہے اور جس طرح علماء نے سنن کی حفاظت اور اس میں تدبیر کیا ہے وہ ان کے راہ سے اپنے آپ کو دور نہیں کرے گا بلکہ بحث، فہم، غور و فکر میں ان کی اقتداء کرے گا اور ان کی مساعی سے استفادہ کرتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کرے گا اور ان کے صحیح اقوال پر جو کہ بہر حال زیادہ ہیں ان کی وجہ سے ان کی تعریف کرے گا اور ان کی لغزش سے برأت نہیں کرے گا جیسا کہ خود انہوں نے بھی اپنے آپ کو بری نہیں سمجھا تو یہ انسان وہ طالب علم ہے جو سلف صالحین کی تعلیمات کے ساتھ تمسک اختیار کرنے والا ہے راہِ ثواب پر فائز ہے رشد و ہدایت اس کی آنکھوں کے سامنے ہیں نبی ﷺ کی سنت اور آپ کے صحابہ کے طریق کی اتباع کرنے والا ہے۔

اب اگر کوئی شخص کتاب و سنت میں غور و فکر نہیں کرتا اور ہمارے بیان کردہ دلائل سے روگردانی کرتا ہے اور سنن کے مقابلہ میں ائمہ کی آراء کو پیش کرتا ہے اور سنن کو اپنے منح نظر کے مطابق ڈھالتا ہے تو وہ خود بھی گمراہ ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے لیکن جو شخص جہالت کا مجسمہ ہے اور تخریج کے میدان میں بلا معرفت گھوڑے دوڑاتا ہے تو وہ انتہادرجے کا گمراہ ہے بلکہ صراطِ مستقیم سے ہٹا ہوا ہے۔

فَهَذَا هُوَ الْحَقُّ مَا بِهِ خَفَاءُ

فَدَعْنِي عَنْ بَنِيَاتِ الطَّرِيقِ

”یہ حق ہے جس میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے مجھے پگڈنڈیوں سے دور رکھو“

چوتھا شبہ: بعض مقلدین اس وہم میں مبتلاء ہیں کہ اتباع سنت اختیار کرنے میں امام کے مذہب کو ترک کرنا پڑتا ہے اور امام کے مذہب کو ترک کرنا اس کے مذہب کے غلط ہونے کے مترادف ہے اور کسی امام کو غلطی کی طرف منسوب کرنا اس کو مطعون کرنے کے مترادف ہے حالانکہ کسی عام مسلمان کو مطعون کرنے سے روکا گیا ہے تو ایک امام کو کیسے مطعون کرنا جائز ہو سکتا ہے؟۔

جواب: ذکر کردہ وہ ہم بالکل باطل ہے اگر تفرقہ بانسہ کا خیال رکھا جاتا تو یہ وہم بالکل پیدا نہیں ہو سکتا تھا اور کسی عقلمند مسلمان کی زبان سے اس قسم کے کلمات نہیں نکل سکتے جب کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: «اذا حکم الحاکم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حکم فاجتهد فاحطأ فله اجر واحد»<sup>۱</sup> ”جب فیصلہ کرنے والا صحیح اجتہاد کرتا ہے تو اس کو دو لکنا ثواب ملتا ہے اور جب فیصلہ کرنے والا غلط اجتہاد کرتا ہے تو اس کو ایک ثواب حاصل ہوتا ہے“

اس حدیث کی روشنی میں شبہ ہبساء مَنفُورًا ہو جاتا ہے اور یہ بات نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ کسی قائل کا یہ کہنا کہ فلاں امام کا قول غلط ہے اس کا مطلب شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں یہ ہے کہ غلطی کی وجہ سے ایک ثواب کا حق دار ہے پس جب وہ امام اس انسان کے خیال میں اجرو ثواب کا حق دار ہے جو اس کے قول کو غلط کہہ رہا ہے تو اس کے قول کو غلط کہنے سے کب لازم آتا ہے کہ اس کے نزدیک امام مطعون ہے بلاشبہ یہ وہم باطل ہے اس سے رجوع کرنا ضروری ہے۔

یاد رکھئے وہ شخص جو کسی عام مسلمان کو خطا کی جانب منسوب کرتا ہے بلکہ صحابہ کرام تابعین ائمہ مجتہدین کو خطا کی طرف منسوب کرتا ہے اس کا یہ فعل قابل ملامت نہیں ہے اس لئے کہ ہم برملا اس بات کے اظہار میں کچھ حرج محسوس نہیں کرتے ہیں کہ جلیل القدر ائمہ ایک دوسرے کو خطا کی جانب منسوب کرتے رہے اور بعض مسائل میں انکار د کرتے رہے، (امام مزنی اور حافظ ابن رجب کی طرف سے تصریحات پہلے آچکی ہیں) تو کیا کوئی عاقل انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ بعض ائمہ نے بعض کو مطعون قرار دیا ہے؟ ہرگز نہیں۔<sup>۲</sup>

کیا یہ واقعہ صحیح نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر صدیق کو خطا کی جانب منسوب کیا جب کہ اس نے ایک خواب کی تعبیر کی جو ایک صحابی کو نظر آیا تھا آپ ﷺ نے تعبیر کے ایک حصے کو صحیح اور دوسرے کو غلط قرار دیا تو کیا رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر کو مطعون قرار دیا؟<sup>۳</sup>

سخت تعجب کی بات ہے کہ یہ وہم انہیں اتباع سے روک رہا ہے جبکہ ان کے امام کا مذہب سنت کے خلاف ہے ان کے نزدیک اتباع سنت کرنا گویا کہ امام کو مطعون کرنا ہے اور سنت

<sup>۱</sup> صحیح بخاری کتاب الاعتصام باب ۲۱، ۳۵۲، صحیح مسلم کتاب الاقصیۃ باب ۶، ۱۵۶، عربی کتاب ص ۶۲ میں امام مزنی کا قول اور ص ۵۴ میں حافظ ابن رجب کا قول ملاحظہ فرمائیں۔  
<sup>۲</sup> صحیح بخاری ج ۰۳۶، کتاب التعبیر باب ۴۷، صحیح مسلم کتاب الرؤیا باب ۳، ۱۷۱، اس سبب کو معلوم کرنے کیلئے الصحیحہ ج ۱۲ کا مطالعہ کریں

کو چھوڑنا اور امام کی اتباع کرنا امام کی تعظیم اور اس کے احترام کے مترادف ہے یہی وجہ ہے کہ مقلدین اپنے امام کی تقلید پر مصر ہیں تاکہ موہوم طعن سے محفوظ رہ سکیں۔

یہ لوگ فراموش کر جاتے ہیں کہ وہ اس موہوم طعن سے بچنے میں اس سے شدید طعن میں گرفتار ہو جاتے ہیں مثلاً اگر کوئی شخص ان سے کہے کہ اگر کسی امام کی اتباع امام کے احترام کو مستلزم ہے تو یہی فارمولہ سنت کی اتباع پر بھی چسپاں کیوں نہیں کرتے اور کس بناء پر سنت کی مخالفت کی اجازت دیتے ہو اور اس کے مقابلہ میں امام کی اتباع پر زور دیتے ہو حالانکہ کوئی امام معصوم نہیں اور اس پر طعن لگانا باعث کفر نہیں لیکن انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور ان پر طعن کرنا کفر ہے، کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ان کے نزدیک امام کی مخالفت تو طعن کے مترادف ہے لیکن رسول اللہ کی مخالفت جس کے طعن ہونے میں کوئی کلام نہیں وہ طعن کو مستلزم نہ ہو حالانکہ شریعت اسلامیہ کی روشنی میں انبیاء کی مخالفت تو کفر ہے۔ وَالْعِيَادُ بِاللَّهِ مِنْهُ

ہم خوب سمجھتے ہیں کہ ان مقلدین کے پاس ان واضح دلائل کا کچھ جواب نہیں ہے بعض مقلدین کی زبان سے صرف ایک کلمہ سننے میں آیا ہے کہ ہم سنت کو ترک اس لئے کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے امام کے مذہب پر کلی اعتماد ہے اس لئے کہ وہ ہم سے سنت کے زیادہ واقف تھے ہم نے اس قسم کے ہفتوات کا جواب مختصر انداز میں پیش کیا ہے اس پر غور و فکر کریں تو یہ وہم بھی ختم ہو جائے گا تاہم ان سے الگ اس کا فیصلہ کن جواب سنئے۔

فیصلہ کن جواب: ہم اس بات کا صاف صاف اظہار کرتے ہیں کہ صرف تمہارے مذہب کا امام ہی سنت سے زیادہ واقف نہ تھا یہاں تو سینکڑوں ایسے امام ہیں جو تمہارے امام سے زیادہ سنت سے واقف تھے، فرض کیجئے! اگر سنت صحیحہ تمہارے مذہب کے امام کے خلاف ہو اور سنت صحیحہ کے موافق کسی امام کا مذہب بھی ہو تو کیا ایسی صورت میں تمہارے نزدیک بھی سنت صحیحہ کے مطابق چلنا ضروری نہیں ہے اور اس کی مخالفت کرنا جائز ہے کیا سنت صحیحہ کی متابعت کرنے والے ائمہ کے معتقدین جب یہ کہیں گے کہ ہمیں اپنے امام پر اعتماد ہے اس نے سنت صحیحہ کی روشنی میں یہ مسلک اختیار کیا ہے؟ تو آپ کا جواب کیا ہوگا! کیا امام کی اتباع ضروری ہوگی؟ جو سنت کی مخالفت کر رہا ہے یا اس امام کی اتباع ضروری ہوگی جو سنت کی موافقت کر رہا ہے۔

ضروری اعلان: مقدمہ کے آخر میں ایک اعلان کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس کتاب میں رسول اکرم ﷺ کی نماز کی کیفیت کو سنت صحیحہ ثابتہ کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے اس کے مطابق نماز ادا کی جائے جو شخص اس کیفیت کے مطابق نماز ادا نہیں کرتا ہے وہ قطعاً معذور نہیں ہے ہم نے نماز کی کیفیت بیان کرنے کے سلسلہ میں ان چیزوں کو بیان نہیں کیا جن کے چھوڑنے پر علماء کا اتفاق تھا اور جن مسائل کو پیش کیا گیا ہے ان پر علماء کے ایک گروہ کی تصدیق موجود ہے۔

اور جن علماء نے ان مسائل کو تسلیم نہیں کیا ہے ہم انہیں معذور سمجھتے ہیں اور عام مشہور قاعدہ کے مطابق ایک ثواب کے حق دار ہیں اس لئے کہ انہیں نص نہ پہنچی یا نص پہنچنے کا انداز ایسا تھا جو انہیں مطمئن نہ کر سکا اور ان کے ہاں نص کا حجت ہونا ثابت نہ ہو سکا یا کسی دیگر معقول عذر کی وجہ سے انہوں نے مخالفت کی لیکن ان کے بعد جن لوگوں کے سامنے حق ظاہر ہو گیا اور نصوص واضح ہو گئے انہیں ائمہ کی تقلید کرنے میں کچھ عذر نہیں اس لئے تقلید کو خیر باد کہنا ضروری ہے اور نص معصوم کی اتباع کے علاوہ چارہ کار نہیں ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ (الانفال: ۲۴) ”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے پیغمبر کے حکم کو قبول کرو جب وہ تمہیں بلائیں اس لئے کہ وہ تمہارے دلوں کو زندگی عطا کرتا ہے اور اس بات کو جان لو کہ اللہ کی ذات آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتی ہے اور اس بات کو بھی جان لو کہ اللہ ہی کی جانب تم جمع کئے جاؤ گے“

وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ وَهُوَ نِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ

وصلی اللہ علی محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم والحمد للہ رب العالمین

محمد ناصر الدین الالبانی

دمشق ۱۳۸۱/۵/۲۰ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## رسول اکرم ﷺ کا نماز ادا فرمانے کا طریقہ

### رخ کعبہ کی جانب کرنا

رسول اکرم ﷺ جب نماز ادا فرمانے کے لئے کھڑے ہوتے تو نماز فرض ہوتی یا نفل اپنا رخ کعبہ کی جانب فرماتے۔<sup>۱</sup>

چنانچہ ایک قولی حدیث میں آپ نے ﷺ اس کا حکم اس صحابی کو بھی دیا (جس نے جلدی جلدی رکوع و سجود کر کے نماز ادا کی تھی) آپ ﷺ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا جب تو نماز ادا کرنے کا ارادہ کرے تو اچھے انداز سے وضو کرنا پھر قبلہ رخ کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہنا۔<sup>۲</sup>

البتہ جب آپ ﷺ سفر میں سواری پر نفل اور تراذ کرنا ارادہ فرماتے تو جدھر سواری کا منہ ہوتا اسی طرف آپ ﷺ کا رخ ہوتا خواہ مشرق ہو یا مغرب کسی طرف اس کا رخ ہوتا۔<sup>۳</sup>

قرآن کی آیت اس پر شاہد ہے: **فَإِنَّمَا تَوَلُّوْا فِئْتُمْ وَجْهَ اللّٰهِ**۔<sup>۴</sup>  
”تو جدھر تم رخ کرو ادھر اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے“۔<sup>۵</sup>

اور کبھی آپ ﷺ کا یہ معمول بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جب آپ اونٹنی پر نوافل ادا کرنے کا ارادہ فرماتے تو اونٹنی کا منہ قبلہ کی جانب کرتے اور تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع فرماتے اس کے بعد نوافل ادا فرماتے رہتے جس طرف بھی سواری کا رخ ہوتا۔<sup>۶</sup>

رکوع و سجود دوسرے کے اشارے کے ساتھ فرماتے البتہ سجدہ کی حالت میں بنسبت رکوع کے سر کو زیادہ جھکا لیتے۔<sup>۷</sup>

۱ یہ کیفیت متواتر ہونے کی وجہ سے قطعی ہے اس لئے اس کی تخریج کی ضرورت نہیں آئندہ ایسی احادیث آئیں گی جو اس پر دلالت کرتی ہیں ۱ صحیح بخاری ج ۵۷۷ کتاب الاذان باب ۹۵، صحیح مسلم ۱۱/۲ کتاب الصلاة باب ۱۱، السراج، الارواء ج ۲۸۹ ۲ صحیح بخاری ج ۱۰۰۰ کتاب الوتر باب ۶، صحیح مسلم ۱۳۹/۲ کتاب المسافرین باب ۳، السراج ۲ البقرة: ۱۱۵ ۳ صحیح مسلم ۱۳۹/۲ کتاب المسافرین باب ۳، ترمذی نے صحیح کہا ۴ صحیح ابو داؤد ۲۲۶/۱ کتاب الصلاة باب ۲۷، ابن حبان فی الثقات ۱۲/۱، الضیاء فی المختارۃ سند حسن ہے، ابن السکن نے صحیح کہا، خلاصۃ البدر المنیر لابن الملقن ۱/۲۲، ان سے پہلے عبدالحق اشعری نے اپنی کتاب احکام میں ج ۱۳۹۳ میں میری تحقیق کیساتھ دیکھئے مسائل احمد ۱/۶۷ بروایق ابن ہانی ۱۲۰، مسند احمد ۴/۱۷۷، ترمذی نے صحیح کہا

لیکن جب فرض نماز ادا کرنا مقصود ہوتا تو سواری سے اتر آتے اور قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے۔<sup>۱</sup>  
خوف کی حالت میں اگر خطرہ شدید ہوتا تو آپ ﷺ نے امت کیلئے نماز خوف ادا کرنے کی اجازت فرمائی لیکن اس میں کچھ پابندی نہیں فرض نماز خواہ سواریوں پر خواہ پیدل چلتے ہوئے رخ قبلہ کی جانب رہے یا نہ رہے بہر حال ادا ہو جائے گی۔<sup>۲</sup>  
مزید وضاحت کرتے ہوئے آپ ﷺ فرمایا جب گھمسان کی جنگ ہو تو اس وقت اللہ اکبر کہنے اور سر کے ساتھ اشارہ کرنے سے بھی فرض ادا ہو جاتے ہیں۔<sup>۳</sup>  
قبلہ کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے کہ مشرق اور مغرب کے درمیان تمام سمت قبلہ ہے۔<sup>۴</sup>  
جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں تھے آسمان پر بادل چھا گیا تو قبلہ کے بارے میں ہمارا اختلاف ہو گیا ہم سب نے اجتہاد کیا اور تحری (ہم نے قبلہ کی سمت معلوم کرنے کی پوری کوشش کی) کے بعد ہر ایک نے الگ الگ قبلہ کی سمت معلوم کر کے اس کی جانب منہ کر کے نماز ادا کر لی اور ہم نے قبلہ رخ کو نشان زدہ کر دیا تاکہ صبح ہمیں معلوم ہو کہ کیا ہم نے قبلہ رخ نماز پڑھی ہے یا نہیں؟ صبح ہونے پر معلوم ہوا کہ ہم نے قبلہ کی سمت نماز دا نہیں کی ہم نے تمام واقعہ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ ﷺ نے ہمیں نماز نہ لوٹانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ تمہاری نماز ادا ہو گئی۔<sup>۵</sup>

ارشاد ربانی ہے: ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾<sup>۶</sup>

”(اے محمد) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم تم کو اسی قبلہ کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو منہ کرنے کا حکم دیں گے تو اپنا منہ مسجد حرام (بیت اللہ) کی طرف پھیر لو“ آیت نازل ہونے سے پہلے آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے لیکن آیت کے نزول کے بعد بیت اللہ کی جانب منہ کر کے نماز ادا کر رہے تھے ایک دفعہ کا واقعہ

۱ صحیح بخاری ج ۲۰۰ کتاب الصلاة باب ۳۲ صحیح بخاری ج ۹۳۳ کتاب صلاة الخوف باب ۲، صحیح مسلم

۲ ۲۱۲/۲ کتاب المسافرین باب ۵۶، ارواء الغلیل ج ۵۸۸ بیہقی ۲۵۵/۳ سند صحیحین والی ہے

۳ صحیح ترمذی ۱۰۹/۱ اور حاکم ۲۰۶/۱ نے صحیح کہا، ارواء الغلیل ج ۲۹۲ دارقطنی ۲۷۱/۱، حاکم، بیہقی، اس کا

شاہد ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے اور دوسرا شاہد طبرانی میں ہے، الارواء ج ۲۹۶ البقرة: ۱۴۴



کہ لوگ قباء مقام میں صبح کی نماز ادا کر رہے تھے اچانک ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ایک پیغام لانے والا آیا جس نے اعلان کیا کہ رسول اللہ ﷺ پر آج رات قرآن پاک کی آیت مبارکہ نازل ہوئی جس میں آپ ﷺ کو بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے خبر دار! تم بھی اپنا رخ بیت اللہ کی جانب کر لو چنانچہ پہلے ان کا رخ شام کی جانب تھا اس کے کہنے پر تمام نمازیوں اور امام نے قبلہ کی جانب رخ کر لئے۔<sup>۱</sup>

## قیام

ارشاد بانی ہے: ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾<sup>۲</sup> ”اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو“ کی روشنی میں آپ ﷺ فرض، نفل، ہر نماز میں تکبیر تحریرہ کے بعد قیام فرماتے سفر میں نفلی نماز سواری پر بیٹھ کر ادا فرماتے آپ نے اپنی امت کے لئے اس بات کو جاری فرمایا کہ وہ سخت خوف کے عالم میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہوتے ہوئے نماز ادا کریں یا سوار ہو کر جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، ارشاد بانی ہے: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجًا لَا أَوْزُكُنَّا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَأَذْكُرُوا لِلَّهِ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُمْ تَعْلَمُونَ﴾<sup>۳</sup> ”سب نمازیں خصوصاً بیچ کی نماز (یعنی عصر) پورے التزام کیساتھ ادا کرتے رہو اور اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہا کرو اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو پیادے یا سوار جس حال میں ہو (نماز پڑھو) پھر جب امن (واطمینان) ہو جائے تو جس طریق سے اللہ نے تمہیں سکھایا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے اللہ کو یاد کرو“

صَلَاةُ الْوُسْطَىٰ سے کون سی نماز مراد ہے؟ صحیح قول کے مطابق جمہور علماء کے ہاں عصر کی نماز ہے ان علماء میں امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد شامل ہیں اور اس مفہوم کی احادیث کثرت کے ساتھ موجود ہیں جن کو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں بیٹھ کر نماز ادا فرمائی۔<sup>۴</sup> اس سے پہلے بھی ایک بار آپ ﷺ نے بیٹھ کر نماز ادا فرمائی جب کہ آپ ﷺ بیمار تھے

۱ صحیح بخاری ج ۳ ص ۳۰۳ کتاب الصلاة باب ۳۱، صحیح مسلم ۶۶/۲، احمد، السراج، الطبرانی ۲/۱۰۸/۳، ابن سعد ۲/۲۴۳، الارواء ج ۲ ص ۲۹۰، البقرة: ۲۳۸، البقرة: ۲۳۹، صحیح ترمذی ۲/۱۱۳، اس نے صحیح کہا۔

اور صحابہ کرام نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کرنی چاہی آپ نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ بیٹھ گئے نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم بھی رومیوں اور فارسیوں کا انداز اختیار کرنے لگے ہو کہ وہ اپنے بادشاہوں کی خدمت میں کھڑے رہتے ہیں جب کہ بادشاہ بیٹھے ہوتے ہیں تم نے اس طرح نہیں کرنا ہے امام کا تعین اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ بیٹھ کر نماز کی امامت کرائے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو۔<sup>۱</sup>

## بیماری کی حالت میں بیٹھ کر نماز ادا کرنے کی اجازت

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں مجھے بوا سیر کی تکلیف تھی میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا (کیا مجھے بیٹھ کر نماز ادا کرنے کی اجازت ہے) آپ ﷺ نے فرمایا (ممکن ہو) تو کھڑے ہو کر نماز ادا کرو اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اگر بیٹھ کر بھی نماز ادا کرنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر نماز ادا کر سکتے ہو۔<sup>۲</sup>

بوا سیر کا واحد باسور ہے اس لفظ کو باسور اور ناسور دونوں طرح پڑھا جاتا ہے جب کہ باسور سے مقصود وہ ورم ہے جو دبر کے پوشیدہ حصہ میں ہوتا ہے اور ناسور سے مقصود وہ فاسد قسم کا پھوڑا ہے جو صحت نہیں ہوتا جب تک کہ اس میں فاسد مادہ موجود ہوتا ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔

نیز (عمران بن حصین) بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے بیٹھ کر نماز ادا کرنے والے انسان کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا افضل ہے اور جو شخص بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہے اس کو نصف ثواب ملے گا، خیال رہے کہ اس سے مراد وہ انسان ہے جو بیماری کی وجہ سے کھڑا نہیں ہو سکتا۔<sup>۳</sup>

علامہ خطابی کی تشریح: عمران بن حصین کی حدیث سے مراد بیمار آدمی ہے اور وہ مشقت کے ساتھ تو کھڑے ہو کر فرض نماز ادا کرنے کی سکت رکھتا ہے لیکن بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہے تو اس کو نصف ثواب ملے گا مقصود یہ ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو ترغیب دلا رہے ہیں کہ نماز مشقت کے باوجود افضل یہی ہے کہ کھڑے

۱ صحیح بخاری ج ۶۸۸ کتاب الاذان باب ۵۱، صحیح مسلم ۱/۱۸۲، اسکی تخریج میری کتاب ارواء الغلیل ج ۹۳ کے تحت ہے ۲ صحیح بخاری ج ۱۱۱ کتاب تقصیر الصلاة باب ۱۹، صحیح ابوداؤد کتاب الصلاة باب ۱۸۰، ۱۱، ۱۷۹، مسند احمد ۴/۳۲۶، صحیح بخاری ج ۱۱۱ کتاب تقصیر الصلاة باب ۱۸، ابوداؤد ۱/۷۹، مسند احمد ۴/۳۲۶

ہو کر نماز ادا کی جائے حافظ ابن حجر نے علامہ خطابی کی تشریح کو سراہا ہے۔<sup>۱</sup>  
انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر نکلے آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز ادا کر رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ کر نماز ادا کرنے والے کو قیام کرنے والے کی نسبت نصف ثواب ملے گا۔<sup>۲</sup>

رسول اکرم ﷺ نے ایک بیمار کی عیادت فرمائی آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ گدے پر نماز ادا کرنا چاہتا ہے تو آپ ﷺ نے گدے کو وہاں سے اٹھا دیا پھر اس نے لکڑی کے تختے پر نماز ادا کرنی چاہی آپ ﷺ نے اس کو وہاں سے دور کر دیا اور فرمایا کہ اگر طاقت ہو تو زمین پر نماز ادا کرو وگرنہ اشارے سے ادا کرو البتہ سجود کی حالت میں سر کو رکوع سے نیچے رکھو۔<sup>۳</sup>

لسان العرب میں ہے خشبہ ہر وہ لکڑی ہے جو باریک ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا اطلاق ہر لکڑی پر ہوتا ہے وہ باریک ہو یا سخت ہو، میں کہتا ہوں کہ حدیث دوسرے قول کی تائید کر رہی ہے جب کہ اس کی تفسیر پہلے قول کے مطابق بعید از امکان ہے۔

## کشتی میں نماز کیسے ادا کی جائے

رسول اکرم ﷺ سے کشتی میں نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا اگر ڈوبنے کا خطرہ نہ ہو تو کھڑے ہو کر ہی نماز ادا کی جائے۔<sup>۴</sup>

فائدہ: خیال رہے ہوائی جہاز میں نماز ادا کرنے کا حکم کشتی میں سوار انسان کی نماز کے برابر ہے یعنی اگر نمازی کے لئے نماز میں قیام کرنا ممکن ہے تو قیام کے ساتھ نماز پڑھے وگرنہ بیٹھ کر اشارے کے ساتھ نماز پڑھے البتہ رکوع و سجود صحیح ہو۔

رسول اکرم ﷺ جب بوڑھے ہو گئے تو آپ نے جائے نماز کے قریب ایک ستون تیار کرایا جس پر آپ ٹیک لگاتے تھے۔<sup>۵</sup>

۱ فتح الباری ۴/۲۶۸، مسند احمد ۴/۴۳۳، صحیح ابن ماجہ ۲۰۴/۱ کتاب الاقامة باب ۱۴۱ سند صحیح ہے

۲ الطبرانی، البزار، ابن السماک ۲/۶۷، البیہقی سند صحیح ہے، الصحیحہ ح ۲۳۳، البزار

۳ دارقطنی، السنن للمقدسی ۲/۸۲ حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی ۵ صحیح ابوداؤد ۱۷۸/۱ کتاب

الصلاۃ باب ۱۷۸، حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا، الصحیحہ ح ۳۱۹، الارواء ۳۸۳

رات کے نوافل کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ادا کرنا

رسول اکرم ﷺ کبھی رات بھر کھڑے ہو کر نوافل ادا فرماتے اور کبھی بیٹھ کر اور جب قرأت کھڑے ہو کر فرماتے تو قیام سے رکوع کی حالت میں منتقل ہوتے اور جب بیٹھ کر قرأت فرماتے تو اسی حالت میں رکوع بھی فرماتے۔<sup>۱</sup>

اور کبھی آپ بیٹھ کر قرأت فرماتے جب قرأت سے تیس یا چالیس آیات باقی ہوتیں تو آپ کھڑے ہو کر ان کی تلاوت فرماتے پھر رکوع و سجود میں چلے جاتے اور دوسری رکعت میں بھی آپ کا یہی معمول ہوتا۔<sup>۲</sup>

اپنی زندگی کے آخری سال میں آپ بیٹھ کر رات کے نوافل ادا کرتے اس لئے کہ آپ کچھ زیادہ ہی بوڑھے ہو چکے تھے۔<sup>۳</sup> اور آپ ﷺ چوکڑی کی حالت میں بیٹھتے۔<sup>۴</sup>

جوتے پہن کر نماز ادا کرنا اور اس کا حکم دینا

کبھی آپ نماز میں ننگے پاؤں کھڑے ہوتے اور کبھی آپ نے جوتا پہن رکھا ہوتا تھا۔<sup>۵</sup> امت کو اس کی اجازت عطا کرتے ہوئے فرمایا جب ایک تمہارا نماز ادا کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اپنا جوتا پہن لے یا اسے کھول کر اپنے پاؤں کے درمیان رکھ لے کسی کو اس سے ایذا نہ پہنچے، ایک روایت میں آپ نے لوگوں کو جوتوں میں نماز ادا کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا یہودیوں کی مخالفت کرو وہ جوتے اور موزے پہن کر نماز ادا نہیں کرتے۔<sup>۶</sup>

اور کبھی آپ نماز میں جوتوں کو اتار دیتے پھر اسی حالت میں نماز مکمل فرماتے، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز ہمیں نماز پڑھائی دوران نماز آپ ﷺ نے پاؤں سے جوتے اتار کر اپنی بانیں جانب رکھ لئے، مقتدیوں نے بھی آپ ﷺ کی اقتداء

۱ صحیح مسلم کتاب المسافرین باب ۱۵، صحیح ابوداؤد ۱۷۹/۱ کتاب الصلاة باب ۱۸۰ صحیح بخاری ج ۱۱۸ کتاب تقصیر الصلاة باب ۲۰، صحیح مسلم ۱۶۳/۲ کتاب المسافرین باب ۱۵ صحیح مسلم کتاب المسافرین باب ۱۵، مسند احمد ۲/۱۰۷، ابن خزیمہ ۲/۱۰۷، السنن للمقدسی ۱/۱۸۰، حاکم نے صحیح کہا ذہبی نے موافقت کی ۵ صحیح ابوداؤد ۱۲۸/۱ کتاب الصلاة باب ۹۰، صحیح ابن ماجہ ۱۷۰/۱ کتاب الاقامة باب ۶۶، بقول طحاوی حدیث متواتر ہے ۶ صحیح ابوداؤد ۱۲۹/۱ کتاب الصلاة باب ۹۱، الزوائد للبیہاوی ۵۳، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

کرتے ہوئے جوتے اتار دیئے آپ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے کس لئے جوتے اتارے انہوں نے جواب دیا جب ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے جوتے اتار دیئے ہیں تو ہم نے بھی جوتے اتار دیئے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس لئے جوتے اتارے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ میرے جوتوں کے نچلے حصے میں نجاست ہے اس پر میں نے انہیں اتار دیا پس جب تم مسجد کا رخ کرو تو جوتوں کا اچھی طرح ملاحظہ کر لیا کرو اگر ان میں نجاست نظر آئے تو ان کو زمین پر اچھی طرح سے رگڑنا چاہئے پھر ان میں نماز ادا کرو۔<sup>۱</sup>

جب آپ ﷺ نماز میں جوتا اتارتے تو بائیں جانب رکھتے۔<sup>۲</sup>

اور فرماتے جب تم نماز ادا کرنا چاہو تو جوتے کو دائیں بائیں کسی جانب نہ رکھو بلکہ پاؤں کے درمیان رکھو اس لئے کہ جو تمہارا بائیں ہے وہ آپ کے ساتھ نماز ادا کرنے والے کا دائیں طرف ہوگا ہاں! اگر آپ کے بائیں جانب کوئی نمازی نہ ہو تو بائیں جانب رکھ سکتے ہو۔<sup>۳</sup>

### منبر پر کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا

ایک بار رسول اکرم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر نماز ادا فرمائی آپ ﷺ کے منبر کے تین درجے تھے آپ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہوئے تکبیر تحریمہ کبھی صحابہ نے آپ کی اقتدا میں تکبیر تحریمہ کبھی رکوع بھی آپ ﷺ نے منبر پر کیا اس کے بعد آپ ﷺ نے سر اٹھایا البتہ سجدہ کرنے کے لئے پچھلے پاؤں اتر کر منبر کے اصل میں سجدہ فرمایا پھر دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کیا یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا میں نے منبر پر قیام رکوع وغیرہ اس لئے کیا ہے تاکہ تم میری اقتداء کرو اور میرے نماز ادا کرنے کی کیفیت کا تمہیں پتہ چل جائے۔<sup>۴</sup>

میں کہتا ہوں: منبر کے بارے میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس کے تین درجے ہوں اس سے زیادہ نہ ہوں

۱ صحیح ابوداؤد ۱۲۸/۱ کتاب الصلاة باب ۹۰، ابن خزیمہ، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی اور نووی نے موافقت کی، الارواء ح ۲۸۳ ۲ صحیح ابوداؤد ۱۲۷ کتاب الصلاة باب ۹۰، سنن نسائی ۸۹/۱ کتاب القبلة باب ۲۳، ابن خزیمہ ۲/۱۱۰/۱ سند صحیح ہے ۳ صحیح ابوداؤد ۱۲۸ کتاب الصلاة باب ۹۱، ابن خزیمہ، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی، نووی نے موافقت کی ۴ صحیح بخاری ح ۹۱ کتاب الجمعة باب ۲۶، صحیح مسلم ۴۳/۲ باب ۱۰، ابن سعد

تین سے زیادہ درجات کا ہونا ہوا میہ کی بدعت ہے اکثر و بیشتر اس کے سبب صف بندی قائم نہیں رہتی اس میں انقطاع آجاتا ہے لیکن صف ٹوٹنے سے بچاؤ اختیار کرنے کے لئے منبر کو مسجد کی غربی جانب میں یا اس کے لئے محراب بنانا یہ دوسری بدعت ہے نیز جنوبی سمت میں اس کو اونچائی میں رکھنا جیسے مینار ہوتا ہے پھر اس کے اوپر جانے کے لئے سیڑھی کی ضرورت ہوتی ہے جو دیوار سے ملی ہو یہ بھی بدعت ہے جب کہ بہترین طریقہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے۔<sup>۱</sup>

## نماز میں سُستروہ کا واجب ہونا

رسول اکرم ﷺ بالکل سُستروہ کے قریب ہوتے آپ ﷺ اور دیوار کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ ہوتا تھا۔<sup>۲</sup>

اور آپ ﷺ کے سجدہ کی جگہ اور دیوار کے درمیان صرف بکری گزرنے کی گنجائش ہوتی۔<sup>۳</sup> اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں کہ نماز ادا کرتے وقت آگے سترہ رکھنا ضروری ہے اور نمازی کے آگے سے کوئی انسان گزرنے نہ پائے اگر گزرنے والا مزاحمت کرے تو اس سے مزاحم ہو جانا چاہئے اس لئے کہ اس کے ساتھ شیطان ہے۔<sup>۴</sup>

نبی ﷺ فرماتے ہیں جب کوئی شخص نماز ادا کرنے لگے تو وہ سترہ کے قریب ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان آگے سے گزر کر اس کی نماز کو فاسد بنا دے۔<sup>۵</sup>

اور کبھی آپ ﷺ مسجد نبوی میں ستون کے قریب کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے (یعنی ستون سترہ ہوتا تھا)

میں کہتا ہوں: میں اس بات کا قائل ہوں کہ امام اور منفر دونوں کیلئے سترہ رکھنا ضروری ہے جبکہ مسجد بڑی ہو ابن حنانی نے مسائل امام احمد بن حنبل ۶۶۱/۱ میں بیان کیا کہ مجھے ایک دن امام احمد نے دیکھا جبکہ میں نماز ادا کر رہا تھا اور میرے سامنے سترہ نہیں تھا میں جامع مسجد میں تھا تو اس نے حکم دیا کہ آپ اپنے آگے کوئی چیز بطور سترہ رکھیں چنانچہ میں نے ایک شخص کو اپنا سترہ بنایا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس میں اس بات کا اشارہ موجود ہے کہ مسجد چھوٹی ہو یا بڑی، سترہ بہر حال رکھا جائے یہ مسلک صحیح ہے لیکن جن شہروں میں مجھے جانے کا اتفاق ہوا میں نے وہاں کی مساجد کے ائمہ اور

۱ فتح الباری ۳/۲ ص ۳۳۱ صحیح بخاری ۵۰۶۶ باب ۹۷، مسند احمد ۱۱۳/۲ صحیح بخاری ۳۹۶۶ کتاب الصلاۃ باب ۹۰، صحیح مسلم ۵۸/۲ کتاب الصلاۃ باب ۳۹ صحیح ابن خزیمہ ۱/۹۳، مسند جید ہے صحیح ابو داؤد ۱۳۳/۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۰۸، زوائد للبخاری ۵۴، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی، نووی نے اسکی موافقت کی

نمازیوں کو دیکھا کہ وہ سترے کا خیال نہیں رکھتے ہیں اور یہی حال مملکت سعودیہ میں بھی پیش آیا مجھے پہلی بار رجب ۱۴۱۰ھ میں سعودی عرب جانے کا اتفاق ہوا وہاں بھی یہی صورت حال دیکھنے میں آئی پس علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام الناس کو اس کی اہمیت بتائیں اور انہیں اس سنت کے احیاء کی ترغیب دلائیں اور انہیں بتائیں کہ یہ حکم دیگر مساجد کی طرح حرمین شریفین کو بھی شامل ہے۔

اور جب کھلے میدان میں نماز ادا فرماتے اور کوئی سترہ نہ ہوتا تو اپنے آگے نیزہ گاڑ لیتے پھر اس طرف منہ کر کے نماز پڑھتے صحابہ کرام بھی آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے۔<sup>۱</sup> اور کبھی اپنی سواری کو عرضاً بٹھاتے تاکہ وہ سترہ کا کام دے پھر اسکی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔<sup>۲</sup> جب کہ ایک حدیث میں اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے سے روکا گیا ہے (یہ اس وقت ہے جب اونٹ باڑے میں موجود ہوں)۔<sup>۳</sup>

اور کبھی آپ ﷺ اونٹ کے پالان کو سامنے رکھ لیتے اور اسکی پچھلی لکڑی کو سترہ بناتے۔<sup>۴</sup> آپ ﷺ فرماتے ہیں جب تم نماز ادا کرتے وقت اپنے آگے اونٹ کے پالان کی پچھلی لکڑی کے بقدر طول میں کوئی چیز رکھ لو گے تو اس طرح باہر سے گزرنے والوں کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔<sup>۵</sup>

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ نے ایک درخت کو سترہ بنایا۔<sup>۱</sup> اور کبھی آپ ﷺ اس چارپائی کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے جس پر عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوتی تھیں اس نے اپنے اوپر چادر اوڑھ رکھی ہوتی تھی۔<sup>۲</sup>

آپ ﷺ سترہ اور اپنے درمیان سے کسی چیز کو گزرنے نہ دیتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے ایک بکری دوڑتی ہوئی آئی وہ آپ ﷺ کے سامنے سے گزرنا چاہتی تھی آپ ﷺ نے پھرتی دکھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ کا بطن مبارک دیوار کے ساتھ لگ گیا

۱ صحیح بخاری ج ۳۹۸-۵۰۲ کتاب الصلاۃ باب ۹۵، ۹۶، صحیح مسلم ۵۹/۲ کتاب الصلاۃ باب ۳۹، ۴۰ صحیح بخاری ج ۵۰۷ کتاب الصلاۃ باب ۹۷، مسند احمد ۱۲۹/۲ صحیح بخاری ج ۵۰۷ کتاب الصلاۃ باب ۹۷، ابن خزیمہ ۲/۹۲، مسند احمد ۵۳/۲ صحیح مسلم ۵۳/۲ کتاب الصلاۃ باب ۴۷، صحیح ابوداؤد ۱/۱۳۳ کتاب الصلاۃ باب ۱۰۳ نسائی، مسند احمد ۵/۶۱ سند صحیح ہے صحیح بخاری ج ۵۰۸ کتاب الصلاۃ باب ۹۹، صحیح مسلم ۶۰/۲

تو بکری کو سترہ کے پیچھے سے گزرنا پڑا۔<sup>۱</sup>

اسی طرح ایک بار رسول اکرم ﷺ نے فرض نماز پڑھائی تو نماز میں آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ آگے کیا پھر پیچھے کیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا نماز میں کوئی حادثہ ہو گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں البتہ شیطان میرے آگے سے گزرنا چاہتا تھا تو میں نے اس کا گلا گھونٹ دیا یہاں تک کہ اس کے منہ کا لعاب میرے ہاتھ کو لگ گیا، اللہ کی قسم! اگر میرے بھائی سلیمان نے مجھ سے پہلے جنّات کو ماتحت کرنے کی دعائے کی ہوتی تو اس کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا جاتا اور بچے اس کو مدینہ منورہ کے بازاروں میں پھراتے، پس جس قدر ممکن ہو قبلہ کی جانب میں آپ کے آگے سے کوئی چیز گزرنے نہ پائے۔<sup>۲</sup>

قادیانیوں کا انکار حدیث: مذکورہ حدیث معنی کے لحاظ سے صحیحین میں بھی ہے یہ حدیث ان احادیث میں سے ایک ہے جن کی وجہ سے قادیانیوں کو کافر قرار دیا جاتا ہے اس لئے کہ وہ جنوں کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے، قرآن پاک میں جہاں کہیں جنوں کا ذکر آتا ہے اس کی تخریف کرتے ہیں اس سے مراد انسان لیتے ہیں صراحتاً لغت عرب اور شریعت اسلامیہ کا انکار کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ (الجن: ۱) ”اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سنا،“ وہ کہتے ہیں کہ لغت عرب میں انس (یعنی بشر) اور جن مترادف الفاظ ہیں، ہرگز نہیں! اسی طرح سنت میں جہاں کہیں ان کا ذکر آتا ہے تو اس کی تاویل کی غلط گنجائش نکالتے ہیں انہیں اس سے کچھ ڈر اور خوف نہیں ہے کہ وہ دیدہ دلیری کے ساتھ صحیح متواتر احادیث بلکہ اجماع امت کے ساتھ ثابت شدہ مسائل میں رخنہ اندازی کریں۔ هَذَا هُمُ اللّٰهُ

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں جب تم لوگ نماز ادا کرتے وقت آگے سترہ کھڑا کر دو تو اگر کوئی شخص سترہ کے اندر سے گزرنا چاہے تو اس کی گردن سے پکڑ کر اس کو پیچھے دھکیلا جائے، ایک روایت میں ہے کہ دو بار تو اس کو ہاتھ سے روکا جائے اگر وہ نہ رکے تو اس سے ہاتھ پانی سے بھی گریز نہ کیا جائے وہ تو شیطان ہے۔<sup>۳</sup>

صحیح ابن خزیمہ ۱/۹۵، الطبرانی ۳/۱۴۰، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے اس کی تائید کی۔ مسند احمد ۱۳/۸۲-۸۳، دارقطنی، طبرانی سند صحیح ہے یہ حدیث معنی کے لحاظ سے صحیحین میں بیان ہوئی ہے اور صحیحین کے علاوہ کتب میں بھی متعدد صحابہ سے اس مفہوم کی روایات ذکر ہوئیں ہیں۔ صحیح بخاری ج ۵۰۹ کتاب الصلوة باب ۱۰۰، صحیح مسلم ۵۸/۲ کتاب الصلوة اب ۵۰



آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہ کام کس قدر گناہ والا ہے تو وہ چالیس سال کھڑے رہنے کو آگے سے گزرنے پر پسند کرے۔<sup>۱</sup>

## کن چیزوں کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اگر نمازی کے آگے اونٹ کے پالان کی کچھلی لکڑی کے طول کے برابر سترہ نہ ہو تو حائضہ عورت،<sup>۲</sup> گدھا، سیاہ کتا آگے سے گزر جائیں تو نماز ٹوٹ جاتی ہے ابو ذر نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ سیاہ کتے کو خاص کیوں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سیاہ کتا شیطان ہوتا ہے۔<sup>۳</sup>

## قبلہ کی جانب قبر کا ہونا

رسول اکرم ﷺ نے قبلہ کی جانب قبر ہونے کی صورت میں نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں نہ قبروں کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرو اور نہ قبروں پر بیٹھو۔<sup>۴</sup>

## نماز کے لئے نیت باندھنا

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اعمال کا صحیح ہونا نیت پر موقوف ہے ہر آدمی کو اس کی نیت کے مطابق بدلہ ملے گا۔<sup>۵</sup>

امام نووی فرماتے ہیں کہ نیت کا معنی قصد ہے یعنی نماز ادا کرنے والا اپنے ذہن میں نماز ادا کرنے کا قصد کرے یہ کہ وہ مثلاً ظہر کی نماز ہے یا یہ کہ وہ نفل نماز ہے یہ تھوڑا رنگیر تحریر یہ کیسا تھذہبن میں موجود ہو۔<sup>۶</sup>

۱ صحیح بخاری ج ۵۱۱ کتاب الصلاة باب ۱۰۲، صحیح مسلم ۵۹/۲ ج ۱۱۳ کتاب الصلاة باب ۵۰، ابن خزیمہ ۱/۹۴/۱ حائضہ سے مراد نوجوان عورت ہے اور قطع سے مراد باطل ہونا ہے اور یہ حدیث کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی ضعیف ہے، میں نے اس کی تحقیق تمام المنہ ص ۳۰۶ وغیرہ میں کی ہے صحیح مسلم ۵۹/۲ کتاب الصلاة باب ۵۰، صحیح ابوداؤد ۱/۳۶/۱ کتاب الصلاة باب ۱۱۱، ابن خزیمہ ۲/۹۵/۱ صحیح مسلم ۶۲ کتاب الجنائز باب ۳۲، صحیح ابوداؤد ۲/۲۲۲ کتاب الجنائز باب ۶، ابن خزیمہ ۲/۹۵/۱ اس بارے میں میری کتاب تحذیر الساجد من اتخاذ القبور المساجد اور احکام الجنائز و بدعھا کا مطالعہ کریں، تحذیر الساجد کا اردو ترجمہ مولانا محمد صادق خلیل کے ثقافتہ قلم سے ”قبروں پر مسجدیں اور اسلام“ کے نام پر ہو چکا ہے، والحمد للہ علی ذلک صحیح بخاری ج ۱ کتاب بدء الوعی باب ۱، صحیح مسلم ۲۸/۶ کتاب الامارۃ باب ۴۴: یہ ہما، الارواء ج ۲۲، روضۃ الطالبین ۲۲۳/۱ طبع المکتب الاسلامی

## تکبیر تحریریمہ

رسول اکرم ﷺ اللہ اکبر کے ساتھ نماز شروع فرماتے تھے۔<sup>۱</sup>  
اور جس آدمی نے جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی اس کو بھی آپ ﷺ نے اولاً وضو کا حکم  
دیا پھر فرمایا کہ وہ نماز کو اللہ اکبر سے شروع کرے۔<sup>۲</sup>

زبان کے ساتھ نیت کرنا: حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ صرف اللہ اکبر کے ساتھ نماز  
شروع فرماتے اس کے علاوہ زبان پر وہ مشہور نیت کے الفاظ نہ لاتے جو آج کل مشہور ہیں اس لئے کہ زبان  
کے ساتھ نیت کے الفاظ بولنا ایسی بدعت ہے جس پر تمام ائمہ متفق ہیں البتہ ائمہ کا اختلاف اس میں ہے کہ  
تمام بدعات سیئہ ہوتی ہیں یا بعض بدعات حسنہ بھی ہوتی ہیں لیکن ہم اس نظریہ کے علمبردار ہیں کہ عبادت  
میں ہر بدعت سیئہ ہے اور اس کی گمراہی میں کچھ شک نہیں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے! ((ہر بدعت  
گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہے)) یہاں تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں نماز کی چابی وضو ہے اور تکبیر تحریریمہ کہنے سے نماز کے علاوہ  
دیگر تمام کام حرام ہو جاتے ہیں اور السلام علیکم کہنے سے حلال ہو جاتے ہیں۔<sup>۳</sup>

معلوم ہوا کہ نماز کا دروازہ بند تھا وضو کیساتھ ہم نے دروازہ کھولا اور تکبیر تحریریمہ کہہ کر ہم نماز میں  
داخل ہوئے اور وہ سب کام کرنے حرام ہو گئے جو نماز سے پہلے حلال تھے اور السلام علیکم کہہ کر ہم نماز  
سے باہر آئے اور حرام کام حلال ہو گئے جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ تکبیر تحریریمہ اوپنچی آواز سے کہتے تاکہ آپ  
ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے والوں کو بھی آواز پہنچ جائے۔<sup>۴</sup>

اور جب آپ ﷺ بیمار ہو جاتے تو ابو بکر اوپنچی آواز کے ساتھ تکبیر کہتے تاکہ لوگوں تک  
آپ ﷺ کی تکبیر کی آواز پہنچ جائے۔<sup>۵</sup> امام کی طرح مقتدی بھی اللہ اکبر کہے رسول اکرم  
ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔<sup>۶</sup>

۱ صحیح مسلم ۵۴/۲ کتاب الصلاۃ باب ۴۶، صحیح ابن ماجہ ۱۳۵/۱ کتاب اقامۃ الصلاۃ باب ۱، طبرانی صحیح ہے

۲ صحیح ابوداؤد ۱۲۳/۱ کتاب الصلاۃ باب ۷۴، صحیح ترمذی ۷/۱ کتاب الصلاۃ باب ۷۶، حاکم نے صحیح کہا،

ذہبی نے موافقت کی، الارواء ج ۳۰۱، مسند احمد ۲۳۱/۵، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

۳ صحیح مسلم ۲۳/۲ کتاب الصلاۃ باب ۲۱، سنن نسائی ۹۲/۱ کتاب الامامۃ باب ۱۴، احمد بیہقی صحیح ہے

## رفع الیدین

رسول اکرم ﷺ کبھی تکبیر تحریمہ کے ساتھ کبھی تکبیر تحریمہ کے بعد

اور کبھی تکبیر تحریمہ سے پہلے دونوں ہاتھوں کو شانوں اور کانوں تک بلند فرماتے۔<sup>۱</sup>

رفع الیدین کرتے وقت آپ ﷺ کے ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوتی تھیں البتہ انگلیوں کے درمیان نہ فاصلہ کرنے کی کوشش فرماتے اور نہ ہی ان کو ملاتے بلکہ اپنی اصل حالت میں چھوڑتے تھے۔<sup>۲</sup>

آپ ﷺ دونوں ہاتھوں کو شانوں کے برابر اٹھاتے۔<sup>۳</sup> اور کبھی کانوں کے برابر اٹھاتے۔<sup>۴</sup>

## دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا اور اس کا حکم دینا

رسول اکرم ﷺ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے۔<sup>۵</sup> اس سلسلہ میں آپ ﷺ کا ارشاد

ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کو حکم دیا گیا کہ ہم روزہ افطار کرنے میں تاخیر نہ کریں البتہ سحری کا کھانا تاخیر سے کھائیں اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھیں۔<sup>۶</sup>

حدیث شریف میں ہے نبی ﷺ کا ایک آدمی کے پاس سے گزر ہوا وہ نماز ادا کر رہا تھا اس

نے بائیں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھا ہوا تھا آپ نے اس کے ہاتھ کو پکڑا اور دائیں کو بائیں پر رکھ دیا۔<sup>۷</sup>

## سینے پر ہاتھ باندھنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے باہر حصہ اسکے جوڑا اور کلائی پر رکھتے<sup>۸</sup> اور

صحابہ کرام کو بھی یہی فرماتے۔<sup>۹</sup> اور کبھی آپ ﷺ دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں ہاتھ کو تھامتے۔<sup>۱۰</sup>

صحیح بخاری ج ۲۸-۲۹، سنن نسائی ۱۰۲/۱ کتاب الافتتاح باب ۲۱ صحیح بخاری ج ۳۹ کتاب الاذن باب

۸۶ صحیح ابوداؤد ۱۴۰/۱ باب ۱۱۸ صحیح ابوداؤد ۱۴۳/۱ کتاب المصلاۃ باب ۱۲۰، ابن خزیمہ ۲/۶۲، ۱/۶۳، تمام، حاکم

نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی صحیح بخاری ج ۳۸ کتاب الاذان باب ۸۵، سنن نسائی ۱۰۲/۱ کتاب الافتتاح

باب ۲۲ صحیح مسلم ۲/۱۲ کتاب المصلاۃ باب ۹، صحیح ابوداؤد ۱۴۳/۱ کتاب المصلاۃ باب ۱۱۹ صحیح مسلم ۱۳/۱۳ کتاب

المصلاۃ باب ۱۵، صحیح ابوداؤد ۱۴۳/۱ کتاب المصلاۃ باب ۱۲۱، الارواء ج ۳۵۲ ابن حبان، الفضیاء سند صحیح ہے ۸، مند

احمد ۳۸۱/۳ صحیح ابوداؤد ۱۴۳/۱ کتاب المصلاۃ باب ۱۲۱ سند صحیح ہے ۹ ابوداؤد نسائی ۱۰۵/۱ کتاب الافتتاح باب ۸، ابن

خزیمہ ۲/۵۴ سند صحیح ہے صحیح ابن حبان ج ۲۸۵ مؤطا مالک ۱۰۲/۱ کتاب قصر المصلاۃ باب ۱۰ صحیح بخاری

ج ۴۰ کتاب الاذان باب ۸۷، ابو عوانہ ۱۰۵/۱ کتاب الافتتاح باب ۷ دارقطنی سند صحیح ہے

اور سینہ پر ہاتھ رکھتے۔<sup>۱</sup> اور نماز میں پہلوؤں پر ہاتھ رکھنے سے منع فرماتے۔<sup>۲</sup>

یہ صلیب کے پرستاروں کا انداز ہے جس سے روکا گیا ہے۔<sup>۳</sup>

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیام کی حالت میں دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں کو پکڑا جائے یعنی تھاما جائے اس سے پہلی حدیث میں ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے، دونوں سنت ہیں لیکن متاخرین حنفیہ دونوں حدیثوں پر عمل پیرا ہو کر بیک وقت دائیں کو بائیں پر رکھتے ہیں دائیں ہاتھ کی چھنگلیا اور انگھوٹھے کے ساتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے جوڑ کو پکڑتے اور دیگر تین انگلیوں کو بازو پر پھیلا کر رکھتے، اب کسی کو متاخرین کے اس قول سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔<sup>۴</sup>

تنبیہ: متاخرین احناف کا یہ عمل بدعت ہے لہذا اس پر عمل نہ کیا جائے خیال رہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے سنت ہیں امام اسحاق بن راہویہ اس سنت پر عمل پیرا رہے۔

امام مروزی کا قول: اسحاق بن راہویہ ہمیں وتر کی نماز پڑھاتے دعائے قنوت کے لئے رفع یدین کرتے رکوع سے قبل دعائے قنوت فرماتے اور اپنے پستانوں یا ان کے نیچے ہاتھ باندھتے، اور اس جیسا قول قاضی عیاض مالکی کا بھی ہے وہ اپنی کتاب الاعلام کے باب مستحبات الصلوٰۃ (ص ۱۵ طبع رباط) میں کہتے ہیں: کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر گردن کے قریب رکھا جائے۔<sup>۵</sup>

اور اس جیسا قول قاضی عیاض مالکی کا بھی ہے وہ اپنی کتاب الاعلام میں کہتے ہیں: کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر گردن کے قریب رکھا جائے۔<sup>۶</sup> اسی طرح عبداللہ بن امام احمد بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو نماز ادا کرتے دیکھا وہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھتے تھے۔<sup>۷</sup>

سجدہ کرنے کی جگہ پر نظر کارہنا

رسول اکرم ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو سر نیچا رکھتے آپ ﷺ کی نظر زمین پر

۱ صحیح ابوداؤد ۱۴۳ کتاب الصلوٰۃ باب ۱۲۱، صحیح ابن خزیمہ ۲/۱۵۴، مسند احمد، تاریخ اصہبان لابی الشیخ ص ۱۲۵، ترمذی نے اس کی ایک سند کو حسن کہا ہے، اور اسی معنی کی حدیث مؤطا میں بھی ہے اور اگر غور کیا جائے تو اس طرح کی حدیث صحیح بخاری میں بھی موجود ہے، اس حدیث کے طرق کے بارے میں نے مفصل طور پر اپنی کتاب احکام الجنائز ص ۱۱۸ میں ذکر کیا ہے ۲ صحیح بخاری ج ۱۲۹ کتاب العمل فی الصلوٰۃ باب ۱۷، صحیح مسلم ۴/۲ کتاب المساجد باب ۱۱، الارواء ج ۳ ص ۳۷ ۳ صحیح ابوداؤد ۱۰/۱۷۰ کتاب الصلوٰۃ باب ۱۶۱، سنن نسائی ۱۰/۶۱ باب ۱۰ وغیرہ ۴ حاشیہ ابن عابدین علی الدرر ۱/۴۵۴ المسائل ص ۲۲۲ کتاب الاعلام باب مستحبات الصلوٰۃ ص ۱۵ طبع رباط ۵ المسائل ص ۶۲، الارواء ج ۳ ص ۳۵۳

ہوتی، اور جب آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہوتے تو نماز میں آپ ﷺ کی نظر سجدہ کی جگہ پر رہتی یہاں تک کہ کعبہ سے نکل جاتے۔<sup>۱</sup>

تنبیہ: ان ہر دو احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز ادا کرنے والے شخص کی نظر سجدہ کی جگہ پر رہے اور وہ نمازی جو نماز ادا کرتے ہوئے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اسلامی تعلیمات میں اس کا ثبوت نہیں ہے یہ ایسا تقویٰ ہے جس کی کچھ قدر و قیمت نہیں ہے جبکہ بہترین راستہ محمد ﷺ کا راستہ ہے۔

## نماز میں خشوع کی ترغیب

خشوع کی تاکید کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا مناسب نہیں ہے کہ گھر (یعنی کعبۃ اللہ) میں کوئی ایسی چیز موجود ہو جو نمازی کو مشغول کرے جس سے نمازی کے خشوع میں کمی واقع ہو۔<sup>۲</sup>

رسول اکرم ﷺ نماز کی حالت میں آسمان کی طرف نظر اٹھانے سے منع فرماتے تھے۔<sup>۳</sup>

مزید اس فعل سے تاکید کے ساتھ روکتے ہوئے فرمایا نماز میں لوگوں کو آسمان کی جانب نظر اٹھانے سے رک جانا چاہئے یا پھر ان کی نظریں سلب ہو جائیں گی، اور ایک روایت میں ہے یا ان کی بینائی اچک لی جائے گی۔<sup>۴</sup>

ایک دوسری حدیث میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں جب تم نماز ادا کرو تو التفات نہ کرو یاد رکھو! جب تک نمازی التفات نہیں کرتا اللہ کا چہرہ اس کے چہرے کے سامنے ہوتا ہے۔<sup>۵</sup>

نیز آپ نے التفات سے روکتے ہوئے فرمایا کہ التفات کی صورت میں شیطان نمازی کو نماز سے دور کر دیتا ہے اور اس کی غفلت میں اضافہ کر دیتا ہے۔<sup>۶</sup>

ارشاد نبوی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر ہمیشہ متوجہ رہتا ہے جب تک کہ بندہ نماز کی ادائیگی میں ادھر ادھر التفات نہیں کرتا لیکن جب اپنے چہرے کو پھیر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیتے ہیں۔<sup>۷</sup>

۱ بیہقی ۲/۲۸۳، حاکم نے صحیح کہا پہلی حدیث کے دس شاہد ہیں دیکھئے ابن عساکر ۷/۲۰۲، الارواء ج ۳۵۳ ص ۱۳۵ صحیح ابوداؤد ۱/۳۸۱ باب ۹۳، مسند احمد ۶۸/۴ سند صحیح ہے صحیح بخاری ج ۵۰ کتاب الاذان باب ۹۲، صحیح ابوداؤد ۱/۸۲ باب ۱۶۸ صحیح بخاری ج ۵۰ کتاب الاذان باب ۹۲، صحیح مسلم ۲/۲۹ کتاب الصلاة باب ۲۶، السراج ۵/۵ ترمذی، حاکم دونوں نے صحیح کہا، صحیح الترغیب ص ۳۵۳ صحیح بخاری ج ۵۱ کتاب الاذان باب ۹۳، صحیح ابوداؤد ۱/۱۷۱ کتاب الصلاة باب ۱۶۳ ابوداؤد وغیرہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے، صحیح الترغیب ج ۵۵۵

نیز نبی ﷺ نے تین باتوں سے منع کیا ہے پہلی بات کہ نماز میں سجدہ کرتے وقت مرغ کے چوچ مارنے کی طرح سجدہ کرنے سے احتراز کیا جائے دوسری بات جس طرح کتا اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر رکھتا ہے اس طرح نماز میں دونوں پاؤں کو پھیلا یا نہ جائے اور تیسری بات یہ ہے کہ لومڑ کے سر پھیرنے کی طرح سر نہ پھیرا جائے۔<sup>۱</sup>

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں نماز کی ادائیگی اس طرح کرو جس طرح تم زندگی کی آخری نماز ادا کر رہے ہو، نیز جیسا کہ تم اللہ کو اپنے آگے دیکھ رہے ہو اگر یہ تصور قائم نہ ہو سکے تو پھر اس خیال کو اجاگر کرنے کی کوشش کرو کہ اللہ پاک آپ کو دیکھ رہا ہے۔<sup>۲</sup>

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں جو شخص وقت پر فرض نماز ادا کرنے کے لئے اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر نماز کی ادائیگی میں خشوع و خضوع کا خیال رکھتا ہے رکوع و سجود صحیح کرتا ہے تو وہ نماز گزشتہ تمام نمازوں کا کفارہ بن جاتی ہے عمر بھر کی نمازوں کا یہی حکم ہے ہاں شرط یہ ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔<sup>۳</sup>

ایک بار نبی ﷺ نے ایک چادر اوڑھ کر نماز ادا فرمائی جس پر کچھ نقوش تھے نماز میں آپ کی نظر ان پر پڑی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا! یہ منقش چادر ابو جہم کے سپرد کر دو اور اسکی سادہ گاڑھے کی چادر میرے لئے لاؤ منقش چادر نے تو مجھے نماز سے غافل کر دیا ہے، ایک روایت میں ہے کہ میری نظر نماز میں اسکے نقوش پر رہی، قریب تھا کہ میں فتنے میں مبتلا ہو جاتا۔<sup>۴</sup>

عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک چادر تھی جس پر تصویریں کندہ تھیں وہ چادر انکیٹھی کی سجاوٹ کیلئے دیوار کیساتھ لگائی ہوئی تھی آپ نے نماز ادا فرمائی تو اس کی جانب آپ کی نظر اٹھتی رہی، آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا اس کو اتار دو اسلئے کہ اس پر کندہ تصویریں نماز میں مجھ پر اثر انداز ہوتی رہیں۔<sup>۵</sup>

سوال: مذکورہ حدیث میں صرف چادر اتارنے کا حکم دیا گیا ہے تصویروں کو ختم کرنے کا حکم موجود نہیں ہے کیا تصویروں کو ختم کرنا ضروری نہیں؟

۱ مسند احمد ۳/۱۱، ابویعلیٰ، صحیح الترغیب ۵۵۶، المخلص فی حدیث منتقاة، الطبرانی، الروایاتی، المختار لفضیاء، ابن ماجہ، احمد، ابن عساکر، بیہقی نے اسنی المطالب میں صحیح کہا، صحیح مسلم ۱۳۲/۱ کتاب الطہارۃ باب ۴  
۲ صحیح بخاری ح ۵۲ کتاب الاذان باب ۹۳، صحیح مسلم ۷۷/۲ کتاب المساجد، مؤطا مالک ۹۸/۱، الارواء ص ۶۳۷ صحیح بخاری ح ۴ کتاب الصلاۃ باب ۱۵، صحیح مسلم ۱۵۹/۶ کتاب اللباس باب ۲۵، ابوعوانہ

جواب: آپ ﷺ نے تصویروں کو ختم کرنے کا حکم اس لئے نہیں دیا کہ تصویریں ذی الارواح کی نہیں تھیں ظاہر ہے کہ اگر تصویریں ذی الارواح کی ہوتیں تو آپ ان کے ختم کرنے بلکہ چادر پھاڑنے کا حکم فرماتے جیسا کہ صحیحین کی متعدد روایات میں اس قسم کی تصاویر کو ختم کرنے کا حکم موجود ہے۔<sup>۱</sup>

وضاحت: جس طرح تصویروں والے کپڑے پر نظر پڑنے سے خشوع میں کمی آتی ہے اسی طرح عین نماز کے وقت اگر کھانا موجود ہو یا آپ کو قضاے حاجت جانا ہو تو اس وقت نماز ادا کرنے سے پہلے کھانا کھالیا جائے اور قضاے حاجت سے فارغ ہو لیا جائے تاکہ نماز کا خشوع باقی رہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ کھانے کی موجودگی اور قضاے حاجت کے تقاضے کے وقت نماز ادا نہیں ہوتی۔<sup>۲</sup>

## تکبیر تحریمہ کے بعد کی دعائیں

رسول اکرم ﷺ تکبیر تحریمہ کے بعد مختلف قسم کی دعائیں پڑھا کرتے تھے جو اللہ کی حمد و ثنا اور اس کی تمجید پر مشتمل ہوتی تھیں آپ نے ان دعاؤں کے پڑھنے کا اس انسان کو بھی حکم دیا جس نے جلدی جلدی نماز ادا کی تھی آپ ﷺ نے فرمایا کسی انسان کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اللہ کی کبریائی اس کی حمد و ثناء کے کلمات نہیں کہتا اور جس قدر آسانی کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کر سکتا ہے کرے۔<sup>۳</sup>

چنانچہ آپ سے ذیل کی دعائیں پڑھنا ثابت ہے: ۱- ﴿اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ اللَّهُمَّ اغْسِلْنِي بِالْمَاءِ وَالتَّلَجِ وَالْبَرْدِ﴾  
”اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان دوری کر جیسے تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری کی ہے اے اللہ! مجھے میری خطاؤں سے صاف کر جیسے سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے اے اللہ! مجھے میرے گناہوں سے برف، پانی اور اولوں سے دھو دے“  
فرض نماز میں اس کا پڑھنا ثابت ہے۔<sup>۴</sup>

۱ تفصیل کیلئے فتح الباری (۳۲۱/۱۰) غایۃ المرام فی تخریج احادیث الاحوال والحرام ۱۳۱-۱۳۵ کا مطالعہ کریں  
۲ صحیح مسلم ۶/۲ کتاب المساجد باب ۱۶، ابن ابی شیبہ ۲/۱۱۰/۱۱۲ صحیح ابوداؤد ۱/۶۱۱/۱۶۱۱، حاکم نے صحیح  
کہا ذہبی نے اس کی موافقت کی ۳ صحیح بخاری ج ۸ ص ۶۳۶۸ کتاب الدعوات باب ۳۹، صحیح مسلم ۹۹/۲ کتاب

۲- ﴿وَجْهَتْ وَجْهِي لِلذِّي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا [مُسْلِمًا] وَمَا أَنَا مِنَ الْمُبْشِرِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ اللَّهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ [سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ]، أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي، فَاعْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَأَصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ، وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ [وَالْمَهْدَى مَنْ هَدَيْتَ] أَنَابَكَ وَالإِيكَ [لَا مَنجَا وَلَا مَلْجَأَ مَنكَ إِلَّا إِلَيْكَ] تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ ۞

”میں نے خود کو اس ذات کی جانب متوجہ کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا میں اسی کی جانب جھکنے والا ہوں اور میں شرک کر نیوالوں میں سے نہیں ہوں بیشک میری نماز میری عبادت میری زندگی اور میری وفات اللہ کیلئے ہے جو دونوں جہانوں کو پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں اللہ کیلئے خود کو مطیع کرنے والوں میں سے پہلا ہوں، اے اللہ! تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے مجھے اپنے گناہوں کا اعتراف ہے تو میرے گناہوں کو معاف کر تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا مجھے اچھے اخلاق کی توفیق عطا کر تیرے علاوہ کوئی بھی مجھے اچھے اخلاق کی توفیق نہیں دے سکتا اور تو میرے برے اخلاق کو مجھ سے دور کر تیرے سوا کوئی بھی مجھ سے برے اخلاق کو دور نہیں کر سکتا اے اللہ! میں حاضر ہوں میں (تیری بارگاہ میں) حاضر ہوں تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں لیکن شرکی نسبت تیری طرف نہیں کی جاسکتی میں تیرے ساتھ ہوں اور تیری طرف میرا لٹنا ہے، تجھ سے کوئی نجات اور پناہ کی جگہ نہیں ہے صرف تیری طرف ہے تیری ذات بابرکت اور بلند و بالا ہے میں تجھ سے مغفرت کا طلب گار ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں“ نبی ﷺ اس دعا کو فرض نماز اور نفل نماز میں پڑھا کرتے تھے۔<sup>۱</sup>

اکثر روایات میں اَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ کے الفاظ وارد ہیں البتہ بعض روایات میں أَنَا مِنْ



الْمُسْلِمِينَ کے الفاظ بھی آتے ہیں لیکن بظاہر اس تبدیلی کو رواد کا تصرف کہنا ہی مناسب ہے اس لئے کہ  
 اَنَاوُلُ الْمُسْلِمِينَ کے صحیح ہونے پر خارجی قرآن بھی موجود ہیں، بعض لوگوں کی جانب سے یہ سوال اٹھاتا کہ  
 اَنَاوُلُ الْمُسْلِمِينَ کے جملہ میں اس جملہ کو کہنے والا اپنے آپ کو پہلا مسلمان ثابت کر رہا ہے حالانکہ حقیقت  
 اسکے برعکس ہے؟ یہ بات صحیح نہیں ہے اصل مقصود اور جملے کا مفہوم یہ ہے کہ کہنے والا دراصل یہ ثابت کرنا چاہتا  
 ہے کہ اے اللہ تیرے احکام کے سامنے میں نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اتنی جلدی کی ہے کہ میں اپنے آپ کو  
 ہی اول نمبر سمجھتا ہوں اس طرح کا جملہ قرآن پاک میں ہے، جیسے (( قُلْ اِنْ كُنَّ لِلرَّحْمٰنِ وَ لَدَ فَا نَا اَوَّلُ  
 الْعٰبِدِيْنَ )) موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے قرآن پاک میں ہے کہ وہ (( اَنَاوُلُ الْمُؤْمِنِيْنَ )) کہتے تھے،  
 ((عَبْدُكَ)) کا معنی زہری نے ”تیرے بغیر میں کسی کی عبادت نہیں کروں گا“ کیا ہے

لیک اور سعیدیک کا معنی: میں تیری فرمانبرداری پر ایک بار ہی قائم نہیں ہوں بلکہ بار بار قائم  
 رہنے کی گارنٹی دیتا ہوں، میں وہ شخص ہوں جو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہے، جبکہ سعیدیک سے مقصود یہ  
 ہے کہ ”اے اللہ! میں تیرے احکام کے مطابق خود کو ہمیشہ موافق رکھوں گا اور نہ صرف تیرے دین کی وہ  
 دین جس کو تو نے پسند کیا ہے اس کی متابعت میں ہمیشہ پیروی کا انداز اپناتا رہوں گا“۔

وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ كِ تشریح: حافظ ابن قیم فرماتے ہیں اگرچہ اللہ سبحانہ خیر و شر دونوں کا خالق  
 ہے لیکن شر کی نسبت اللہ سبحانہ کی جانب کرنا جائز نہیں اس لئے کہ اللہ کے افعال میں شر نہیں ہے اس کے  
 تمام افعال خیر ہیں اس لئے کہ اللہ سبحانہ کے افعال اس کے عدل، فضل، حکمت پر موقوف ہیں اور یہ سب  
 خیر ہیں ان میں شر کا وجود نہیں ہے اور شر کو اسی وقت شر کہا جاتا ہے جب اس کی نسبت کا اللہ سبحانہ کی جانب  
 سے انقطاع ہو جاتا ہے معلوم ہوا کہ اللہ کے خلق اور فعل میں شر نہیں البتہ بعض مخلوقات میں شر ہے یہی وجہ  
 ہے کہ اللہ سبحانہ ظلم سے منزہ ہے اس لئے کہ ظلم کی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے محل میں جگہ نہ دینا تو اللہ  
 سبحانہ کے لئے سزاوار نہیں کہ وہ چیزوں کو ان کے مقام پر جگہ نہ دے جب وہ سب اپنے محل میں ہیں تو سب  
 خیر ہوئے لہذا شر کی نسبت اللہ کی جانب کرنا جائز نہیں۔

سوال: یہاں ایک سوال پیدا ہو رہا ہے کہ اگر شر کی نسبت اللہ سبحانہ کی جانب صحیح نہیں تو اللہ سبحانہ نے شر کو  
 کیوں پیدا فرمایا؟۔

جواب: حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا شر کو خلق کرنا بھی خیر ہے اس لئے کہ اللہ کا خلق اور فعل خیر ہی ہیں اس  
 لئے کہ خلق اور فعل اللہ کے ساتھ قائم ہیں اور شر کا قیام اللہ سبحانہ کے ساتھ محال ہے اور اس کا اتصاف بھی  
 اس کے ساتھ محال ہے پس مخلوق میں جو شر ہے اس کی نسبت تو اللہ کی طرف نہیں کی جاسکتی البتہ فعل اور خلق  
 کی نسبت بلحاظ خیر کے اللہ کی طرف کی جاسکتی ہے اس بحث میں مزید تحقیق کیلئے حافظ ابن القیم کی کتاب

شفاء العلیل فی مسائل القضاء والقدر والتعلیل (ص ۱۷۸-۲۰۶) کا ملاحظہ فرمائیں

۳- اس دعا میں دوسری دعا والے الفاظ ہیں لیکن اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُکَ کے الفاظ نہیں ہیں البتہ اس میں ذیل کے الفاظ آخر میں مذکور ہیں ﴿ وَجْهْتُ وَجْهَیْ لِذِی فِطْرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِیْفًا [مُسْلِمًا] وَ مَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحَیَاىِ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا وَّلِ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِکُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ [سُبْحٰنُکَ وَ بِحَمْدِکَ اِظْلَمْتُ نَفْسِیْ وَ اعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ ، فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ جَمِیْعًا اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَ اِهْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاِحْلَاقِ لَا یَهْدِیْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَ اصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَهَا لَا یَصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ ، لَبِیْکَ وَ سَعَدَیْکَ وَ الْخَیْرُ کُلُّهٗ فِیْ یَدِیْکَ ، وَ الشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْکَ [وَ اَلْمَهْدِیْ مِنْ هَدِیْتِ] اَنَا بِکَ وَ اِلَیْکَ [لَا مَنجَا وَ لَا مَلْجَا مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ] تَبَارَکْتَ وَ تَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ ﴿

”میں نے خود کو اس ذات کی جانب متوجہ کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا میں اسی کی جانب جھکنے والا ہوں اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں بیشک میری نماز میری عبادت میری زندگی اور میری وفات اللہ کیلئے ہے جو دونوں جہانوں کو پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں اللہ کیلئے خود کو مطیع کرنے والوں میں سے پہلا ہوں، اے اللہ! تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور میں تیری تعریف کرتا ہوں میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے مجھے اپنے گناہوں کا اعتراف ہے تو میرے سبھی گناہوں کو معاف کر تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا مجھے اچھے اخلاق کی توفیق عطا کر تیرے علاوہ کوئی بھی مجھے اچھے اخلاق کی توفیق نہیں دے سکتا اور تو میرے برے اخلاق کو مجھ سے دور کر تیرے سوا کوئی بھی مجھ سے برے اخلاق کو دور نہیں کر سکتا اے اللہ! میں حاضر ہوں میں (تیری بارگاہ میں) حاضر ہوں تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں لیکن شرکی نسبت تیری طرف نہیں کی جاسکتی اور ہدایت یافتہ وہ ہے جس کو تو ہدایت عطا کرے میں تیرے ساتھ ہوں اور تیری طرف میرا لوٹنا ہے نہیں ہے نجات اور پناہ کی جگہ تجھ سے مگر طرف ہے تیری ذات بابرکت اور بلند و بالا ہے میں تجھ سے مغفرت کا طلب گار ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔“

البتہ اس میں ذیل کے الفاظ آخر میں مذکور ہیں ﴿ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ وَبِحَمْدِكَ ﴾ ”اے اللہ تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور تیرے ہی لئے تمام تعریف ہے“<sup>۱</sup>

۴- اس دعا کے الفاظ بھی دوسری دعا کی طرح ہیں اور اسکے الفاظ اَنَا وَاَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ تک ہیں ﴿ وَجَهْتُ وَجْهِيْ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيفًا [مُسْلِمًا] اَوْ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا وَاَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾

”میں نے خود کو اس ذات کی جانب متوجہ کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا میں اسی کی جانب جھکنے والا ہوں اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں بیشک میری نماز میری عبادت میری زندگی اور میری وفات اللہ کیلئے ہے جو دونوں جہانوں کو پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں اللہ کیلئے خود کو مطیع کرنے والوں میں سے پہلا ہوں“

اسکے بعد ذیل کے الفاظ ہیں: ﴿ اَللّٰهُمَّ اِهْدِنِيْ لِحَسَنِ الْاَخْلَاقِ وَاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ

لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَفِيْ سَيِّءِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ لَا يَقِيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ ﴾

”اے اللہ میری اچھے اخلاق کی جانب رہنمائی کر اور اچھے اعمال کی جانب بھی تو ہی رہنمائی کرتا ہے اور مجھے برے اعمال اور برے اخلاق سے محفوظ کر تیرے علاوہ کوئی برے اعمال سے بچ نہیں سکتا“<sup>۲</sup>

۵- ﴿ سُبْحٰنَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ﴾ ”اے اللہ! تو پاک ہے ہم تیری ہی حمد و ثنا کرتے ہیں تیرا نام برکت والا ہے تیری شان بلند ہے تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔“<sup>۳</sup>

سبحانک کا معنی: میں تجھے ہر قسم کے عیوب سے پاکیزہ قرار دیتا ہوں پاکیزہ قرار دینا اور ہم تیری تعریف کا لباس اوڑھے ہوئے ہیں اور تیرے نام کی برکات کثرت کے ساتھ ہیں جبکہ تیرے نام کے ذکر سے ہر بھلائی دستیاب ہوتی ہے اور تیرا جلال اور تیری عظمت بلند ہے۔

۱- سنن نسائی ۱/۱۰۷ کتاب الافتتاح باب ۱۸، سنن نسائی ۱/۱۰۶ کتاب الافتتاح باب ۱۵، دارقطنی  
۲- صحیح ابوداؤد ۱/۱۴۸ کتاب الصلوة باب ۱۲۳، حاکم نے صحیح کہا ذہبی نے اس کی موافقت کی، امام  
عقلمی ص ۱۰۳ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متعدد مضبوط طرق سے مروی ہے، الارواء ج ۳ ص ۳۴۱

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ کے نزدیک کسی بندے کا زیادہ محبوب کام یہ ہے کہ وہ  
سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ... کے الفاظ کہے۔<sup>۱</sup>

۲- «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ  
غَيْرُكَ» ”اے اللہ! تو پاک ہے ہم تیری ہی حمد و ثنا کرتے ہیں تیرا نام برکت والا ہے تیری  
شان بلند ہے تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے“ البتہ رات کی نفل نماز میں ذیل کے کلمات کا  
اضافہ ہے تین بار لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا کے کلمات کہے۔<sup>۲</sup>

۷- «اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا»  
”اللہ بہت بڑا کبریائی والا ہے تمام حمد اللہ کیلئے کثرت کیساتھ ہے صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کرتا  
ہوں“ اس دعا کے بارے میں وارد ہے کہ ایک صحابی نے ان کلمات کیساتھ نماز شروع کی رسول  
اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کلمات کتنے عمدہ ہیں کہ ان کیلئے آسمانوں کے دروازے کھل گئے۔<sup>۳</sup>

۸- «الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ» ”تمام تعریف اللہ کیلئے ہے کثرت کے  
ساتھ عمدہ کلمات کے ساتھ جن میں برکت عطا کی گئی ہو“ تعریف کرتا ہوں۔

ان کلمات کیساتھ ایک صحابی نے بھی اپنی نماز کا آغاز کیا آپ ﷺ نے ان کلمات کو سکر فرمایا! میں  
نے دیکھا کہ بارہ فرشتے اس کوشش میں تھے کہ کون پہلے انہیں اٹھا کر بارگاہ الہی میں پیش کرے۔<sup>۴</sup>

۹- «اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ  
أَنْتَ قَيَّامُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ [وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ رَبُّ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ] وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَعَدُّكَ الْحَقُّ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ  
وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ  
اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنْبَتُ وَبِكَ

۱ ابن مندہ فی التوحید ۲/۱۲۳ سند صحیح ہے، نسائی فی اليوم واللیلہ، موقوفاً اور مرفوعاً جامع المسانید ابن کثیر  
ج ۳ ق ۲ ورقہ ۲۳۵، نسائی ج ۸۳۹-۸۵۰، الصحیحہ ج ۲۹۳۹۷ صحیح ابوداؤد ۱/۱۲۸ کتاب الصلاة باب ۱۲۳  
، طحاوی سند حسن ہے صحیح مسلم ۹۹/۲ کتاب المساجد باب ۲۷، ابوعوانہ، ترمذی نے اس کو صحیح کہا، ابونعیم فی  
اخبار اصحابہ ۱/۲۱۰، جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ اس نے نبی ﷺ سے سنا کہ آپ ان دعائیہ کلمات کی نفل  
نماز میں بھی پڑھا کرتے تھے صحیح مسلم ۹۹/۲ کتاب المساجد باب ۲۷، ابوعوانہ

خَاصَمْتُ، وَالْيَكْ حَكْمْتُ] أَنْتَ رَبُّنَا وَالْيَكْ الْمَصِيرُ فَأَعْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا  
أَخَّرْتُ وَمَا سَرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ [وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي] أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ  
الْمُؤَخِّرُ [أَنْتَ الْهَي] لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ [وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ] ﴿﴾

”اے اللہ! تو ہی حمد و ستائش کا مستحق ہے تو آسمانوں، زمین اور جو مخلوق ان میں ہے کو روشنی عطا کرنے والا ہے اور تو ہی حمد و ستائش کا مستحق ہے تو ہی آسمانوں، زمین اور جو بھی ان میں ہے برقرار رکھنے والا ہے تو ہی آسمانوں، زمین اور جو مخلوق ان میں ہے ان کا رب ہے اور تو ہی ہر قسم کی حمد و ستائش کا حق دار ہے تیری ذات برحق ہے تیرے وعدے سچے ہیں تیری باتیں سچی ہیں اور (قیامت کے روز) تجھ سے ملاقات ضرور ہوگی جنت اور دوزخ برحق ہیں انبیاء علیہم السلام برحق تھے اور محمد ﷺ سچے پیغمبر تھے قیامت کا (آنا) برحق ہے اے اللہ! میں نے خود کو تیرے لئے مطیع کر دیا اور تجھ پر میرا ایمان ہے تجھ پر ہی میرا توکل ہے تیری طرف ہی میرا لوٹنا ہے تیری مدد سے ہی میں جھگڑا کرتا ہوں اور تیری بارگاہ ہی میں معاملات پیش کرتا ہوں اے اللہ! تو میرے اگلے، پچھلے، پوشیدہ، ظاہر گناہوں کو معاف کر تو ہی اول ہے تو ہی آخر ہے تو ہی میرا معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیرے سوا نیکی اور بدی کی طاقت کسی میں نہیں ہے“

یہ دعا آپ رات کے نوافل میں پڑھا کرتے تھے جیسا کہ آنے والی دعائیں پڑھا کرتے تھے، لیکن فرض میں پڑھنے کی ممانعت ہے لیکن امام کے لئے جائز نہیں کیوں کہ اس طرح مقتدی اکتا سکتے ہیں۔<sup>۱</sup>

۱۰- ﴿اللَّهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ اهْدِنِي لِمَا اخْتَلَفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾

”اے اللہ جبرائیل، میکائیل، اسرافیل کے رب! تو آسمانوں زمین کا پیدا کرنے والا ہے پوشیدہ ظاہر کو جاننے والا ہے تو اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اختلاف کی صورت میں مجھے اپنے اذن کے ساتھ حق کی ہدایت فرما بے شک تو جس کو چاہتا ہے

صحیح بخاری ج ۱۲۰ کتاب التہجد باب ۱، صحیح مسلم ۱۸۴/۲ کتاب صلاة المسافرين باب ۲۵، صحیح ابوداؤد

سیدھے راہ کی ہدایت کرتا ہے“

۱۱- دس بار اللہ اکبر دس بار الحمد لله دس بار سبحان الله دس بار لا اله الا الله دس بار استغفر الله کے کلمات کہتے، نیز دس بار ﴿اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَعَافِنِيْ﴾  
”اے اللہ! مجھے معاف کر مجھے ہدایت عطا فرما مجھے رزق عطا کر مجھے تندرستی عطا فرما“ کہتے،  
اور دس بار ﴿اللَّهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الصِّيقِ يَوْمَ الْحِسَابِ﴾  
”اے اللہ بے شک میں تیرے ساتھ قیامت کے دن تنگی سے پناہ مانگتا ہوں“ کہتے۔  
۱۲:- تین بار اللہ اکبر کہنے کے بعد ﴿ذُو الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبْرُوْتِ وَالْكَبْرِيَاءِ وَالْعُظْمَةِ﴾  
”بادشاہت، غلبہ، کبریائی اور عظمت کے مالک“ کے کلمات کہتے۔

## قرأت کا بیان

دعائے افتتاح کے بعد شیطان سے اللہ کی پناہ میں ہونے کی دعا ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهِ وَنَفْحِهِ وَنَفْثِهِ﴾ ”میں اللہ کے ساتھ شیطان مردود کے دیوانہ بنانے، ہتکبر بنانے اور برے اشعار کہنے سے پناہ مانگتا ہوں“ فرماتے۔  
مفردات کی وضاحت: اَلْهَمْزُ کا معنی ایک قسم کا جنون، اَلنَّفْثُ کا معنی کبر و عنوت، اَلنَّفْثُ کا معنی اشعار کہنا یہ تینوں معانی نبی ﷺ سے مرفوع صحیح مرسل سند کے ساتھ وارد ہیں اور اس شعر سے مراد برے اشعار ہیں اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ مِنْ الشُّعْرِ لِحِكْمَةٌ﴾ ”کچھ اشعار حکمت والے ہوتے ہیں“ اور کبھی ذیل کے کلمات ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ ..﴾ فرماتے۔  
اسکے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تلاوت فرماتے اسے اونچی آواز سے تلاوت نہ کرتے۔  
صحیح مسلم ۱۸۵/۱ کتاب صلاۃ المسافرین باب ۲۵، ابو عوانہ ۱۱۲/۱۱۹ (۲/۱۱۹) صحیح ابوداؤد ۱۳۶/۱  
کتاب الصلاۃ باب ۱۲۲، طبرانی فی الاوسط (۲/۶۲) ایک سند صحیح اور دوسری حسن ہے ۱۶۶/۱ صحیح ابوداؤد ۱۶۶/۱  
کتاب الصلاۃ باب ۱۵۲ سند صحیح ہے ۶۳/۱ صحیح ابوداؤد ح ۶۳، صحیح ابن ماجہ ح ۸۰۷، دارقطنی، اور حاکم ۲۳۵/۱،  
ابن حبان ۱۹۲/۲، ذہبی نے اس کو صحیح کہا، الارواء ح ۳۳۲ ۵/۱ اس کو صحیح ابوداؤد ۱۳۸/۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۲۳، صحیح  
ترمذی ۷۷/۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۷۹ ترمذی نے حسن سند کیساتھ بیان کیا، احمد مسائل ابن ہانی ۵۰/۱ الصلاۃ  
باب ۱۲۲، طبرانی فی الاوسط (۲/۶۲) ایک سند صحیح اور دوسری حسن ہے ۴۳/۱ صحیح بخاری ح ۴۳ کتاب الاذان  
باب ۷۹، صحیح مسلم ۱۲/۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۳، ابو عوانہ، طحاوی، احمد

## آیت کو الگ الگ پڑھنا

پھر سورہ فاتحہ کی ہر آیت الگ الگ پڑھتے یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۱﴾ پڑھنے کے بعد ذرا تَوَقَّف (ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے) اختیار فرماتے پھر ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ تمام حمد اللہ کیلئے ہے جو عالمین کا رب ہے، پڑھتے، اس کے بعد تَوَقَّف اختیار فرماتے پھر ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ بہت رحم کرنے والا مہربان ہے، کہتے پھر ذرا ٹھہرتے اور ﴿مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ﴾ قیامت کے دن کا مالک ہے، کہتے علیٰ ہذا القیاس تمام سورت کی تلاوت کرتے آپ کا معمول ہی یہی تھا کہ قرآن کی ہر آیت پر تَوَقَّف فرماتے اور مابعد کی آیت کو ماقبل کی آیت کے ساتھ نہیں ملاتے تھے۔<sup>۱</sup>

علامہ ابو عمر الدانی کی وضاحت: مذکورہ حدیث کثرت طرق کے ساتھ مروی ہے اس مسئلہ میں اس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے ائمہ سلف کی ایک جماعت اور متقدمین قراء ہر آیت پر تَوَقَّف فرماتے اگرچہ مابعد کی آیت معنی کے لحاظ سے پہلی آیت کے ساتھ متعلق ہوتی پھر بھی اسے قطع کر کے پڑھتے تھے قرآن پاک کی قرأت میں مسنون طریقہ یہی ہے۔<sup>۲</sup>

میں کہتا ہوں: لیکن اس دور میں جمہور قراء اس طرح تلاوت کرنے سے گریز کرتے ہیں اور یہی حال عوام کا ہے اور کبھی آپ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کی بجائے مَلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ بھی پڑھ لیتے تھے، یہ قرأت بھی مٰلِکِ کی طرح متواتر ہے۔<sup>۳</sup>

## سورت فاتحہ کی رکنیت اور اس کے فضائل کا بیان

رسول اکرم ﷺ سورت فاتحہ کی عظمت کا اظہار فرماتے ہیں کہ اس شخص کی نماز نہیں جو سورت فاتحہ اور اس سے زائد سورت نہیں پڑھتا۔<sup>۴</sup>

بعض روایات میں ہے کہ وہ نماز نہیں جس میں سورت فاتحہ نہیں پڑھی جاتی۔<sup>۵</sup>

۱ صحیح ابوداؤد ج ۱، ۴۰۰، ۶۳-۶۵، حاکم (۲۳۲/۱) نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی، الارواء ج ۳۳۳  
 ۲ المکشف ص ۲/۵، الرازی فی الفوائد، ابن ابی داؤد فی المصاحف ۲/۷، ابو نعیم فی اخبار اصیہان ۱/۱  
 ۳ حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی ۴ صحیح بخاری ج ۵۶۲ کتاب الاذان باب ۹۵، صحیح مسلم ۹/۲  
 کتاب الصلاة باب ۱۱، مسند ابوعوانہ ۲/۱۲۳، بیہقی ۳۸/۲، الارواء ج ۳۰۲، سنن دارقطنی ۳۲۲/۱ نے صحیح کہا  
 صحیح ابن حبان، الارواء ج ۳۰۲

نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص نماز ادا کرتا ہے لیکن اس میں سورت فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز ناقص ہے ناقص ہے (تین بار کہا) مکمل نہیں ہے۔<sup>۱</sup>

نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میں نے نماز (یعنی سورت فاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے اس کا نصف حصہ میرا ہے اور نصف میرے بندے کا ہے اور میرا بندہ جو سوال کرتا ہے اس کو مل جاتا ہے رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں سورت فاتحہ کی تلاوت کرو، چنانچہ

بندہ کہتا ہے الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ تَوَاللهِ پاک فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد بیان کی  
بندہ کہتا ہے الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ تَوَاللهِ پاک فرماتے ہیں میرے بندے نے میری ثنا کی،  
بندہ کہتا ہے مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ تَوَاللهِ پاک فرماتے ہیں میرے بندے نے میری تعظیم کی،  
بندہ کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ تَوَاللهِ پاک فرماتے ہیں یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو وہ سوال کرتا ہے،

بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ تَوَاللهِ پاک فرماتے ہیں، یہ میرے بندے کے سوالات ہیں جن کو میں نے پورا کر دیا۔<sup>۲</sup>

رسول اکرم ﷺ فاتحہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں! اللہ تعالیٰ نے تورات، انجیل وغیرہ میں سورت فاتحہ جیسی کوئی سورت نازل نہیں فرمائی سورت فاتحہ کی فضیلت کیلئے یہی کافی ہے کہ اس کا وصف السَّبْعِ الْمَثَانِي اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔<sup>۳</sup>  
امام باجی کا قول: سورت فاتحہ کو السبع المثانی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سات آیات ہیں اور اسے ہر رکعت میں دہرایا جاتا ہے اور اس کو القرآن العظیم تعظیماً کہا جاتا ہے اگرچہ قرآن پاک کے ہر جز کو قرآن پاک کہا جاسکتا ہے لیکن خاص طور پر سورت فاتحہ کو قرآن عظیم کہنا بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ کعبہ کو تعظیماً بیت اللہ کہا جاتا ہے اگرچہ تمام مسجدیں اللہ کا گھر ہیں یعنی بیوت اللہ ہیں۔

۱ صحیح مسلم ۹/۲ کتاب الصلاة باب ۱۱، ابوعوانہ ۱/۲ صحیح مسلم ۹/۲ کتاب الصلاة باب ۱۱، ابوعوانہ، مالک، اس حدیث کا شاہد جابر کی حدیث السننی کی تاریخ جرجان ج ۱۳۳ میں ہے سنن نسائی ۱۰/۱۱ کتاب الاذقان باب ۲۶، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی



سورت فاتحہ کی اہمیت اور فضیلت کے پیش نظر آپ اس شخص کو (جس نے رکوع جو صحیح نہیں کیا اور جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی،<sup>۱</sup> کہا کہ وہ نماز میں سورت فاتحہ کی تلاوت کرے اور جو شخص اس کو زبانی یاد نہیں کر سکا تھا آپ ﷺ نے اس کے بارے میں کہا کہ تم ﴿سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾ پڑھ لیا کرو۔<sup>۲</sup> اسی طرح آپ نے اس انسان سے بھی کہا جس نے اچھی طرح نماز ادا نہیں کی تھی اگر تجھے قرآن یاد ہو تو قرآن پڑھو ورنہ الْحَمْدُ لِلَّهِ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے کلمات کہنا کافی ہیں۔<sup>۳</sup>

### جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ نے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کا حکم نہیں دیا چنانچہ آپ ﷺ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے آپ ﷺ نے قراءت فرمائی لیکن قراءت آپ ﷺ پر دشوار ہو گئی جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے استفسار کیا شاید تم امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو صحابہ کرام نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم جلدی جلدی قراءت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ قراءت نہ کیا کرو، ہاں فاتحہ کی قراءت کر سکتے ہو اس لئے کہ جو شخص اس کی قراءت نہیں کرتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔<sup>۴</sup>

بخاری جزء القراءة خلف الامام سند صحیح ہے<sup>۵</sup> صحیح ابوداؤد ۱۵۷/۱ کتاب الصلاة باب ۱۴۰، ابن خزیمہ ۲/۸۰۱ حاکم ۲۳۱/۱، طبرانی، ابن حبان ح ۴۷۷ اور حاکم نے صحیح کہا ذہبی نے موافقت کی، الارواء ح ۳۰۳، ابوداؤد ترمذی نے حسن کہا، اسکی سند صحیح ہے، صحیح ابوداؤد ح ۸۰۷، بخاری جزء القراءة ص ۶۱ باب لا يجهر خلف الامام بالقراءة، ضعيف ابوداؤد ص ۸۱ ابواب تفریع استفتاح الصلاة بان ترک القراءة فی صلاته بفتححة الكتاب، مسند احمد، ضعيف ترمذی ح ۳۱۱ کتاب الصلاة باب ۴۹، دارقطنی نے اس کو حسن کہا ہے۔

جہری نمازوں میں امام کے پیچھے مقتدیوں کیلئے قراءت منسوخ نہیں ہے (مترجم کی وضاحت) شیخ البانی کا یہ رجحان درست نہیں کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے مقتدیوں کیلئے قراءت منسوخ ہے اس لئے کہ اولاً تو حدیث کا وہ جملہ جس سے شیخ صاحب نے نسخ کا استدلال کیا ہے حدیث میں مدرج ہے زہری کے تلامذہ نے فانتھی الناس جملہ سے لے کر آخر تک کا جملہ زہری کا قرار دیا ہے مولانا عبدالرحمان مبارکپوری نے اس جملہ کے بارے میں سیر حاصل بحث کی ہے مزید برآں اگر یہ جملہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قرار دیا جائے تو پھر اس بات کو کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پھر آپ ﷺ نے جہری نمازوں میں ہر قسم کی قرأت سے منع فرمایا جب کہ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ نے جہری قرأت کی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ صبح کی نماز تھی آپ ﷺ نے نمازیوں سے استفسار کیا تم میں سے کوئی انسان میرے پیچھے پڑھتا رہا ہے ایک نمازی نے جواب دیا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! میں پڑھتا رہا ہوں اس پر آپ نے فرمایا میں بھی سوچتا رہا کہ کیا وجہ ہے کہ مجھ سے قرآن جھگڑتا

(گزشتہ سے پیوستہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما جہری اور سری نمازوں میں قرأت کا حکم دیتے ہیں اس حکم کی نسبت صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے معلوم ہوا یہ جملہ ابو ہریرہ کا نہیں ہے پھر خداج والی حدیث کے راوی بھی ابو ہریرہ ہیں جس میں ہر نماز ادا کر نیوالے کیلئے سورت فاتحہ کی قرأت واجب ہے خواہ نماز ادا کر نیوالا امام ہو یا مقتدی یا منفرد ہو، نیز ابو ہریرہ کا یہ قول اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ بھی امام کے پیچھے قرأت فاتحہ کے وجوب پر دلالت کرتا ہے

امام ترمذی فَاَنْتَهَى النَّاسُ (الخ) کے ذکر کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:- ((وَلَيْسَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مَا يَدْخُلُ عَلَى مَا رَأَى الْقُرْآنُ خَلْفَ الْإِمَامِ لَانَ ابَا هُرَيْرَةَ هُوَ الَّذِي رَوَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ هَذَا الْحَدِيثَ وَرَوَى ابِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ مِنْ صَلَاتِي صَلَاةٌ لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِمَا لِقُرْآنٍ فَهِيَ خَدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ فَقَالَ لَهُ حَامِلُ الْحَدِيثِ اِنِّي اَكُونُ اَحْيَانًا وَّرَاءَ الْإِمَامِ قَالَ اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ)) ”اس حدیث سے اس شخص کو ہرگز وسوسہ لاحق نہیں ہو سکتا جو امام کے پیچھے قرأت کا قائل ہے اس لئے کہ ابو ہریرہ وہ راوی ہیں جنہوں نے نبی ﷺ سے اس حدیث کو بیان کیا، نیز اس نے نبی ﷺ سے روایت کیا آپ نے فرمایا جس شخص نے نماز ادا کی اور اس میں سورت فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز ناقص ہے مکمل نہیں ہے اس حدیث کے ناقل نے ان سے دریافت کیا کہ جب میں امام کی اقتداء میں ہوں تو آپ نے فرمایا پوشیدہ ادا کر لیا کرو۔ (تحفۃ الاحوذی ۲۵۵/۱)

شیخ البانی نے نسخ قرأ ۴ پر اذاعرف فانصتوا اور من كان له امام فقرأ له الامام له قراءة سے بھی استدلال کیا ہے، مولانا عبدالرحمان مبارک پوری نے لکھا ہے کہ اذاعرف فانصتوا جملہ اکثر حفاظ کے نزدیک صحیح نہیں ہے مزید تحقیق کیلئے تحفۃ الاحوذی ۲۵۹/۱ کا مطالعہ کریں، اور فقرۃ الامام له قراءة کے بارے میں مولانا عبدالرحمان مبارک پوری نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام طرق ضعیف ہیں مزید تحقیق کیلئے تحقیق الکلام فی الفاتحة خلف الامام کا مطالعہ کریں اس مسئلہ میں بے نظیر کتاب ہے

اب ایک سوال ذہن میں بار بار آتا ہے کہ شیخ البانی جو فن رجال میں مسلم حیثیت کے مالک ہیں اور اعظم رجال سے شمار ہوتے ہیں انہیں کیسے غلط فہمی ہوگئی اور انہیں پتہ نہ چلا کہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے (قرآن پڑھانیں جا رہا ہے)، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد لوگ رسول اکرم ﷺ کی اقتداء میں قرأت سے رک گئے جب رسول اکرم ﷺ جہری قرأت فرماتے اور سری نمازوں میں جس میں امام قرأت جہری نہیں کرتا اس میں سری قرأت کرنے لگے۔<sup>۱</sup>

اس حدیث میں امام کی پیروی میں مقتدی کے قرأت نہ کرنے کو شامل کیا گیا ہے چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے امام کا تعین اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔<sup>۲</sup>

ایک دوسری حدیث میں مقتدی کے سننے کو کافی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ قرأت کی ضرورت نہیں ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے امام کے پیچھے نماز ادا کرنے میں امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے لیکن اس کا تعلق جہری نمازوں سے ہے۔<sup>۳</sup>

(گزشتہ سے پیوستہ) یہ قول زہری کا ہے حدیث کا جملہ نہیں ہے اس پر ہم اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ لِكُلِّ جَوَادٍ كَبُوَةٌ“ ہر تیز رو عمدہ گھوڑا اگر بھی جاتا ہے یہ ضرب المثل ان پر صادق آتی ہے“

اس سلسلہ میں علامہ البانی کا ایک سہو پیش کرتا ہوں تاکہ قارئین کرام کو یک گونہ اطمینان ہو سکے، کتاب السنہ لابن ابی عاصم ۲/۵۰۲ پر حدیث نمبر ۱۰۵۹ میں راشد بن داؤد کا ذکر ہے اسکے بارے میں علامہ البانی نے کہا (( اسنادہ ضعیف لضعف راشد ابن داؤد قد تکلمت علیہ وخرجت حدیثہ فی الضعیفۃ ح ۲۹۸۷)) راشد بن داؤد کے ضعف کی وجہ سے حدیث کی سند ضعیف ہے میں نے احادیث ضعیفہ ح ۲۹۸۷ میں اسکے ضعف پر کلام کیا ہے، لیکن آپ حیران ہوں گے جبکہ اسی راشد بن داؤد کے بارے میں احادیث ضعیفہ ۲/۱۳۳ ح ۱۶۱۱ میں فرماتے ہیں (( وفی راشد بن داؤد کلام یسمی لاینزل حدیثہ عن رتبة الحسن)) راشد بن داؤد پر معمولی کلام ہے اس کی حدیث حسن کے مرتبہ سے کم نہیں“

اب فیصلہ قارئین فرمائیں کہ کس طرح شیخ البانی سے سہو ہوا ہے اور کلام میں تضاد ہے اس کو بھی ہم شیخ البانی (رحمہ اللہ) کے شذوذ سے شمار کریں گے۔ (واللہ اعلم بالصواب، مترجم عافا اللہ)

۱ مؤطا لک ۱/۵۳ کتاب الصلاۃ باب ۱۰ مسند حمیدی ح ۹۵۳-۹۷۴، بخاری فی جزء القرآن ح ۷۴۳، صحیح ابوداؤد ۱/۱۵۵ کتاب الصلاۃ باب ۱۳۸، مسند احمد ۲/۲۳۰، المحلی ۱/۱۳۹، ترمذی نے حسن کہا، ابو حاتم رازی، ابن حبان اور ابن القیم نے صحیح کہا، ابن ابی شیبہ ۱/۱۹۷، صحیح ابوداؤد ۱/۱۲۰ کتاب الصلاۃ باب ۶۹، صحیح مسلم ۲/۲۰، ابو عوانہ ۱/۱۰، مسند الرویانی ۲/۱۱۹، الارواء ح ۳۳۲، ۳۹۴، ابن ابی شیبہ ۱/۱۹۷، دارقطنی ح ۱۲۶، صحیح ابن ماجہ ۱/۱۳۱، طحاوی، مسند احمد (۳/۳۳۹) میں کثیر طرق مسندہ مرسلہ کیساتھ وارد ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس کو قوی کہا ہے جیسا کہ الفروع لابن الہادی ح ۲/۲۸ میں بصری نے اسکے بعض طرق کو صحیح کہا ہے مزید تفصیل کیلئے دیکھئے ارواء الغلیل ح ۵۰۰

## سیری نمازوں میں مقتدی پر قرأت واجب ہونے کا بیان

رسول اکرم ﷺ نے سری نمازوں میں مقتدیوں کو حکم دیا کہ وہ قرأت کریں، جابر فرماتے ہیں کہ ہم ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ کیساتھ کسی ایک سورت کی تلاوت کرتے تھے اور ظہر اور عصر کی آخری دو رکعتوں میں سورت فاتحہ کی تلاوت کرتے تھے۔<sup>۱</sup>

لیکن اس طرح قرأت نہ ہو کہ امام کو کچھ تشویش لاحق ہو ایک دفعہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ظہر کی نماز پڑھائی (نماز سے فارغ ہو کر) آپ ﷺ نے صحابہ سے استفسار کیا تم میں سے کس نے ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ تلاوت کی تھی؟ ایک آدمی نے جواب دیا: جی! میں نے تلاوت کی تھی اور میرا ارادہ نیک تھا آپ ﷺ نے فرمایا مجھے محسوس ہوا کہ ایک انسان مجھے اضطراب میں ڈال رہا ہے (یعنی اس کی قرأت سے میری توجہ ادھر ہو گئی)۔<sup>۲</sup>

ایک دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ آپ ﷺ کے پیچھے جہری قرأت کرتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھ پر قرآن مجید خلط ملط کر دیا ہے۔<sup>۳</sup>

نیز آپ نے فرمایا نمازی اپنے رب کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے تم قرآن پاک اونچی آواز کے ساتھ تلاوت کر کے اپنے ساتھیوں کو اضطراب میں نہ ڈالو۔<sup>۴</sup>

سری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کی مشروعیت کے قدیم قول میں امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد قائل ہیں شیخ ملا علی قاری اور بعض دیگر مشائخ اسی کو پسند کرتے ہیں امام زہری امام مالک عبداللہ بن مبارک امام احمد بن حنبل اور دیگر محدثین کی جماعت کا یہی قول ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

قرآن پاک کی تلاوت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص قرآن پاک سے ایک حرف تلاوت کرتا ہے اس کو ایک نیکی حاصل ہوتی ہے اور ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے میں نہیں کہتا ہوں کہ الـم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔<sup>۵</sup>

۱ صحیح ابن ماجہ ۱۴۰/۱ کتاب الاقامة باب ۱۱ صحیح ہے، الارواء ج ۶ ص ۵۰۶ صحیح مسلم ج ۴ کتاب الصلاة باب ۱۲، ابوعوانہ، السراج ۲ بخاری فی جزء القراءة، مسند احمد ۴۵۱/۱، السراج سند حسن ہے مؤطا مالک ۵۱/۱ کتاب الصلاة باب ۶، بخاری فی افعال العباد سند حسن ہے صحیح ترمذی ۹/۳ کتاب فضائل القرآن باب ۱۶، مستدرک حاکم ۵۶۶/۱، صحیح ہے، الآجری فی آداب جملة القرآن، الصحیحہ ج ۶۰

اس مضمون کی حدیث کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ کو آگ سے بھرا جائیگا موضوع ہے۔<sup>۱</sup>  
آمین بلند آواز سے کہنا

رسول اللہ ﷺ جب فاتحہ کی قرأت سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔<sup>۲</sup>  
رسول اکرم ﷺ مقتدیوں کو آمین کہنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، یاد رکھو! جب امام آمین کہتا ہے تو فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، بعض روایات میں ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، ایک روایت میں ہے کہ جب تم نماز میں آمین کہتے ہو اور فرشتے آسمانوں میں آمین کہتے ہیں اور دونوں کی آمین میں موافقت ہو جائے تو آمین کہنے والوں کے پہلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔<sup>۳</sup>

نسائی اور دارمی کی حدیث میں اضافہ ہے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے فتح الباری میں اسے ابوداؤد کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ یہ ان کا وہم ہے اور اس سے باطل ہو جاتا ہے ان لوگوں کا حدیث کے ساتھ استدلال کرنا کہ امام آمین نہ کہے جیسا کہ امام مالک (رحمہ اللہ) سے روایت کیا گیا ہے اور اسی لئے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یہ تو واضح بات ہے کہ امام آمین کہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی شہادت ایک دوسرا لفظ ادا کر رہا ہے ابن عبدالبر نے التمهید (۱۳/۷) میں کہا ہے کہ یہی قول جمہور مسلمانوں کا ہے اور ان میں امام مالک (رحمہ اللہ) بھی شامل ہیں جب کہ مدینہ منورہ کے اہل علم امام مالک سے بیان کرتے ہیں اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ سے ابو ہریرہ کی حدیث کی وجہ اور وائل بن حجر کی حدیث کے باعث جو اس سے پہلے ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ تم آمین کہو اللہ تمہیں محبوب جانے گا۔<sup>۴</sup>

نیز آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے یہودی جس قدر سلام اور امام کے پیچھے آمین پرتم سے حسد میں مبتلا ہیں اس قدر کسی دوسرے عمل میں نہیں ہیں۔<sup>۵</sup>

فائدہ: امام کی اقتداء میں نماز ادا کرنے والے مقتدی جبری نمازوں میں امام کے آمین کہنے کے ساتھ ہی آمین کہیں امام سے پہلے آمین نہ کہیں جیسا کہ اکثر نمازیوں کا وہم ہے اور نہ امام کے بعد آمین کہیں۔<sup>۶</sup>

۱ الاحادیث الضعیفہ ج ۵۶۹، بخاری فی جزء القرآن، صحیح ابوداؤد ۸۶/۱ کتاب الصلاۃ باب ۷۳ اسنحیح ہے  
۲ صحیح بخاری ج ۸۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۳، صحیح مسلم ۷/۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۹، نسائی، دارمی، مسلم، ابوعوانہ  
۳ صحیح الادب المفرد ج ۹۸۸ باب ۳۹۵، صحیح ابن ماجہ ۱۴۲/۱ کتاب الاقامۃ باب ۱۴، صحیح ابن خزیمہ  
۴ ۷۳/۱، احمد، السراج، دو صحیح اسناد کیا ساتھ ۱ الاحادیث الضعیفہ ج ۹۵۲، صحیح الترغیب والترہیب ۲۰۵/۱

## سورت فاتحہ کے بعد کی قراءت کا بیان

رسول اکرم ﷺ سورت فاتحہ کے بعد دوسری سورت تلاوت فرماتے کبھی آپ ﷺ کی تلاوت لمبی ہوتی تھی اور کبھی آپ ﷺ سفر کے عارضہ یا کھانسی، بیماری، یا کسی بچے کے رونے کی وجہ سے مختصر تلاوت فرماتے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اکرم ﷺ نے فجر کی نماز میں قرأت ہلکی فرمائی ایک دوسری حدیث میں ہے آپ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی تو اس میں قرآن پاک سے نہایت مختصر چھوٹی سورت تلاوت فرمائی آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے ہلکی قرأت کیوں فرمائی آپ ﷺ نے فرمایا میں نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی میں نے خیال کیا کہ اس کی والدہ ہمارے ساتھ نماز میں شریک ہے تو میں نے اچھا جانا کہ بچے کیلئے اس کی والدہ کو جلد فارغ کر دوں۔<sup>۱</sup>

بچوں کو مسجد میں لانا: سابقہ حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں کو مسجد میں لانا جائز ہے اس سلسلہ میں ایک مشہور حدیث بیان کی جاتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ [بچوں کو مسجدوں سے دور رکھو] یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے استدلال کے لائق نہیں، ابن الجوزی، ہیثمی، منذری، حافظ ابن حجر، عسقلانی، بوسیری، نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے عبدالحق اشبیلی نے اس کو بے اصل قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے میں نماز شروع کرتا ہوں میرا ارادہ نماز کو طول دینے کا ہوتا ہے لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو ہلکا کر دیتا ہوں اس لئے کہ میرا احساس یہ ہوتا ہے کہ کہیں بچے کے رونے سے والدہ مزید پریشانی میں مبتلا نہ ہو جائے۔<sup>۲</sup>

سورت فاتحہ کے بعد سورت کے ملانے کے بارے میں آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ شروع سے سورت کی تلاوت فرماتے اور عام طور پر اسے ختم فرماتے (اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں جو بعد میں آئیں گی انشاء اللہ)۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر سورت کو رکوع اور تجود سے اس کا حصہ دو۔<sup>۳</sup>

ایک روایت میں ہے کہ ایک سورت ایک رکعت میں پڑھو۔<sup>۴</sup>

۱۔ مسند احمد ۲۵۷/۳ سند صحیح ہے، ایک اور روایت کو ابن ابی داؤد نے المصاحف ۲/۱۳۴ میں بیان کیا ہے صحیح بخاری ج ۷ کتاب الاذان باب ۶۵، صحیح مسلم ۴۳/۲ کتاب الصلاة باب ۳۸ ابن ابی شیبہ ۱/۱۰۰، مسند احمد ۵۹/۱، عبدالحق المقدسی فی السنن ۲/۹ سند صحیح ہے ابن نصر، شرح معانی الآثار للطحاوی ۲۰۳/۱ سند صحیح ہے

☆ میرے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر رکعت میں مکمل سورت پڑھو تاکہ اس سورت کے باعث رکعت کا حصہ مکمل ہو اور یہ حکم استحباب کا ہے اس کی دلیل اس کے بعد ذکر ہو رہی ہے۔  
لیکن کبھی ایک سورت دو رکعت میں تقسیم کر کے پڑھتے تھے اور کبھی کامل سورت ہی کو دوسری رکعت میں بھی پڑھتے تھے۔<sup>۱</sup>

اور کبھی ایک رکعت میں دو سورتیں یا اس سے زیادہ ملا کر پڑھتے تھے۔<sup>۲</sup>

ایک انصاری مسجد قباء میں امامت کراتے ان کا معمول تھا کہ سورت فاتحہ کے بعد دوسری سورت کے ملانے سے قبل قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کی تلاوت فرماتے ہر رکعت میں اسی طرح کرتے مقتدیوں نے اس سے کہا کہ تو پہلے قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کی تلاوت کرتا ہے پھر اسکے ساتھ دوسری سورت ملاتا ہے کیا ایک سورت کی تلاوت کافی نہیں ہے؟ اگر قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کی تلاوت کافی نہیں ہے تو اس کو چھوڑ دو اور دوسری سورت کی تلاوت کرو اس نے جواب دیا میں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کی تلاوت نہیں چھوڑ سکتا، اگر تم مجھے امام رکھنا پسند کرتے ہو تو ٹھیک ہے اور اگر تمہیں پسند نہیں تو میں تمہاری امامت چھوڑنے کیلئے تیار ہوں، مقتدیوں کی نظر میں وہ سب سے افضل تھا وہ نہیں چاہتے تھے کہ اسکی موجودگی میں کوئی دوسرا ان کی امامت کرائے، رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے تو انہوں نے آپ کی خدمت میں یہ مسئلہ پیش کر دیا آپ نے امام سے کہا کہ تم مقتدیوں کی بات کیوں تسلیم نہیں کرتے ہو اور اس سورت کو ہر رکعت میں کیوں لازم کرتے ہو اس نے جواب دیا مجھے اس سورت کیساتھ محبت ہے آپ نے فرمایا اس سورت کے ساتھ تیری محبت تجھے جنت میں داخل کر دے گی۔<sup>۳</sup>

آپ کا معانی میں باہم متناسب سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا

رسول اکرم ﷺ کبھی مفصل کی ان سورتوں کو جو معانی میں متناسب ہوتیں ایک رکعت میں

ملا کر پڑھتے تھے مثلاً سورت الرحمن (۷۵:۵۵) اور والنجم (۵۳:۶۲) ایک رکعت میں،

اقتربت (۵۴:۵۵) اور الحاقہ (۶۹:۵۲) ایک رکعت میں،

الطور (۵۲:۴۹) اور الذاریات (۵۱:۶۰) ایک رکعت میں،

اِذَا وَقَعَتْ (۵۶:۹۶) اور نون (۶۸:۵۲) ایک رکعت میں،

۱ احمد، ابویعلیٰ میں دو طریق سے ہے، القراءة فی صلاة الفجر میں دیکھئے اس کی تخریج بعد میں آئے گی

۲ صحیح بخاری ج ۷ ص ۷۷ کتاب الاذان باب ۱۰۶ نے معلق بیان کیا، ترمذی نے موصولاً اور صحیح بیان کیا

سَأَلَ سَائِلٌ (۴۰:۴۰) اور النازعات (۹:۴۶) ایک رکعت میں،  
وَبِئْسَ لِلْمُطَفِّفِينَ (۸۳:۳۶) اور عبس (۸۰:۴۲) ایک رکعت میں،  
المدثر (۴۳:۵۶) اور المزمل (۴۳:۲۰) ایک رکعت میں،  
هل اتى (۶۱:۳۱) اور لا افسس يوم القيامة (۵۵:۴۰) ایک رکعت میں،  
عم يتساء لون (۴۸:۴۰) اور المرسلات (۷۷:۵۰) ایک رکعت میں،  
الدخان (۴۳:۵۹) اور اذ الشمس كوزت (۸۱:۲۹) ایک رکعت میں تلاوت فرماتے۔<sup>۱</sup>  
مذکورہ الصدر سورتوں کی ترتیب سے بخوبی اندازہ ہو رہا ہے کہ سورتوں کی قرأت میں ترتیب  
مصحف کا خیال رکھنا ضروری نہیں ہے جیسا کہ آپ نے بھی تقدیم تاخیر کے ساتھ سورتیں تلاوت کی ہیں اسی  
طرح نوافل میں سورتوں کی قرأت میں ترتیب مصحف کا خیال رکھنا ضروری نہیں اگرچہ افضل یہی ہے کہ  
ترتیب مصحف کا خیال رکھا جائے۔

مفصل سورتوں کی طرح کبھی آپ سات لمبی سورتیں مثلاً البقرة، النساء، آل عمران  
رات کے نوافل کی ایک رکعت میں جمع فرماتے، اس سلسلہ میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ملحوظ خاطر  
رکھا جائے آپ ﷺ فرماتے ہیں افضل نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام کیا جائے۔<sup>۲</sup>  
آپ ﷺ کا معمول تھا کہ نماز یا غیر نماز نفل یا فرض میں جب آپ اَلَيْسَ ذَلِكَ  
بِقَادِرٍ عَلَيَّ اَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى تِلاوت فرماتے تو سُبْحَانَكَ قَبْلِي کہتے اور جب سَبِّحْ  
اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى کا جملہ کہتے تو سُبْحَانَ رَبِّي الْاَعْلَى فرماتے۔<sup>۳</sup>

اس حدیث کے الفاظ مطلق ہیں قرأت خواہ نماز میں ہو خواہ نماز کے علاوہ ہو اور نماز خواہ نقلی ہو خواہ فرض  
ہو جبکہ ابو موسیٰ اشعری، اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ دونوں جب فرض نماز میں ان  
دونوں کی تلاوت کرتے تو جواب کے کلمات فرماتے، البتہ عمر، اور علی رضی اللہ عنہما سے مطلقاً منقول ہے۔<sup>۴</sup>

## کیا صرف فاتحہ پر اقتصار جائز ہے؟

معاذ اللہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ عشاء [آخری] کی نماز ادا کرتے وہاں سے واپس

صحیح بخاری ج ۷ ص ۷۷۵ کتاب الاذان باب ۱۰۶، صحیح مسلم ۲/۲۵۱ کتاب صلاة المسافرين باب ۲۸ ص ۲۸ صحیح  
مسلم ۲/۷۵۱ کتاب صلاة المسافرين باب ۲۱، شرح معانی الآثار للطحاوی ۲/۲۰۵ ضعیف ابوداؤد باب

۱۵۵، البیهقی سند صحیح ہے ۲/۱۳۲۲ ابن ابی شیبہ



آ کر (محلہ میں) اسی نماز کی جماعت کراتے ایک دن انہوں نے عشاء کی نماز کی امامت کرائی تو [ان کی قوم بنی سلمہ سے سلیم نامی] ایک نوجوان بھی شریک ہوا اس نے طویل قرأت سے اکتا کر [جماعت چھوڑ کر] [مسجد کے کونے میں] نماز ادا کی اونٹ کی نکیل کو پکڑا اور گھر روانہ ہو گیا جب معاذ رضی اللہ عنہ نماز پڑھا چکا تو اس سے اس کا ذکر کیا گیا اس نے کہا یقیناً وہ منافق ہے میں اس کے اس رویہ سے رسول اکرم ﷺ کو مطلع کروں گا (نوجوان کو پتہ چلا تو اس نے بھی کہا کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے رسول اللہ ﷺ کو خبردار کروں گا چنانچہ وہ دونوں صبح سویرے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے جب معاذ نے نوجوان کی شکایت لگائی تو نوجوان نے جواب دیتے ہوئے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ شخص طویل عرصہ تک آپ ﷺ کے پاس ٹھہرا رہتا ہے وہاں سے واپس آتا ہے تو لمبی قرأت پڑھنی شروع کر دیتا ہے۔

اس پر نبی ﷺ نے (معاذ کو ڈانٹ پلاتے ہوئے) کہا اے معاذ رضی اللہ عنہ تو فتنہ برپا کرنا چاہتا ہے، اور نوجوان سے دریافت کیا کہ اے میرے بھتیجے! جب تو نماز ادا کرتا ہے تو تو کیسے قرأت کرتا ہے اس نے جواب دیا میں سورت فاتحہ پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں مجھے نہیں پتہ کہ آپ کیا قرأت کرتے رہتے ہیں؟ اور معاذ کیا کرتا رہتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور معاذ بھی جنت اور دوزخ کے ارد گرد گھومتے رہتے ہیں نوجوان نے (ذرا بگڑ کر) کہا معاذ کو جلد پتہ چل جائے گا جب دشمن (اس کے سر پر) آکھڑا ہوگا (ان دنوں اس قسم کی خبریں برابر آ رہی تھیں کہ دشمن حملہ آور ہونے والا ہے) راوی بیان کرتا ہے (اس کے بعد) جلد ہی دشمن حملہ آور ہوا جس میں وہ نوجوان شہید ہو گیا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے معاذ سے دریافت کیا میرے اور تیرے مخالف کا کیا بنا اس نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! وہ سچا انسان تھا اور مجھ سے غلطی ہو گئی تھی وہ تو میدان جنگ میں واقعی شہید ہو گیا ہے۔<sup>۱</sup>

اس مسئلہ میں کہ سورت فاتحہ پر اقتصار کرنا جائز ہے میرے علم میں معاذ کی حدیث سے پہلے ایک دوسری حدیث تھی جو مسند احمد اور مسند حارث بن ابی اسامہ اور بیہقی میں ضعیف سند کے ساتھ ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی جس میں آپ نے سورت فاتحہ کے علاوہ کوئی دوسری

۱ صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۱۶۳۳ بیہقی سند صحیح ہے، صحیح ابوداؤد ج ۵ ص ۷۵۸، اصل قصہ صحیحین میں مروی ہے پہلا زائد حصہ ایک روایت کے مطابق مسلم میں ہے اور دوسرا حصہ احمد ۵/۷۴ میں ہے، تیسرا اور چوتھا زائد حصہ بخاری میں ہے

سورت تلاوت نہ فرمائی میں نے اس کتاب کے سابقہ ایڈیشنوں میں اس کو حسن قرار دیا تھا لیکن اب تحقیق کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ روایت حسن کے درجہ پر نہیں ہے اس لئے کہ اس روایت میں علیٰ حنظلہ دوسری راوی ضعیف ہے میں حیران ہوں کہ اتنی فاش غلطی کا میں کیسے مرتکب ہوا اور اس کا ضعف کیوں نہ معلوم ہو سکا، شاید میں نے اس راوی کو کوئی دوسرا راوی سمجھ لیا تھا بہر حال میں اللہ کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ جس نے مجھے اس غلطی پر متنبہ کیا اور میں نے ضروری سمجھا کہ اس ایڈیشن میں فی الفور غلطی کا ازالہ کیا جائے، مزید اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں کہ مجھے معاذ کی حدیث پر آگاہی حاصل ہوگئی جو اس مسئلہ میں واضح دلالت کر رہی ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمَّ الصَّالِحَاتُ

## کن نمازوں میں جہری اور کن میں سری قراءت مسنون ہے

رسول اکرم ﷺ صبح کی نماز اور مغرب عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اونچی قراءت فرماتے اور ظہر، عصر، مغرب کی تیسری، اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں قراءت سری فرماتے۔

اس مسئلہ میں کثرت کے ساتھ احادیث صحیحہ موجود ہیں امام نووی کے قول کے مطابق اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے، بعض احادیث آ رہی ہیں۔<sup>۱</sup>

صحابہ کرام بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی سب سے قراءت کا علم ہمیں آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کے حرکت کرنے سے ہوتا تھا۔<sup>۲</sup>

نیز کبھی کبھی آپ ﷺ سب سے قراءت سے ایک آیت اونچی آواز سے بھی پڑھ لیتے تھے۔<sup>۳</sup>

نیز آپ ﷺ جمعہ، عیدین،<sup>۴</sup> استسقاء<sup>۵</sup> اور کسوف کی نماز میں جہری قراءت فرماتے۔<sup>۶</sup>

## رات کے نوافل میں جہری اور سری قراءت دونوں طرح سے ہے

رسول اکرم ﷺ رات کے نوافل میں کبھی سب سے اور کبھی جہری قراءت فرماتے۔<sup>۷</sup>

نیز جب آپ ﷺ گھر میں نوافل ادا کرتے تو حجرہ میں آپ ﷺ کی قراءت سنائی دیتی

۱۔ ارواء الغلیل ج ۳۴۵ ص ۶۱۲ بخاری ج ۶۱ کتاب الاذان باب ۹۷، صحیح ابوداؤد ۱۵۲/۱ کتاب الصلاة باب

۲۔ صحیح بخاری ج ۶۲ کتاب الاذان باب ۹۷، صحیح مسلم ۳۷۲/۲ کتاب الصلاة باب ۳۳۳ ص ۱۶/۳ صحیح مسلم

۳۔ کتاب الجمعۃ باب ۱۶۰، صحیح ابوداؤد ۲۰۸/۱ کتاب الصلاة باب ۲۴۳ ص ۱۰۲۴ بخاری ج ۱۰۲۴ کتاب الاستسقاء

باب ۱۶، صحیح ابوداؤد ۲۲۰/۱ کتاب الصلاة باب ۲۶۳ ص ۱۰۶۵ بخاری ج ۱۰۶۵ کتاب الکسوف باب ۱۹، صحیح مسلم

۴۔ ۲۹/۳ کتاب الکسوف باب ۱۔ بخاری فی افعال العباد، صحیح مسلم ۱۹۲/۲ کتاب صلاة المسافرين باب ۳۳

تھی۔ کبھی اتنی اونچی آواز کے ساتھ قرأت فرماتے کہ حجرہ سے باہر لوگ چھت پر ہوتے ان کو بھی آواز سنائی دیتی۔<sup>۱</sup>

دن کے نوافل کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سِری، جبری کچھ بھی صحیح سند کے ساتھ منقول نہیں۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ دن کے نوافل میں سِری قرأت فرماتے تھے، نیز ایک ضعیف حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عبد اللہ بن حذافہ کے پاس سے گزرے وہ دن میں نوافل پڑھ رہا تھا اور ان میں اونچی قرأت کر رہا تھا آپ ﷺ نے اس سے کہا اے عبد اللہ! اللہ تعالیٰ تو بہر حال تیری قرأت سن رہے ہیں ہمیں سنانے کی کوشش نہ کرو۔

رسول اکرم ﷺ نے ابو بکر، عمر کو بھی اسی طرح کا حکم دیا تھا جب ایک رات آپ باہر نکلے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ ابو بکر نوافل پڑھ رہے ہیں ان کی قرأت کی آواز نہایت مخفی تھی لیکن عمر نوافل میں اونچی آواز کے ساتھ قرأت کر رہے تھے جب وہ دونوں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ابو بکر سے کہا اے ابو بکر میں رات تیرے پاس سے گزرا تو پست آواز سے نوافل پڑھ رہا تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جس سے میں سرگوشی کر رہا تھا اس تک میری آواز پہنچ رہی تھی پھر آپ نے عمر سے کہا رات تیرے پاس سے میرا گزر ہوا تو اونچی آواز کے ساتھ نوافل پڑھ رہا تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں سوئے ہوؤں کو بیدار کرنا چاہتا تھا اور شیطان کو بھگانے کا ارادہ رکھتا تھا اس پر آپ ﷺ نے ابو بکر کو ذرا اونچی آواز سے اور عمر کو نیچی آواز سے پڑھنے کا حکم دیا۔<sup>۲</sup>

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے اونچی آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کرنے والا اس انسان کی طرح ہے جو اعلانیہ صدقہ خیرات کرنے والا ہے اور پست آواز کے ساتھ قرآن پاک پڑھنے والا اس انسان کی طرح ہے جو درپردہ صدقہ دینے والا ہے۔<sup>۳</sup>

## نمازوں میں آپ ﷺ کی قرأت کا بیان

رسول اکرم ﷺ مختلف نمازوں میں مختلف سورتیں تلاوت فرماتے اس سلسلہ میں

۱ صحیح ابوداؤد ۲۳۶/۱ کتاب الصلاة باب ۳۱۶، والترندی فی الشمائل سند حسن ہے ۲ سنن نسائی ۱۹۷/۱ کتاب قیام اللیل باب ۲۱، ترندی فی الشمائل، البیہقی فی الدلائل سند حسن ہے ۳ صحیح ابوداؤد ۱/۲۴۷، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے اس کی موافقت کی

تفصیلاً جن نمازوں میں آپ ﷺ نے جو سورت تلاوت فرمائی ہم اس کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ فجر کی نماز کی قرأت: رسول اکرم ﷺ فجر کی نماز میں طَوَالِ مُفْصَل (قرآن کی آخری منزل کی) سورتیں پڑھا کرتے تھے۔<sup>۱</sup>

کبھی سورہ الواقعہ (۹۶:۵۶) اور اس جیسی سورتوں کو دو رکعتوں میں تقسیم فرما کر پڑھ لیتے تھے۔<sup>۲</sup>  
حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے فجر کی نماز میں سورۃ الطور (۸۹:۵۲) تلاوت فرمائی۔<sup>۳</sup>  
کبھی آپ ﷺ سورۃ ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيد (۱۰۰:۴۵) اور اس جیسی سورتوں کو فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں پڑھتے۔<sup>۴</sup>

اور کبھی قصار المفصل مثلاً سورۃ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (۸۱:۱۵) تلاوت فرماتے۔<sup>۵</sup>  
ایک بار آپ ﷺ نے سورۃ اِذَا زُلْزِلَتْ (۹۹:۸) دونوں رکعتوں میں تلاوت فرمائی،  
راوی کا بیان ہے مجھے کچھ معلوم نہیں کہ آپ نے بھول کر ایسا کیا یا آپ ﷺ نے جان بوجھ کر  
دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کا اعادہ کیا۔<sup>۶</sup>

لیکن بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے عمداً ایسا کیا تاکہ اس کی مشروعیت ثابت ہو۔  
ایک بار آپ ﷺ نے سفر میں فجر کی پہلی رکعت میں قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (۱۱۳:۵)  
اور دوسری رکعت میں قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ (۱۱۳:۶) تلاوت فرمائی۔<sup>۷</sup>  
آپ ﷺ نے عقبہ بن عامر سے کہا نماز میں مَعُوذَتَيْنِ تلاوت کیا کرو، ان جیسی کوئی  
سورت نہیں جن کے ساتھ کسی پناہ لینے والے نے پناہ لی ہو۔<sup>۸</sup>

اور کبھی آپ ﷺ اس سے زیادہ ساٹھ آیات یا اس سے بھی زیادہ قرأت فرماتے،  
البتہ ایک راوی کا بیان ہے ”کہ میں نہیں جانتا! کہ اتنی قرأت دونوں رکعتوں میں ہوتی تھی یا

۱ سنن نسائی ۱/۱۱۷، مسند احمد صحیح ہے ۱ مسند احمد، ابن خزیمہ ۱/۱۶۹، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی  
۲ صحیح بخاری کتاب الاذان باب ۱۰۵، صحیح مسلم ۱ صحیح مسلم ۳۹/۲ کتاب الصلاۃ باب ۳۵، صحیح ترمذی ۱/۱  
۳ ۹۷ کتاب الصلاۃ باب ۲۲۵، الارواء ح ۳۲۵ ۴ صحیح مسلم ۳۹/۲ کتاب الصلاۃ باب ۳۵، صحیح ابوداؤد ۱/۱۵۴  
۵ کتاب الصلاۃ باب ۱۳۶ ۶ صحیح ابوداؤد ۱/۱۵۴ کتاب الصلاۃ باب ۱۳۵، البیہقی صحیح ہے ۷ صحیح ابوداؤد  
۸ ۲۷۴ کتاب الصلاۃ باب ۳۵۴، ابن خزیمہ ۱/۲۶۹، ابن بشران فی الامالی، ابن ابی شیبہ ۶/۱۲، حاکم نے صحیح  
کہا، ذہبی نے موافقت کی ۸ صحیح ابوداؤد ۱/۲۷۵ کتاب الصلاۃ باب ۳۵۴، مسند احمد ۳/۱۷۱ سند صحیح ہے

ایک رکعت میں ہوتی تھی۔۔۔<sup>۱</sup>

آپ ﷺ سورۃ الروم (۶۰:۳۰) کی تلاوت کرتے تھے۔<sup>۲</sup>  
اور کبھی سورۃ یس (۸۳:۳۶) کی تلاوت کرتے تھے۔<sup>۳</sup>

ایک بار آپ ﷺ نے مکہ میں صبح کی نماز میں سورۃ المؤمنین (۱۱۸:۲۳) پڑھنی شروع کی جب موسیٰ، ہارون ﴿ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَأَخَاهُ هَارُونَ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ﴾ یاعیسیٰ (اور عیسیٰ کا ذکر اس سابقہ آیت کے چار آیات کے بعد وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَأَوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ﴿﴾ کے ذکر پر پہنچے تو آپ کو کھانسی آنی شروع ہو گئی جس کے نتیجہ میں آپ ﷺ رکوع میں چلے گئے۔<sup>۴</sup>  
اور کبھی صبح کی نماز کی سورۃ الصافات (۱۸۲:۷۷) کے ساتھ امامت کراتے۔<sup>۵</sup>

جمعہ کے دن صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں اَلَمْ تَنْزِيلِ السَّجْدَةِ (۳۰:۳۲) اور دوسری رکعت میں سورۃ هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنْسَانِ (۳۱:۷۶) تلاوت فرماتے۔<sup>۶</sup>

پہلی رکعت میں آپ ﷺ کی قرأت لمبی ہوتی تھی اور دوسری رکعت میں تھوڑی قرأت کرتے۔<sup>۷</sup>

## فجر کی سنتوں میں قرأت

رسول اکرم ﷺ فجر کی سنت کی دونوں رکعتوں میں نہایت لمبی قرأت فرماتے۔<sup>۸</sup>  
یہاں تک کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ مجھے شک گزرتا کہ شاید آپ ﷺ نے سورت فاتحہ بھی نہیں پڑھی ہے۔<sup>۹</sup>

اور کبھی آپ ﷺ پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ

- ۱ صحیح بخاری ج ۷ ص ۷۷ کتاب الاذان باب ۱۰۴، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰ کتاب الصلاة باب ۳۵ سنن نسائی ج ۱ ص ۱۱۶ کتاب الافتتاح باب ۴۱، مسند احمد ج ۵ ص ۳۶۳، بزار، سند جید ہے، سورہ روم کے بارے میں حدیث کی سند جید ہے دراصل میں نے تمام المنہ فی التعلیق علیٰ فقہ السنہ ص ۱۸۵ پر اور اسکے علاوہ بعض کتب میں اس کے خلاف کلام کی تھی لیکن اب آخر میں میری رائے یہ ہے کہ اس حدیث کی سند جید ہے ۲ احمد سند صحیح ہے ۳ صحیح بخاری تعلیقاً مع الفتح الباری ج ۲ ص ۲۱۱، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹ کتاب الصلاة باب ۳۵، الارواء ج ۱ ص ۳۹۷، مسند احمد، مسند ابی یعلیٰ، المقدسی فی المختارہ ۴ صحیح بخاری ج ۸ ص ۸۹۱ کتاب الجمعة باب ۱۰، صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۶ کتاب الجمعة باب ۱۶ صحیح بخاری ج ۷ ص ۷۷ کتاب الاذان باب ۱۰۷، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷ کتاب الصلاة باب ۳۲، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۶، مسند صحیح ہے ۹ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱ کتاب الاذان باب ۲۸، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۶ کتاب المسافرین باب ۱۳

الْيَسَا (۱۳۶:۲) پوری آیت تلاوت فرماتے اور دوسری رکعت میں قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ (۶۴:۳) پوری آیت تلاوت فرماتے۔<sup>۱</sup>

اور کبھی اس کی جگہ پر (یعنی دوسری رکعت میں قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ کے بدلہ میں) فَلَمَّا أَحَسَّ عَيْسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ (۵۲:۲۳) پوری آیت پڑھتے تھے۔<sup>۲</sup>

اور کبھی آپ ﷺ پہلی رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُونَ اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھتے تھے۔<sup>۳</sup> رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں بڑی عمدہ سورتیں ہیں۔<sup>۴</sup>

چنانچہ آپ نے ایک آدمی (صحابی) سے سنا کہ وہ پہلی رکعت میں پہلی سورت قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُونَ پڑھ رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ بندہ اپنے رب پر ایمان رکھتا ہے، اور پھر دوسری رکعت میں دوسری سورت (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) پڑھ رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو اپنے رب کی معرفت حاصل ہے۔<sup>۵</sup>

### ظہر کی نماز میں قرأت

رسول اکرم ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ کے بعد کوئی سی دوسری رکعت ملا تے تھے البتہ پہلی رکعت کی قرأت بہ نسبت دوسری رکعت کی قرأت کے لمبی ہوتی تھی۔<sup>۱</sup>

اور کبھی اس قدر قرأت طویل ہو جاتی کہ ادھر ظہر کی جماعت کی اقامت ہوئی تو ایک شخص اپنے گھر سے بقیع قبرستان کی جانب قضائے حاجت کیلئے گیا وہاں سے فارغ ہو کر گھر پہنچا وضو بنایا پھر مسجد کا رخ کیا تو معلوم ہوا کہ ابھی تک رسول اللہ ﷺ پہلی رکعت میں ہی ہیں (گویا کہ اتنی لمبی قرأت فرماتے تھے)۔<sup>۲</sup>

صحابہ کرام بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ پہلی رکعت کو اتنا لمبا اس لئے فرماتے تھے تاکہ

۱ صحیح مسلم ۱۶۱/۲ کتاب المسافرین باب ۱۳، ابن خزیمہ، حاکم [۱۶۱] صحیح مسلم ۱۶۱/۲ کتاب المسافرین باب ۱۳، صحیح ابوداؤد ۳۳۳/۱ کتاب الصلاة باب ۲۹۳ [۱۶۱] صحیح ابن ماجہ ۱۸۹/۱ کتاب الاقامة باب ۱۰۲، ابن خزیمہ

۲ الطحاوی، صحیح ابن حبان، ابن بشران، حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو الاحادیث العالیات نمبر ۱۶ میں حسن کہا ہے [۱۶۱] صحیح بخاری ج ۵۹ ح ۷۵۹ کتاب الاذان باب ۹۶، صحیح مسلم ۳۷۱/۲ کتاب الصلاة باب ۳۳

۳ صحیح مسلم ۳۸۱/۲ کتاب الصلاة باب ۳۳، بخاری فی جزء القراءة

نماز پہلی رکعت میں ہی شریک ہو سکیں۔<sup>۱</sup>

آپ ﷺ ایک رکعت میں قریباً تیس آیات التَمّ تنزیل السجده (۲۲:۳۰) کے بقدر قرأت فرماتے اس میں سورت فاتحہ بھی شامل ہے۔<sup>۲</sup>

اور کبھی آپ ﷺ وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ اور وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ اور وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى اور اس جیسی سورتیں قرأت فرماتے۔<sup>۳</sup> اور کبھی إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ اور اس جیسی سورتیں تلاوت فرماتے۔<sup>۴</sup> ظہر اور عصر کی نمازوں میں آپ ﷺ کی قرأت کا علم آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کے حرکت کرنے سے ہوتا تھا۔<sup>۵</sup>

ظہر، عصر کی نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورت فاتحہ کے بعد قرأت

رسول اکرم ﷺ ظہر کی آخری دونوں رکعتوں میں پہلی دونوں رکعتوں سے تقریباً کم (نصف) قرأت فرماتے یعنی پندرہ آیات کے بقدر قرأت فرماتے۔<sup>۶</sup>

معلوم ہوا کہ آخری دونوں رکعتوں میں سورت فاتحہ کے بعد قرأت مسنون ہے چنانچہ صحابہ کی ایک جماعت جن میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہیں اسی نظریہ کے قائل ہیں، امام شافعی (رحمہ اللہ) کا بھی یہی قول ہے، متاخرین علماء میں سے علامہ ابوالحسنات لکھنوی بھی اس کے قائل ہیں، مزید وہ کہتے ہیں کہ ہمارے بعض فقہائے حنفیہ کا یہ کہنا کہ آخری دو رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت ملانے سے سجدہ سہولاً ہو جاتا ہے، نہایت حیران کن بات ہے، ان لوگوں کے اس خیال کا رد ابراہیم حلبی اور ابن امیر حاج وغیرہ نے بہترین انداز میں کیا ہے، پس معلوم ہوا، کہ ان لوگوں کو یہ حدیث نہیں پہنچی اگر انہیں حدیث کا علم ہو جاتا تو کبھی سجدہ سہو کرنے کا حکم نہ لگاتے۔<sup>۷</sup>

اور کبھی آپ ﷺ ان آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ کی قرأت فرماتے۔<sup>۸</sup>

۱ صحیح ابوداؤد/۱۵۲ کتاب الصلاة باب ۱۳۰ سند صحیح ہے ابن خزیمہ/۱/۱۶۵/۱ مسند احمد، صحیح مسلم ۳۸/۲ کتاب الصلاة باب ۳۳ صحیح ابوداؤد/۱۵۲ کتاب الصلاة باب ۱۳۳، صحیح ترمذی/۹۷/۱ کتاب الصلاة باب ۲۲۶ ترمذی نے صحیح کہا، ابن خزیمہ/۲/۶۱/۱ صحیح ابن خزیمہ/۵۲/۶۱/۱ صحیح بخاری ج ۷ ص ۷۷ کتاب الاذان باب ۱۰۷، صحیح ابوداؤد/۱۵۲ کتاب الصلاة باب ۱۳۰ مسند احمد، صحیح مسلم ۳۸/۲ کتاب الصلاة باب ۳۳ التعلیق الممجد علی مؤطا امام محمد ص ۱۰۲ صحیح بخاری ج ۵۹ کتاب الاذان باب ۹۶، صحیح مسلم ۳۷/۲ کتاب الصلاة باب ۳۳

## ہر رکعت میں سورت فاتحہ کی قرأت واجب ہے

رسول اکرم ﷺ نے اس انسان کو حکم دیا جس نے جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی کہ وہ ہر رکعت میں فاتحہ کی قرأت کرے اس سے پہلے آپ نے اسے پہلی رکعت میں فاتحہ کے پڑھنے کا حکم دیا تھا۔<sup>۱</sup> آپ ﷺ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی نماز کی تمام رکعتوں میں ایسا کرو، اور ایک روایت میں ہے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کی قرأت کرے۔<sup>۲</sup>

ان سیرۃ نمازوں میں کبھی آپ ﷺ کوئی آیت اونچی سنا دیتے تھے۔<sup>۳</sup> صحابہ کرام بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ سے سیرۃ نمازوں میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى (۱۹:۸۷) اور هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ (۶۶:۸۸) سنی آواز سے پڑھتے ہوئے سنی۔<sup>۴</sup>

اور کبھی آپ ﷺ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ (۲۲:۸۵)، وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ (۸۶:۱۷) اور ان جیسی سورتیں تلاوت فرماتے۔<sup>۵</sup> اور کبھی وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ (۲۱:۹۲) اور اس جیسی سورتیں تلاوت فرماتے۔<sup>۶</sup>

## عصر کی نماز کی قرأت

رسول اکرم ﷺ عصر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے بعد دوسری سورت بھی ملاتے تھے اور بہ نسبت دوسری رکعت کے پہلی رکعت کی قرأت لمبی ہوتی تھی۔<sup>۷</sup> صحابہ کرام کی رائے یہ ہے کہ آپ کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ نماز کی پہلی رکعت ہی میں شامل ہو جائیں۔<sup>۸</sup> تقریباً ہر رکعت میں آپ ﷺ پندرہ آیات تلاوت فرماتے گویا عصر کی پہلی دو رکعتوں

۱ صحیح ابوداؤد ۱۶۲/۱ کتاب الصلاة باب ۱۳۹، مسند احمد سند قوی ہے۔ صحیح بخاری ج ۵۷ کتاب الاذان باب ۹۵، صحیح مسلم ۱۱/۲ کتاب الصلاة باب ۱۱، مسند احمد سند جید ہے۔ صحیح بخاری ج ۵۹ کتاب الاذان باب ۹۶، صحیح مسلم ۳۷/۲ کتاب الصلاة باب ۳۳۔ صحیح ابن خزیمہ ۲/۱۶۷، الضیاء المقدی فی المختارہ سند صحیح ہے۔ بخاری فی جزء القراءة، صحیح ترمذی ۱/۹۷ کتاب الصلاة باب ۲۲۶ ترمذی نے صحیح کہا۔ صحیح ابوداؤد ۱۵۱/۱ کتاب الصلاة باب ۱۳۲، طیالسی۔ صحیح بخاری ج ۵۹ کتاب الاذان باب ۹۶، صحیح مسلم ۱۲/۳۹ کتاب الصلاة باب ۳۳۔ صحیح ابوداؤد ۱۵۱/۱ کتاب الصلاة باب ۱۳۰، سند صحیح ہے، ابن خزیمہ



کی قرأت ظہر کی نماز کی قرأت کی بہ نسبت نصف ہوتی تھی اور آخری دونوں رکعتیں پہلی دونوں رکعتوں سے قرأت کے لحاظ سے آدھی ہوتی تھیں۔<sup>۱</sup>

آپ ﷺ دونوں میں صرف فاتحہ پڑھتے تھے، اور کبھی آپ کوئی آیت اونچی آواز میں لوگوں (صحابہ) کو سناتے تھے اور ظہر کی نماز میں جن سورتوں کے پڑھنے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے عصر کی نماز میں بھی ان سورتوں کی آپ تلاوت فرماتے تھے۔<sup>۲</sup>

### مغرب کی نماز میں قرأت

رسول اکرم ﷺ کبھی مغرب کی نماز میں قِصَارِ مُفْصَل (سورة البینہ سے لے کر سورة الناس تک) سورتیں تلاوت فرماتے تھے۔<sup>۳</sup>

صحابہ کرام آپ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کرتے اور ان کے ساتھ سلام پھیرتے (یعنی نماز سے فارغ ہوتے)، نماز سے لوٹنے والے کو تیر اندازی کرتے ہوئے اتنی روشنی ہوتی تھی کہ اسے تیر کے گرنے کی جگہ نظر آتی تھی۔<sup>۴</sup>

آپ ﷺ نے سفر میں مغرب کی نماز میں بھی دوسری رکعت میں سورت والتین تلاوت فرمائی۔<sup>۵</sup> اور کبھی آپ ﷺ طَوَالِ مُفْصَل (سورة الحجرات سے لے کر سورة الانشقاق تک)، اوساط مفصل اور کبھی اللذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ تلاوت فرماتے۔<sup>۶</sup>

اور کبھی آپ ﷺ والطور (۳۹:۵۲) اور کبھی والمرسلات (۵۰:۷۷) تلاوت فرماتے خیال رہے کہ والمرسلات آپ نے اپنی آخری نماز میں تلاوت فرمائی۔<sup>۷</sup>

اور کبھی آپ دو لمبی سورتوں میں سے زیادہ لمبی سورت الاعراف (۲۰۶:۷) (بالاتفاق الاعراف یا الانعام علی الاربع جیسا کہ فتح الباری میں ہے) دو رکعتوں میں تلاوت فرماتے۔<sup>۸</sup>

۱۔ مسند احمد ۲/۳، صحیح مسلم ۳۸/۲ کتاب الصلاة باب ۳۳، صحیح بخاری ج ۵۹۹ کتاب الاذان باب ۹۶، صحیح

مسلم ۳۷/۲ کتاب الصلاة باب ۳۳، نسائی ۱۹/۱ کتاب السجود باب ۱۵، مسند احمد ۲/۳۰۰، صحیح بخاری ج ۵۵۹ کتاب مواقیف الصلاة باب ۱۸، صحیح مسلم ۱۱۳/۱ کتاب المساجد باب ۳۸، طیالسی، مسند احمد صحیح ہے

۲۔ ابن خزیمہ ۲/۱۶۶، طبرانی، مقدسی صحیح ہے، ۷، ۸، صحیح بخاری ج ۶۵ کتاب الاذان باب ۹۹، صحیح

مسلم ۴۱/۲ کتاب الصلاة باب ۳۵، صحیح بخاری ج ۶۳ کتاب الاذان باب ۹۸، صحیح ابوداؤد ۱۵۳/۱ کتاب

الصلاة باب ۱۳۳، ابن خزیمہ ۱/۱۶۸، احمد السراج، المخلص

اور کبھی آپ ﷺ دونوں رکعتوں میں الانفال (۸: ۷۵) تلاوت فرماتے۔<sup>۱</sup>

## مغرب کی سنتوں کی قرأت

مغرب کے بعد کی سنتوں میں آپ ﷺ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ (۶: ۱۰۹) اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (۱۱۲: ۳) تلاوت فرماتے۔<sup>۲</sup>

## عشاء کی نماز کی قرأت

رسول اکرم ﷺ عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اَوْسَاطِ مَفْصَلٍ (سورة البروج سے لے کر سورة البينه تک) تلاوت فرماتے۔<sup>۳</sup>

چنانچہ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا (۹۱: ۱۵) اور اس جیسی سورتیں تلاوت فرماتے۔<sup>۴</sup>

اور کبھی إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ تلاوت فرماتے اور اس میں سجدہ کرتے۔<sup>۵</sup>

ایک دفعہ آپ ﷺ نے سفر میں پہلی رکعت میں وَالَّتَيْنِ تلاوت فرمائی۔<sup>۶</sup>

آپ ﷺ نے اس نماز میں لمبی قرأت سے منع فرمایا جب معاذ نے اپنے ساتھیوں کو عشاء کی نماز پڑھائی اور لمبی قرأت پڑھی تو ایک انصاری جماعت سے نکلا اور اس نے الگ نماز پڑھ لی معاذ کو بتایا گیا تو اس نے کہا کہ وہ منافق ہے اور جب انصاری کو پتہ چلا کہ معاذ نے اس کو منافق کہا ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ کے پاس معاذ کے خلاف شکایت لگائی اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے معاذ! تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنا چاہتے ہو جب تم جماعت کراؤ تو ﴿وَالشَّمْسِ﴾ ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ اور ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى﴾ کی تلاوت کرو اس لئے کہ تیری اقتداء میں بوڑھے کمزور ضرورت مند نماز ادا کرتے ہیں۔<sup>۷</sup>

۱ طبرانی کبیر سند صحیح ہے ۲ مسند احمد ۹۹/۲، المقدی، سنن نسائی ۱۲۰/۱ کتاب الافتتاح باب ۶۸، ابن نصر، طبرانی

۳ سنن نسائی ۱۱۹/۱ کتاب الافتتاح باب ۶۱، مسند احمد ۳۰۰/۲ سند صحیح ہے ۴ مسند احمد، صحیح ترمذی ۹۹/۱ کتاب

الصلاة باب ۲۲۸ حدیث حسن ہے ۵ صحیح بخاری ج ۶۶ کتاب الاذان، صحیح مسلم کتاب الصلاة، نسائی

۶ صحیح بخاری کتاب الاذان باب ۶۱، صحیح مسلم ۳۱/۲ کتاب الصلاة باب القراءة فی العشاء، سنن نسائی

۷ ۱۲۰/۱ کتاب الافتتاح باب القراءة فی العشاء، ارواء الغلیل ج ۲۹۵

## رات کے نوافل کا بیان

رسول اکرم ﷺ کبھی نوافل میں جہری اور کبھی سری قرأت پڑھتے۔<sup>۱</sup>  
اور کبھی مختصر قرأت پڑھتے اور کبھی لمبی قرأت پڑھتے اور کبھی بہت ہی لمبی قرأت  
پڑھتے چنانچہ عبد اللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں! کہ میں ایک رات نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھ  
رہا تھا آپ ﷺ مسلسل قیام میں رہے یہاں تک کہ میں نے کچھ غلط خیال کیا کسی نے پوچھا آپ  
نے کیا غلط خیال کیا اس نے جواب دیا میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ میں نماز توڑ کر بیٹھ جاؤں اور نبی  
ﷺ کی اقتداء چھوڑ دوں۔<sup>۲</sup>

حذیفہ بن یمان بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نفل نماز میں  
شریک ہوا آپ ﷺ نے سورۃ البقرۃ شروع کی میں نے محسوس کیا کہ سو آیات پڑھ کر رکوع میں  
چلے جائیں گے لیکن آپ ﷺ پڑھتے چلے گئے میں نے خیال کیا کہ سورۃ البقرۃ کو دو رکعتوں میں  
تقسیم کریں گے لیکن آپ ﷺ پڑھتے رہے پھر میں نے خیال کیا کہ سورۃ البقرۃ ختم کر کے رکوع  
میں چلے جائیں گے لیکن آپ ﷺ نے سورۃ البقرۃ کو ختم کر کے سورۃ النساء شروع کر دی، پڑھتے  
رہے یہاں تک کہ اسے ختم کر لیا پھر سورہ آل عمران کو پڑھنا شروع کر دیا اس کو بھی ختم کر ڈالا  
نہایت آہستگی سے پڑھتے جاتے تھے، جب ایسی آیات کے پاس سے گزرتے جن میں سبحان  
اللہ کہنے کا حکم ہوتا تو سبحان اللہ کہتے اگر کچھ مانگنے کا ذکر ہوتا تو سوال فرماتے اگر پناہ مانگنے کا ذکر  
ہوتا تو اعوذ باللہ پڑھتے (سورہ آل عمران ختم کر کے) پھر آپ ﷺ نے رکوع فرمایا۔<sup>۳</sup>  
اسی طرح ایک رات آپ ﷺ بیمار تھے باوجود اس کے آپ ﷺ نے سات طویل  
سورتیں تلاوت فرمائیں۔<sup>۴</sup>

معلوم ہوا کہ نمازوں میں قرآن پاک کی ترتیب کا خیال رکھنا ضروری نہیں جبکہ آپ ﷺ نے  
سورہ آل عمران کی تلاوت سورۃ النساء کے بعد کی ہے حالانکہ آل عمران قرآن پاک میں النساء سے پہلے ہے  
سات لمبی سورتیں یہ ہیں البقرۃ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانعام، الاعراف، التوبہ۔

۱ سنن نسائی ۱۹۷/۱ کتاب قیام اللیل باب ۲۱ سند صحیح ہے ۲ صحیح بخاری کتاب التہجد صحیح مسلم ۱۸۶/۲ کتاب  
صلاة المسافرين باب ۲۷ صحیح مسلم ۱۸۶/۲ کتاب صلاة المسافرين باب ۲۷، سنن نسائی ۱۹۸/۱ کتاب قیام  
اللیل باب ۲۹ ابو یعلیٰ، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

اور کبھی آپ ﷺ ان سورتوں میں سے ایک رکعت میں ایک سورت تلاوت فرماتے۔<sup>۱</sup>

مکمل قرآن پاک کتنی مدت میں ختم کرنا چاہئے؟

لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کبھی آپ نے ایک رکعت میں مکمل قرآن پاک ختم کیا ہو۔<sup>۲</sup>

بلکہ آپ ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا چنانچہ آپ ﷺ نے عبداللہ بن عمرو سے فرمایا!

ایک ماہ میں قرآن پاک ختم کر لیا کرو اس نے کہا مجھ میں اس سے زیادہ تلاوت کرنے کی طاقت

ہے، آپ ﷺ نے فرمایا! تو بیس دن میں ختم کر لیا کرو اس نے کہا مجھ میں مزید طاقت ہے، آپ

ﷺ نے فرمایا! اچھا سات دن میں مکمل کر لیا کرو اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔<sup>۳</sup>

پھر آپ ﷺ نے اس کو پانچ دنوں میں ختم کرنے کی اجازت فرمائی۔<sup>۴</sup>

پھر آپ ﷺ نے اس کو تین دنوں میں ختم کرنے کی اجازت فرمائی۔<sup>۵</sup>

اور اس کو اس سے کم دنوں میں ختم کرنے سے منع فرمایا۔<sup>۶</sup>

اور اس کا سبب بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے تین دن سے کم

میں ختم کیا وہ قرآن پاک کے سمجھنے سے محروم رہا۔<sup>۷</sup>

بعض الفاظ یوں ہیں قرآن پاک سے اس شخص کو کچھ سمجھ حاصل نہیں ہو سکتی جو تین دن

سے کم میں قرآن پاک ختم کرتا ہے۔<sup>۸</sup>

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ عام طور پر ہر عبادت کرنے والا انسان نشاط کی کیفیت

میں خوش و خرم رہتا ہے اور ہر وہ شخص جو برائیوں میں مجور رہتا ہے بالآخر وہ سستی و کاہلی میں مدہوش

رہتا ہے گویا کہ ایک شخص سنت کی جانب رواں دواں ہے جب کہ دوسرا شخص بدعت میں جکڑا ہوا

ہے چنانچہ جس شخص کا قدم سنت کی جانب ہے وہ ہدایت کی جانب ہے اور جس شخص کا قدم سنت

کے مخالف ہے تو وہ خائب و خاسر ہے۔<sup>۹</sup>

۱ ابو داؤد، نسائی سند صحیح ہے ۲ صحیح مسلم ۱۷۱/۲ باب جامع صلاة اللیل، ابو داؤد ۳ صحیح بخاری کتاب فضائل

القرآن باب ۳۴، صحیح مسلم ۱۶۲/۳ کتاب الصیام باب ۳۳ ۴ سنن نسائی ۱/۲۶۷ باب صیام خمسة ایام من

الشهر ترمذی نے صحیح کہا ۵ صحیح بخاری کتاب الصیام باب ۵۸، مسند احمد ۱، دارمی، سنن سعید بن منصور سند صحیح

ہے ۶ مسند احمد ۱۲/۱۶۳-۱۶۵ سند صحیح ہے ۷ دارمی، صحیح ترمذی ۱۷۱/۳ ابواب القراءات باب ۲ ترمذی نے صحیح کہا

۸ مسند احمد ۱۵۸/۲، صحیح ابن حبان

امام طحاوی کا قول: اس حدیث سے مراد معاملات کی ادائیگی میں تیزی مقصود ہے جن اعمال کے ادا کرنے میں مسلمان ارادہ کرتے ہیں کہ ان کی ادائیگی میں وہ اللہ کا قرب حاصل کریں جب کہ رسول اللہ کو ان معاملات میں تیزی مقصود نہ تھی بلکہ میانہ روی مقصود تھی اور اس کی ادائیگی سے آسانی کے ساتھ نکلنا تھا نیز آپ نے حکم دیا کہ اعمال صالحہ کے ساتھ خود کو وابستہ رکھا جائے کہ ان پر بیٹنگی قائم رہے اور ان کا لزوم باقی رہے یہاں تک کہ وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری دیں اور اللہ کی ذات سے ان کی ملاقات ہو چنانچہ اس کی وضاحت میں نبی ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا سب سے افضل عمل اللہ کے ہاں وہ عمل ہے جس میں دوام ہو اگرچہ کم ہو۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث جس کے شروع میں یہ قول ہے کہ ”یہ حدیث مروی ہے“ حالانکہ وہ حدیث صحیح، متفق علیہ ہے اور عاکشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) اس کی راوی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم نہیں فرماتے تھے۔<sup>۱</sup>

نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص ایک رات میں دو سو آیات نوافل میں تلاوت کرتا ہے وہ اطاعت گزار مخلص لوگوں کے زمرہ میں شمار ہوتا ہے۔<sup>۲</sup>

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ ہر رات سورہ بنی اسرائیل (۱۷:۱۱۱) اور الزمر (۳۹:۷۵) تلاوت فرماتے تھے۔<sup>۳</sup>

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص ایک رات میں نوافل میں سو آیات تلاوت کرتا ہے وہ غفلت شعرا لوگوں کی فہرست میں شمار نہیں ہوتا ہے۔<sup>۴</sup>

اور کبھی آپ ﷺ ہر رکعت میں پچاس آیات یا اس سے زیادہ تلاوت فرماتے۔<sup>۵</sup>

اور کبھی یا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ (۴۳:۲۰) کے بقدر تلاوت فرماتے۔<sup>۶</sup>

لیکن آپ ﷺ تمام رات نوافل نہیں پڑھا کرتے تھے ہاں کبھی کبھی ایسا ہو جاتا تھا۔<sup>۷</sup>

میں کہتا ہوں: معلوم ہوا ہمیشہ یا اکثر طور پر تمام رات بیدار رہنا سنت نبوی کے خلاف ہے اگر تمام رات بیدار رہنا فضیلت کا کام ہوتا تو آپ ضرور بیدار رہتے اس لئے کہ بہترین راستہ محمد ﷺ کا راستہ ہے۔

۱ ابن سعد، ۱/۶۱، ۳۷۷، ابوالشیخ فی اخلاق النبی ﷺ ص ۲۸۱، داری حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

۲ مسند احمد، ابن نصر صحیح ہے، داری، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی، صحیح بخاری، ابوداؤد

۳ مسند احمد، صحیح ابوداؤد، کتاب قرآۃ القرآن صحیح ہے، صحیح مسلم ۱۰/۲۰۱، کتاب صلاة المسافرين

باب جامع صلاة اللیل ومن نام عنه او مرض، ابوداؤد

کیا امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) نے ۴۰ سال عشاء کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی ہے؟

امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے چالیس سال تک عشاء کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز ادا فرمائی ہے اس کا کچھ اصل نہیں علامہ فیروز آبادی نے الرد علی المعترض (۱:۴۴) میں اس کا تجزیہ پیش کرتے ہوئے اس کو واضح جھوٹ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس قسم کے واقعات کو امام صاحب کی طرف منسوب کرنا کسی طرح بھی درست نہیں اور نہ ہی اس واقعہ سے ان کے مقام میں کچھ اضافہ ہوتا ہے کیا یہ حقیقت نہیں کہ امام صاحب جیسا آدمی افضل عمل بجلائے اس لئے ہر نماز کیلئے نیا وضو کرنا بہر حال اس سے افضل ہے کہ پہلے وضو کے ساتھ ہی دوسری نماز ادا کی جائے اس کے ساتھ ساتھ اگر اس واقعہ کو درست مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ امام صاحب مسلسل چالیس سال رات بھر بیدار رہے لیکن یہ ناممکن ہے کہ ایک انسان اتنا لمبا عرصہ جاگتا رہے زیادہ سے زیادہ اس واقعہ کے بارے میں ہم جو کچھ کہہ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ واقعہ بعض متعصب جاہل قسم کے لوگوں کا وضع کردہ ہے اس قسم کے خرافات ذکر کرنے سے امام صاحب کی شان دو بالا نہیں ہوتی بلکہ کئی قسم کے شکوک و شبہات جنم لیتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن خباب بن ارت رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اس کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات بیدار رہے اور نوافل ادا کرتے رہے یہاں تک کہ صبح صادق ہوگئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے سلام پھیرا تو خباب نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں آج رات جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل پڑھے ہیں اس سے پہلے میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نماز ادا کرتے نہیں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کہنا بالکل درست ہے اور جان لو کہ نماز ایسی عبادت ہے جس میں اشتیاق کو اللہ کے ساتھ بڑھایا جائے اور اس کے عذاب سے پناہ مانگی جائے چنانچہ میں نے اپنے پروردگار سے تین باتوں کا سوال کیا جن میں سے دو باتوں کو پزیرائی حاصل ہوئی ایک بات کو تسلیم نہ کیا گیا ایک سوال یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس طرح تباہ و برباد نہ کرے جس طرح اس نے پہلی امتوں کو تباہ و برباد کیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا پھر میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا ہم پر ہمارے دشمن کو غلبہ حاصل نہ ہو یہ بھی قبول کر لیا گیا پھر میں نے سوال کیا کہ امت محمدیہ میں اختلاف رونما نہ ہو لیکن اسے قبول نہیں کیا گیا۔<sup>۱</sup>

۱ سنن نسائی ۱۹۵/۱ کتب قیام اللیل و تطوع النہار باب ۱۶، مسند احمد ۱۰۹/۵-۱۰۸، الطبرانی صحیح ترمذی ۲/۲۳۳۱ ابواب الفتن باب ۱۳ ترمذی نے صحیح کہا

ایک رات آپ ﷺ صبح تک قیام فرماتے رہے لیکن صرف اِنْ تَعَذَّبْتَهُمْ فَانَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرَ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (المائدہ: ۱۱۸) آیت ہی تمام نماز میں یہاں تک کہ رکوع و سجود میں بھی یہی آیت تلاوت کرتے رہے اور دعائیں بھی یہی آیت دہراتے رہے صبح کی نماز کے بعد ابو ذر نے آپ ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ رات بھر یہی آیت تلاوت کرتے رہے بلکہ رکوع اور سجور اور دعائیں بھی یہی آیت دہراتے رہے حالانکہ اللہ پاک نے آپ ﷺ کو تمام قرآن کا علم دیا ہے اگر ہمارے جیسا اس طرح نوافل ادا کرتا تو ہم اس پر ٹوٹ پڑتے آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اس رات اپنی امت کے لئے شفاعت کرنے کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے سوال کو شرف قبول عطا فرمایا ان شاء اللہ ہر وہ انسان جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا اس کو میری سفارش سے فائدہ پہنچے گا۔<sup>۱</sup>

ایک صحابی نے آپ ﷺ سے استفسار کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا ایک پڑوسی ہے جو رات بھر قیام کرتا ہے لیکن بار بار صرف قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (۴:۱۱۲) کو ہی دہراتا رہتا ہے اس کے علاوہ کوئی دوسری آیت تلاوت نہیں کرتا آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ سورت ثلث ۱/۳ قرآن کے برابر ہے۔<sup>۲</sup>

### نماز وتر

رسول اکرم ﷺ وتر نماز کی پہلی رکعت میں سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى (۱۹:۸۷) اور دوسری میں قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (۶:۱۰۹) اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (۴:۱۱۲) تلاوت فرمایا کرتے تھے۔<sup>۳</sup>

اور کبھی تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کے ساتھ قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (۵:۱۱۳) اور قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ (۶:۱۱۴) کا اضافہ فرماتے۔<sup>۴</sup>

۱ سنن نسائی ۱۲۲/۱ کتاب الافتتاح باب تردد الآية، ابن خزیمہ ۷۰۱/۱، مسند احمد ۱۳۹/۵، ابن نصر، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی ۱۳۱/۱۵، صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب ۱۳ ۱۳۱/۱۳ سنن نسائی ۲۰۳/۱ باب نوع الآخر من القراءة في الوتر، حاکم نے صحیح کہا ۱۳۱/۲ صحیح ترمذی ۱۱۳۳/۲ ابواب الوتر باب ۳۳۵، ابوالعباس الاصم ج ۲ ح ۱۱۷، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

اور ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک رکعت نماز وتر پڑھی اس میں سو آیات سورۃ النساء (۱۷۶:۴) سے تلاوت فرمائیں۔<sup>۴</sup>

اور وتر کے بعد دو رکعتوں میں اِذَا زُلْزِلَتْ (۸:۹۹) اور قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ (۶:۱۰۹) تلاوت فرماتے تھے۔<sup>۵</sup>

خیال رہے کہ وتر کے بعد دو نفل ادا کرنا مسلم وغیرہ میں مذکور ہے لیکن ایک دوسری روایت کہ (تم رات کے نوافل کے آخر میں وتر پڑھو) کے مخالف ہے ان دونوں کے درمیان علماء نے مطابقت پیدا کرنے کیلئے مختلف توجیہات ذکر کی ہیں میرے نزدیک کوئی بھی توجیہ اہمیت کی حامل نہیں ہے لہذا احتیاط اس میں ہے کہ وتروں کے بعد دو نفل نہ پڑھے جائیں، بعد ازاں مجھے ایک صحیح حدیث سے آگاہی ہوئی جس میں وتر کے بعد دو رکعت نفل ادا کرنے کا حکم تھا پھر اس حکم کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کا عمل بھی مؤید ہوا لہذا وتر نماز کے بعد دو نفل نماز ادا کرنا تمام لوگوں کیلئے جائز ہے البتہ آپ کا ارشاد کہ اپنی آخری نماز وتر نماز سمجھو اس کو استحباب پر محمول کیا جائے گا پس تضاد ختم ہو گیا۔<sup>۶</sup> والحمد لله علی توفیقہ

### نماز جمعہ

رسول اکرم ﷺ نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۃ الجمعة (۱۱:۶۲) اور دوسری میں اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ (۱۱:۶۳) اور کبھی اس کی جگہ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْعَاشِيَةِ (۲۶:۸۸) تلاوت فرماتے۔<sup>۷</sup>

اور کبھی پہلی رکعت میں سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى (۱۹:۸۷) اور دوسری میں هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْعَاشِيَةِ (۲۶:۸۸) تلاوت فرماتے۔<sup>۸</sup>

### نماز عید

کبھی آپ ﷺ نماز عید کی پہلی رکعت میں سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى (۱۹:۸۷) اور دوسری میں هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْعَاشِيَةِ (۲۶:۸۸) تلاوت فرماتے، اور کبھی ان دونوں

۱ سنن نسائی ۱/۲۰۳ کتاب قیام اللیل باب القراءة فی الوتر، مسند احمد ۴/۱۹۱ سند صحیح ہے ۲ احمد، ابن نصر، طحاوی ۱/۲۰۲، ابن خزیمہ، ابن حبان سند صحیح ہے ۳ الاحادیث الصحیحہ ح ۱۹۹۳ ص ۱۵۳ مسلم ۱۵/۳ باب ما یقرأ فی صلاة الجمعة، صحیح ابوداؤد ۱/۲۰۸ باب ما یقرأ فی الجمعة، ارواء الغلیل ح ۳۳۵ ص ۲۰۹ باب ما یقرأ فی الجمعة



میں ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيد (۵۴:۵۰) اور اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ (۵۵:۵۴) تلاوت فرماتے۔<sup>۱</sup>

### نماز جنازہ

نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد فاتحہ الکتاب اس کے بعد کوئی ایک سورت پڑھی جائے۔<sup>۲</sup> اور پہلی تکبیر کے بعد سری (خاموش) قرأت کیساتھ پڑھی جائے۔<sup>۳</sup> امام شافعی، احمد، اسحاق بن راہویہ (رحمہم اللہ) کا قول ہے کہ صرف سورت فاتحہ پڑھی جائے متاخرین احناف کا بھی یہی مسلک ہے البتہ شوافع کے نزدیک سورت فاتحہ کے بعد دوسری سورت کو بھی ملایا جائے اور یہی درست ہے۔

### قرأت آہستہ آہستہ اور اچھی آواز سے کرنے کا بیان

رسول اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق آہستہ آہستہ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تھے، جلدی جلدی اور تیز پڑھنے سے کنارہ کشی فرماتے بلکہ ایک ایک حرف الگ الگ کر کے (وضاحت کے ساتھ) پڑھتے۔<sup>۴</sup>

سورت کو اس آہستگی سے تلاوت کرتے کہ یوں معلوم ہوتا کہ ایک چھوٹی سورت لمبی سورت سے بھی زیادہ لمبی ہوگئی ہے۔<sup>۵</sup>

چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ قرآن کے حافظ کو کہا جائے گا کہ تم قرآن پاک پڑھتے جاؤ اور سیڑھیوں پر چڑھتے جاؤ اور جس طرح تم دنیا میں آہستہ آہستہ پڑھا کرتے تھے اسی طرح پڑھتے جاؤ، آپ کی منزل وہاں ہے جہاں آپ کا قرآن ختم (آخری آیت) ہوگا۔<sup>۶</sup>

رسول اکرم ﷺ حروف مد کو لمبا کر کے پڑھتے تھے مثلاً بِسْمِ اللّٰہِ کو لمبا کر کے

۱ صحیح مسلم ۲۱/۳ کتاب صلاة العیدین باب ما یقرأ بہ فی صلاة العیدین، صحیح ابوداؤد ۱/۲۱۳ باب ما یقرأ فی الاضحی والفقیر ۲ صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ۶۵، صحیح ابوداؤد ۲/۶۱۶ ابواب الجنائز باب ۵۹، سنن نسائی ۲۲۸/۱ کتاب الجنائز باب الدعاء فی الجنائز، ابن لجاورد، اور یہ زیادتی شاذ قرار نہیں دی جاسکتی جیسا کہ شیخ توجیری نے کہا ہے مقدمۃ الکتاب ص ۶-۸ میں دیکھئے ۳ سنن نسائی ۲۲۸/۱ کتاب الجنائز باب الدعاء فی الجنائز، طحاوی سند صحیح ہے ۴ ابن المبارک فی الزهد ۱/۱۶۲، الکواکب ص ۵۷، ابوداؤد، مسند احمد ۲۹۳/۶ سند صحیح ہے ۵ صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرین باب جواز النافلة قائماً وقاعداً، مالک صحیح ابوداؤد ۵/۲۷ ابواب الوتر، صحیح ترمذی ۱۰/۳ ابواب فضائل القرآن باب ۱۸ ترمذی نے صحیح کہا

پڑھتے اور الرَّحْمٰن کو لمبا کر کے پڑھتے اور الرَّحِيْم کو لمبا کر کے پڑھتے تھے۔<sup>۱</sup>  
اور نصید جیسے الفاظ کو بھی لمبا کر کے پڑھتے تھے۔<sup>۲</sup>

تمام آیتوں کے آخر پر وقف فرماتے اس کا ذکر پہلے (سورت فاتحہ کی قرأت میں) ہو چکا ہے۔  
اور نبی ﷺ کبھی قرأت میں اپنی آواز کو حلق میں دہراتے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فتح  
مکہ کے دن کیا جب آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے کہ سورۃ الفتح کی قرأت لچکدار انداز میں فرمائی۔<sup>۳</sup>  
ابن مغفل رضی اللہ عنہ نے آواز کے دہرانے کی کیفیت کو (T T T) کے کہنے کیساتھ بیان کیا ہے۔  
حافظ ابن حجر آ آ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ہمزہ مفتوحہ ہوگا اور اس کا الف  
ساکن ہوگا پھر اس کے بعد دوسرا مفتوح ہمزہ ہوگا ملا علی قاری نے ابن حجر کے علاوہ سے بھی اسی طرح کی  
بات نقل کی ہے اسکے بعد فرماتے ہیں کہ زیادہ واضح یہ معلوم ہوتا ہے کہ بے شک یہ تین الف ممدودہ ہیں۔  
اور رسول اکرم ﷺ قرآن کو اچھی آواز سے پڑھنے کا حکم فرماتے، رسول اللہ ﷺ  
فرماتے ہیں قرآن کو خوبصورت آواز کے ساتھ پڑھو اس لئے کہ خوبصورت آواز سے قرآن میں  
مزید حسن پیدا ہوتا ہے۔<sup>۴</sup>

خیال رہے کہ مذکورہ حدیث میں بعض راویوں نے تبدیلی کی ہے چنانچہ انہوں نے اس  
روایت کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ تم قرآن پاک کیساتھ اپنی آوازوں کو خوش نمائناؤ لیکن  
یہ مقلوب روایتِ رِوَايَةٌ أَوْ رِوَايَةٌ غَلَطَ ہے اور جن لوگوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے وہ راہِ صواب  
سے دور ہیں جبکہ وہ اس مسئلہ میں صحیح اور واضح حدیث کی مخالفت کر رہے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ  
یہ حدیث مقلوب حدیث کی صحیح مثال ہے تفصیل احادیث الضعیفہ ج ۵۳۲۸ میں ملاحظہ فرمائیں  
قرآن پاک کو نہایت خوبصورت آواز میں پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ جب تم اس شخص  
کی قرأت کو سنو تو تم اسکے بارے میں خیال کرو کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ سے خوفزدہ ہے۔<sup>۵</sup>

۱ صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب ۲۹، صحیح ابوداؤد ۵/۲۷۱ ابواب الوتر باب ۲۰، بخاری فی افعال العباد  
سند صحیح ہے ۲ صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب ۳۰، صحیح مسلم ۴/۱۹۳ کتاب صلاة المسافرين باب ۳۲  
۳ صحیح بخاری تعليقا کتاب التوحید باب ۵۲، صحیح ابوداؤد ۵/۲۷۱ کتاب تفریع ابواب الوتر باب ۳۵۵، دارمی،  
حاکم، تمام الرازی و سندیں صحیح ہیں ۴ حدیث صحیح ہے ابن المبارک فی الزہد ۱/۱۶۲، الکواکب ص ۵۷۵، دارمی  
ابن نصر الطبرانی، البوعینم فی اخبار اصہبان، الضیاء فی المختارہ

رسول اللہ ﷺ اچھی آواز (ترنم) کے ساتھ قرآن پڑھنے کا حکم دیتے، نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں اللہ کی کتاب کا علم حاصل کرو اور اس کو ذہن میں محفوظ کرو اور خوبصورت آواز سے پڑھو مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اونٹ کے گھٹنوں کی رسی اگر کھول دی جائے تو وہ اتنی تیزی سے نہیں بھاگتا جتنی تیزی سے قرآن پاک حافظہ سے نکل جاتا ہے۔<sup>۱</sup>

نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص خوبصورت آواز اور ترنم کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت نہیں کرتا وہ ہم سے نہیں ہے۔<sup>۲</sup>

تنبیہ و اعتراض: ابن الاثیر نے جامع الاصول (۲/۳۵۷) میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی بخاری میں ہے چنانچہ اس پر حاشیہ میں استاذ عبد القادر ارنؤط اور اسکے معاونین نے اعتراض اٹھایا ہے کہ علامہ البانی نے صفة صلاة النبی ﷺ میں اس حدیث کو ابو داؤد کجیانب منسوب کیا ہے حالانکہ یہ حدیث صحیح بخاری میں مذکور ہے جبکہ اہل علم کا طریق یہ ہے، کہ جب کوئی حدیث صحیح ہو یا ان دونوں میں سے کسی ایک کتاب میں مذکور ہو تو وہاں کسی دوسری کتاب کا حوالہ دینا درست نہیں۔

جواب: آپ کا اعتراض درست ہے لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جب میں نے اس کتاب کو ترتیب دیا تھا تو مجھے اس بات کا علم تھا کہ یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری میں موجود ہے میں نے ارادہ اس حدیث کو بخاری کی طرف منسوب نہیں کیا نہ عدم علم کی بناء پر ایسا ہوا ہے اور نہ ہی مجھ سے سہوا ہوا ہے اگر مجھے علم نہ ہوتا یا مجھ سے سہوا ایسا ہوتا تو اتنا لمبا عرصہ گزرنے پر بھی جبکہ کتاب کے پانچ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں مجھے ضرور پتہ چل جاتا لیکن الحمد للہ نہ تو مجھ سے بھول ہوئی ہے اور نہ میں اس سے ناواقف تھا مجھے علی وجہ البصیرت اس بات کا علم تھا کہ اس حدیث کے راوی ابو عاصم الضحاک بن مخلد النبیل اگرچہ ثقہ ہیں لیکن ان سے خطا ہو گئی ہے جب انہوں نے اس حدیث کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس لئے کہ اس روایت کو ابو عاصم نے ابن جریج سے اس نے ابن شہاب سے اس نے ابوسلمہ سے اس نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا چنانچہ ثقہ راویوں نے اس حدیث کو ابن جریج سے اسی سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ما اذن اللہ لشیء کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ان الفاظ کیساتھ آگے یہ حدیث ذکر ہو رہی ہے اور ابن جریج کے اس لفظ پر کثیر فقہ راویوں نے متابعت کی ہے ان تمام نے ابن جریج کی طرح اس حدیث کو زہری سے روایت کیا ہے۔

اور تکی بن ابی کثیر، محمد بن عمرو، محمد بن ابراہیم التیمی، عمرو بن دینار سمیت تمام ثقہ راویوں نے اس

۱ دارمی، مسند احمد ۱۳۶/۳ سند صحیح ہے ۲ صحیح ابو داؤد ۱/۶۱۲ تفریح ابواب الوتر باب ۳۵۵، حاکم نے صحیح کہا

حدیث کو ابوسلمہ عن ابی ہریرہ کی سند کے ساتھ روایت کرنے پر امام زہری کی متابعت کی ہے، پس ان تمام ثقہ رواۃ اور محدثین کا ایک سند پر متفق ہونا بہت بڑی دلیل ہے کہ ابو عاصم سے ان الفاظ کے نقل کرنے میں غلطی ہوئی ہے اور پھر وہ ان الفاظ کے بیان کرنے میں متفرد ہے، اس قسم کی حدیث محدثین کے ہاں شاذ کہلاتی ہے اس لئے حافظ ابو بکر نیشاپوری نے وثوق کیساتھ کہا ہے کہ ان الفاظ کے بیان کرنے میں ابو عاصم کو وہم ہو گیا ہے جبکہ ابن جریج سے دوسرے الفاظ کیساتھ روایت کرنے والے کثیر راوی ہیں۔

میں کہتا ہوں: دوسرے الفاظ کیساتھ روایت کرنے میں زہری کی متابعت کر نیوالے بھی کثیر تعداد میں ہیں اسی لئے خطیب بغدادی نے ابو عاصم کے وہم پر ابو بکر نیشاپوری سے اتفاق کیا ہے اور ابن الاثیر نے جامع الاصول میں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری ۱۳/۴۲۹ میں اس لفظ کے وہم ہونے کی طرف لطیف اشارہ کیا ہے اس کا علم بعض اوقات بعض اہل علم کو نہیں ہوتا اگر اسے علم ہوتا تو وہ اتنی بڑی جرأت نہ کرتا کہ صحیح بخاری کے راویوں میں سے کسی راوی کو خطا کی جانب منسوب کرنے کی جرأت کرتا۔

اس حدیث پر میں اپنی تحقیق تقریباً بیس سال پیشتر پیش کر چکا ہوں اب میں نے اس ایڈیشن میں ضروری سمجھا کہ اس کا ذکر کر دیا جائے تاکہ انصاف کے طالبوں کو علم ہو جائے کہ میری تحقیق ادھوری ہے یا مجھ پر اعتراض کر نیوالوں کی تحقیق ناقص ہے وہ لوگ جو حدیث کا علم رکھتے ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ اعتراض غلط ہے کیا معترض یہ چاہتا ہے کہ میں اسکی خطا پر متنبہ نہ کرتا اور اسکے ساتھ میں بھی خطا کا رہن جاتا اس قدر طویل حاشیہ تحریر کرنا میری عادت کے خلاف ہے میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ اتنا طویل حاشیہ تحریر نہیں کروں گا لیکن معترض اللہ اسے معاف کرے وہ اتنی لمبی تحریر کا باعث بنا ہے۔ واللہ المستعان

بعد ازاں میں نے معلوم کیا کہ شیخ شعیب ارناؤط جو برادر مکرم شیخ عبدالقادر کیساتھ ذکر کردہ تقید پر تعاون کر رہے ہیں جس کا رد بہترین تحقیق کے ساتھ پہلے گزر چکا ہے شاید ایسی تحقیق کسی دوسری جگہ دیکھنے میں نہ آئے اس تجاہل عارفانہ کے ہوتے ہوئے اور میری تحقیق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شرح السنہ تالیف شیخ بغوی میں اس حدیث کو ابو ہریرہ سے مروی معلول حدیث کے پیش نظر صحیح قرار دیا اور اس کی صحت پر متقدمین حفاظ کی شہادت پیش کی ہے۔

سب کچھ اس نے اس لئے کیا تاکہ اس کے بارے میں یہ نہ کہا جائے کہ اس نے البانی سے استفادہ کیا ہے اور ممکن ہے کہ مکتب اسلامی کے مدیر جو اس کتاب سے متاثر ہیں انہیں بھی اس کے تجاہل عارفانہ کا علم نہ ہو سکا ہو ورنہ اگر اسے علم ہے تو پھر مزید اس پر کسماں علم کا گناہ واقع ہوگا اس لئے کہ وہ کتاب کی تحقیق میں اس کے ساتھ شریک تھے جیسا کہ مقدمہ میں اس کا ذکر ہے اور جیسا کہ کتاب کے پہلے ایڈیشن میں یہ بات مذکور ہے ورنہ اس کی تحقیق تو صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے حقیقت سے دور ہے اسے اس کفایت میں اللہ

کی قسم میں نہیں جانتا ہوں کہ دونوں گناہوں میں سے کون سا گناہ بڑا ہے۔

نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی آواز پر اس قدر کان نہیں لگاتا جس قدر وہ اچھی آواز اور مترنم انداز نبی کے ساتھ اونچی آواز میں قرآن پاک پڑھنے پر لگاتا ہے۔

امام منذری کا قول: اللہ تعالیٰ کسی انسان کے کلام کو اس طرح نہیں سنتا جس طرح کہ اچھی اور مترنم آواز کے ساتھ قرآن پاک کی قرأت کرنے والے کی آواز کو سنتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن پاک گانے کے انداز میں پڑھا جائے البتہ سفیان بن عیینہ جمہور علماء کے خلاف اس نظریہ کے حامل ہیں کہ قرآن مجید کو گانے کے انداز میں پڑھا جائے، جب کہ یہ بات معنی کے لحاظ سے غلط ہے۔

ارشاد نبوی ہے: رسول اللہ ﷺ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں ہے گزشتہ رات میں تیرا قرآن سن رہا تھا تیری آواز بہت خوبصورت تھی جس طرح داؤد علیہ السلام کی آواز خوبصورت تھی اس پر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر مجھے آپ ﷺ کے وہاں تشریف رکھنے کا علم ہو جاتا تو میں اس سے بھی زیادہ خوبصورت آواز کے ساتھ قرأت کرتا۔<sup>۱</sup>

علماء بیان کرتے ہیں کہ ذکر کردہ حدیث میں مزَامِیْر جمع ہے اس کا واحد مَزَامِر ہے اس سے مراد خوبصورت آواز ہے اس کا مادہ زمر ہے جس کا معنی گانا ہے اور آل داؤد سے مقصود داؤد علیہ السلام ہیں اس لئے کہ آل فلان کے لفظ کا اطلاق اس کے وجود پر بھی ہوتا ہے اور داؤد علیہ السلام خوبصورت آواز والے تھے۔<sup>۲</sup>

### امام کو لقمہ دینا

جب امام پر قرأت مشتبہ ہو جائے تو مقتدی کے لئے لقمہ دینا جائز ہے چنانچہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز کی جماعت کرائی آپ ﷺ نے اس میں جہری قرأت فرمائی آپ ﷺ پر التباس (خلط ملط) ہو گیا آپ ﷺ رک گئے نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ابی بن کعب سے فرمایا تو ہمارے ساتھ نماز میں شریک تھا اس نے اثبات میں جواب دیا آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو نے مجھ کو لقمہ کیوں نہ دیا۔<sup>۳</sup>

۱ عبد الرزاق فی الامالی ۱/۲۳۱، صحیح بخاری ج ۱۵۸۵ کتاب التوحید باب ۵۲، صحیح مسلم ۱۹۲/۲ کتاب صلاة المسافرين باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن، ابن نصر، حاکم ۱/ نووی شرح مسلم ۲۶۸/۱ باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن ۱/ صحیح ابوداؤد ۱/۱۷۱ اتفریع ابواب السجود باب الفتح علی الامام، ابن حبان، بطرانی، ابن عساکر ۲/۲۹۶، الضیاء فی المختارہ سنن صحیح ہے

## وسوسہ ختم کرنے کیلئے اعوذ باللہ پڑھنا اور تھوکنا

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا! یا رسول اللہ ﷺ! شیطان میرے اور میری نماز اور قرأت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے وہ قرأت میں التباس پیدا کرتا ہے آپ نے فرمایا اس شیطان کا نام خنزب ہے جب تجھے اس کا خیال آئے تو اعوذ باللہ کے کلمات پڑھو اور بائیں جانب تین بار تھوکو، عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: کہ ایسا کرنے سے مجھ پر شیطان کا التباس میں ڈالنا ختم ہو گیا۔ **التفل:** تھوک ہوانکا لنے کی طرح ہو کم لعاب کیساتھ تھوک نکالی جائے؟ امام نووی کا قول: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وسوسہ کے وقت اللہ تعالیٰ کی شیطان سے پناہ طلب کرنا اور تین دفعہ تھوڑے سے لعاب کے ساتھ تھوکنا مستحب ہے۔

## رکوع کا بیان

رسول اکرم ﷺ جب قیام کی حالت میں قرأت سے فارغ ہوتے تو کچھ دیر خاموش رہتے، علامہ ابن القیم فرماتے ہیں آپ ﷺ صرف اتنی دیر خاموش رہتے کہ آپ کا سانس صحیح ہو جائے۔ پھر رفع الیدین کرتے جس کا ذکر تکبیر تحریر میں ہو چکا ہے، **اور اللہ اکبر** کہتے، پھر رکوع میں چلے جاتے۔<sup>۵</sup>

خیال رہے کہ رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت آپ ﷺ سے رفع الیدین کرنا تو اترا کے ساتھ ثابت ہے تینوں ائمہ جمہور محدثین اور فقہاء کا یہی مسلک ہے، چنانچہ ابن عساکر (۲/۷۸/۱۵) کی روایت کے مطابق امام مالک زندگی بھر رفع الیدین کرتے رہے بعض احناف ائمہ بھی اسکے قائل ہیں چنانچہ امام ابو یوسف کے شاگرد عصام بن یوسف رفع الیدین کیا کرتے تھے اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد اپنے مسائل (ص ۶۰) میں اپنے والد سے وہ عقبہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں اس نے بیان کیا کہ نماز میں رفع الیدین کرنے سے ہر اشارے کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ میں کہتا ہوں: کہ اس کی شاہد حدیث قدسی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص نیک کام کرنے کا ارادہ کرے پھر اسے کر گزرے تو اسکے نامہ اعمال میں دس نیکیوں سے لے کر سات سو نیکیوں تک ثواب ملتا ہے۔<sup>۶</sup>

۱ صحیح مسلم ۲/۱۱۷ کتاب السلام باب التعوذ من الشیطان الوسوسة فی الصلاة، مسند احمد ۲/۱۶۷

۲ ابوداؤد، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی، ۵۰۵، صحیح بخاری ج ۱۵۹ کتاب الاذان باب ۱۲۸، صحیح مسلم ۲/۶۲-۶۱ کتاب الصلاة باب ۹-۱۰، صحیح بخاری ج ۱۵۳ کتاب التوحید باب ۳۵، صحیح مسلم کتاب

رسول اکرم ﷺ نے اس انسان سے کہا (جس نے جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی) کہ کسی کی نماز اس وقت تک پوری نہیں کہلا سکتی جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اچھی طرح وضو نہ کرے پھر اللہ کبر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے کیفیت یہ ہو کہ تمام اعضاء میں جھکاؤ اور اطمینان موجود ہو۔<sup>۱</sup>

## رکوع کی کیفیت کا بیان

نبی ﷺ رکوع کی حالت میں اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھتے۔<sup>۲</sup>  
اور اپنے صحابہ کو اس طرح کرنے کا حکم دیتے۔<sup>۳</sup>

نیز آپ ﷺ نے اس انسان کو حکم دیا جس نے جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی کہ تو رکوع کی حالت میں اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ، آپ کی ہتھیلیاں آپ ﷺ کے گھٹنوں پر یوں رکھی ہوتی تھیں جیسا کہ آپ ﷺ نے گھٹنوں کو پکڑا ہوا ہے۔<sup>۴</sup>

رکوع کی حالت میں آپ ﷺ کے ہاتھوں کی انگلیوں کے درمیان فاصلہ ہوتا تھا۔<sup>۵</sup>  
اسی طرح آپ ﷺ نے نماز جلدی ادا کرنے والے کو بھی حکم دیتے ہوئے کہا کہ تو رکوع کی حالت میں اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ اور انگلیوں کے درمیان فاصلہ رکھ اور اس طرح تمہاری کیفیت ہو کہ ہر عضو اپنی اپنی جگہ پر قائم ہو جائے۔<sup>۶</sup>

رسول اکرم ﷺ رکوع کی حالت میں اپنی کہنیوں کو پہلوؤں سے دور رکھتے تھے۔<sup>۷</sup>  
نیز اپنی کمر کو پھیلا کر رکھتے اور نہ ہی اس میں زیادہ جھکاؤ ہوتا اور نہ ہی اس میں اونچائی ہوتی۔<sup>۸</sup>  
یہاں تک کہ اگر آپ ﷺ کی کمر پر پانی والا برتن رکھا ہوا ہو تو وہ محفوظ رہے۔<sup>۹</sup>

- ۱ صحیح ابوداؤد ۱۶۱/۱ کتاب الصلاة ۱۴۹، سنن نسائی ۱۳۳ کتاب الافتتاح باب الرخصة فی ترک الذکر فی السجود، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی ۱ صحیح بخاری کتاب الاذان باب ۱۱۸، صحیح ابوداؤد ۱۶۲ کتاب الصلاة باب ۱۴۹ ۲ صحیح بخاری ج ۱۵ کتاب الاذان باب ۱۱۸، صحیح مسلم کتاب المساجد ج ۲۹ ۳ صحیح بخاری ج ۱۶۵ کتاب الاذان باب ۱۴۵، صحیح ابوداؤد ۱۴۱/۱ کتاب الصلاة باب ۱۱۸
- ۴ حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی، طیالسی، صحیح ابوداؤد ۱۴۱/۱ کتاب الصلاة باب ۱۱۸ ج ۸۰۹
- ۵ صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان ۱ صحیح ترمذی ۳/۱ کتاب الصلاة باب ۱۹۱، صحیح ابن خزیمہ ۸ صحیح بخاری کتاب الاذان باب استواء الظہر فی الركوع، بیہقی سند صحیح ہے ۹ طبرانی کبیر وصغیر، زوائد المسند لعبد اللہ بن احمد ۱۲۳، صحیح ابن ماجہ ۱۴۴ کتاب اقامة الصلاة باب ۱۶

نیز آپ ﷺ نے اس انسان سے فرمایا جس نے جلدی جلدی نماز پڑھ لی تھی کہ رکوع کی حالت میں تیری ہتھیلیاں تیرے گھٹنوں پر ہوں اور تیری کمرتنی ہوئی ہو اور رکوع کی حالت اطمینان بخش ہو۔<sup>۱</sup>

نیز رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ رکوع کی حالت میں نہ تو اپنے سر کو زیادہ نیچا کرتے اور نہ ہی اسے بلند رکھتے۔<sup>۲</sup> البتہ درمیانی کیفیت ہوتی تھی۔<sup>۳</sup>

## رکوع میں اطمینان واجب ہے

رسول اکرم ﷺ رکوع میں اطمینان فرماتے تھے، اور جلدی نماز ادا کرنے والے کو بھی اس کا حکم دیا گیا تھا جیسا کہ پہلے بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ رکوع وجود پورا کرو مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تم کو پیچھے سے دیکھتا ہوں جب تم رکوع میں ہوتے ہو اور جب تم سجدے میں ہوتے ہو۔<sup>۴</sup>

میں کہتا ہوں: خیال رہے کہ آپ ﷺ کا نماز کی حالت میں پیچھے سے صحابہ کو دیکھنا حقیقت پر مبنی ہے اور آپ ﷺ کا معجزہ ہے نیز یہ خصوصیت صرف نماز کی حالت میں ہے عام حالات میں اس کا ثبوت نہیں ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو رکوع وجود جلدی کر رہا تھا یعنی وہ ٹھونگیں مار رہا تھا جیسے کوہاخون میں ٹھونگیں مارتا ہے اس شخص کی مثال ہے جو رکوع وجود پورا نہیں کرتا اور ٹھونگیں مارتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ انسان اسی حالت میں فوت ہو گیا تو اس کا فوت ہونا ملت اسلام پر نہیں ہے یہ اپنی نماز میں جس طرح ٹھونگیں مارتا ہے اس بھوکے انسان کی طرح ہے جو ایک کھجور اور دو کھجوریں کھاتا ہے جس طرح اس کو ایک دو کھجوریں کھانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا اس طرح اس کو بھی ایسی نماز سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔<sup>۵</sup>

۱ مسند احمد ۱/۲۸۷، صحیح ابوداؤد ۱/۱۴۱ کتاب الصلاة باب ۱۱۸ سند صحیح ہے ۲ صحیح ابوداؤد ۱/۱۴۱ کتاب الصلاة باب ۱۱۸، بخاری فی جزء القرآن سند صحیح ہے ۳ صحیح مسلم ۱/۲۰۵ کتاب الصلاة باب ۱۰۶، ابوعوانہ ۲ صحیح بخاری کتاب الاذان باب ۸۸، صحیح مسلم ۱/۱۸۲ کتاب الصلاة باب ۲۳ مسند ابویعلیٰ ۳۳۰-۳۳۹/۱، آجری فی الاربعین، بیہقی، طبرانی ۱/۱۹۲، الضیاء فی المستنقی ۱/۲۸۶، ابن عساکر ۲/۲۲۶-۲/۳۱۳-۱/۲۷۶-۲/۲۷۶ سند صحیح ہے، ابن خزیمہ نے صحیح کہا ۱/۸۲، اس حدیث کا پہلا حصہ ابن بطة کے نزدیک الابانہ ۱/۱۳۳ میں شاہد مرسل کی صورت میں موجود ہے



ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے خلیل نے مجھے اس بات سے منع فرمایا کہ میں مرغ کے ٹھونکیں مارنے کی طرح نماز میں ٹھونکیں ماروں اور یوں گردن پھیروں جیسے لومڑا اپنی گردن پھیرتا ہے اور میں یوں بیٹھوں جیسے بندر بیٹھتا ہے۔<sup>۱</sup>

نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں بدترین قسم کا چورہ انسان ہے جو نماز میں چوری کرتا ہے صحابہ کرام نے عرض کیا نماز میں چوری کیسے ہوتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری نماز میں چوری یہ ہے کہ اس کے رکوع و سجود کو پورا نہ کیا جائے۔<sup>۲</sup>

رسول اکرم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے تو آپ ﷺ نے آنکھ کے کنارے سے ایک آدمی کے بارے میں محسوس کیا کہ رکوع و سجود میں اسکی کمرسیدھی نہیں ہے تو جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا اے مسلمانو! اس انسان کی نماز نہیں ہوتی جو رکوع و سجود میں کمر درست نہیں رکھتا۔<sup>۳</sup>

ایک دوسری حدیث میں ذکر ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس انسان کی نماز پوری نہیں جو رکوع و سجود میں اپنی کمر کو سیدھا نہیں رکھتا۔<sup>۴</sup>

## رکوع کی دعائیں

رسول اکرم ﷺ رکوع میں مختلف قسم کے اذکار اور دعائیں پڑھا کرتے تھے، چنانچہ ذیل کی دعائیں ثابت ہیں۔

۱- سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ تین بار اور کبھی اس سے زیادہ بار تکرار کے ساتھ یہ کلمات کہتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: صریح احادیث سے اس بات کا پتہ چل رہا ہے کہ نبی ﷺ کا قیام، رکوع، سجود برابر ہوتا تھا

۱ طیلسی، مسند احمد ۲/۳۱۱، ابن ابی شیبہ حدیث حسن ہے، میں نے اس کا ذکر الاحکام للحافظ عبد الحق اشبیلی کے حاشیہ ۱۳۴۸ میں کیا ہے ۲ ابن ابی شیبہ ۱/۲۸۹، طبرانی، حاکم نے صحیح کہا ذہبی نے موافقت کی ۳ ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۹، صحیح ابن ماجہ ۱/۱۴۳ کتاب الاقامة باب ۱۶، مسند احمد ۳/۲۳ سند صحیح ہے الاحادیث الصحیحہ ۲۵۳۶ ابو عوانہ صحیح ابوداؤد ۱/۱۶۱ کتاب الصلاة باب ۱۴۹ السہمی (۶۱) سنن دارقطنی (۳۴۸/۱) نے اس کو صحیح کہا ۴ مسند احمد ۱/۳۷۱، ابوداؤد، صحیح ابن ماجہ ۱/۱۴۷ کتاب الاقامة باب ۲۰، سنن دارقطنی ۳۴۲/۱، طحاوی، بزار، ابن خزیمہ ۲۰۴، یہ روایت سات صحابہ کرام سے مروی ہے اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو تین دفعہ ﴿سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ﴾ کے قائل نہیں ہیں جیسے حافظ ابن قیم وغیرہ ہیں

جیسا کہ آئندہ فصل میں آئے گا۔

ایک بار تو آپ ﷺ نے رات کے نوافل میں اس قدر تکرار کیا کہ آپ ﷺ کا رکوع آپ ﷺ کے قیام کے برابر تھا اور قیام میں آپ ﷺ نے تین لمبی سورتیں تلاوت فرمائی تھیں یعنی البقرہ اور النساء اور آل عمران اور کہیں کہیں دعا اور استغفار کے کلمات بھی آپ ﷺ نے پڑھے جیسا کہ رات کے نوافل کے باب میں گزر چکا ہے۔

۲- سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ

”میرا پروردگار عظمت والا پاک ہے اور میں اس کی حمد کرتا ہوں“ تین بار کہتے۔<sup>۱</sup>

۳- سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ

”پاک ہے نہایت پاک ہے فرشتوں اور جبریل کا رب ہے“<sup>۲</sup>

۴- سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي

”اے اللہ تو پاک ہے میں تیری حمد کرتا ہوں اے اللہ مجھے معاف فرما“<sup>۳</sup>

یہ دعا رکوع و سجود میں اکثر کہا کرتے اور قرآن پاک کی تاویل فرماتے یعنی:

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾ ”آپ اپنے رب کی حمد

بیان کرتے ہوئے اسکی پاکیزگی بیان کرو اور اس سے بخشش مانگو بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے“ کی طرف اشارہ تھا جس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔

۵- ﴿اللَّهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ أَنْتَ رَبِّي خَشَعَ لَكَ

سَمْعِي وَبَصْرِي وَمُنْحَى وَعَظْمِي وَعَظَامِي وَعَصْبِي وَمَا اسْتَقَلَّتْ بِهِ قَدَمِي لِلَّهِ رَبِّ

الْعَالَمِينَ﴾ ”اے اللہ! میں نے تیرے لئے رکوع کیا اور تیرے ساتھ ایمان لایا اور تیرے لئے

فرماں بردار ہو گیا تو میرا پروردگار ہے تیرے لئے میرے کان میری آنکھیں میرا مغز میری ہڈیاں

اور میرے اعصاب اور جس کو میرے قدموں نے اٹھایا ہے اس اللہ کیلئے جو رب العالمین ہے

فرماں بردار ہو گئے ہیں۔<sup>۴</sup>

۱ حدیث صحیح ہے ابوداؤد، سنن دارقطنی ۳۴۲/۱، مسند احمد طبرانی، بیہقی صحیح مسلم ۲۰۲/۱ کتاب الصلاة

باب ۴۲، ابوعوانہ صحیح بخاری ج ۹۳ ۷ کتاب الاذان باب ۱۲۳، صحیح مسلم ج ۷ کتاب الصلاة باب ۴۲

۲ صحیح مسلم ج ۲۰۱ کتاب صلاة المسافرين باب ۲۶، ابوعوانہ، طحاوی، سنن دارقطنی ۳۴۲/۱

۶- اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اَمَنْتُ وَلَكَ اَسَلْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ اَنْتَ رَبِّيْ خَشَعَ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَذَمِيْ وَلَحْمِيْ وَعَظْمِيْ وَعَصَبِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝

”اے اللہ میں نے تیرے لئے رکوع کیا اور تیرے ساتھ ایمان لایا اور تیرے لئے فرماں بردار ہو گیا تو میرا پروردگار ہے تیرے لئے میرے کان، میری آنکھیں، میرا خون میرا گوشت، میری ہڈیاں، میرے اعصاب تمام جہانوں کے پروردگار اللہ کیلئے خشوع کرتے ہیں۔“<sup>۱</sup>

۷- سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعُظْمَةِ ”وہ ذات پاک ہے جو جلالی، جمالی صفات والی ہے اور کبریائی، عظمت والی ہے“ یہ دعا نفل نماز میں بھی پڑھا کرتے تھے۔<sup>۲</sup>

فائدہ: کیا رکوع میں ان تمام اذکار کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے علامہ ابن القیم متردد ہیں کوئی فیصلہ نہیں کر پائے، البتہ امام نووی تمام اذکار کے جمع کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں، نواب صدیق حسن خان نزل الابرار ص ۸۴ میں رقمطراز ہیں ان تمام اذکار کو جمع کرنے کی کوئی دلیل نہیں نظر نہیں آتی رسول اکرم ﷺ سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے، بلکہ ان اذکار میں سے کوئی ایک پڑھتے تھے پس کسی بدعت کے ارتکاب سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ سنت کا اتباع کیا جائے۔

یہی بات درست ہے ان شاء اللہ تعالیٰ البتہ سنت میں اس رکن اور دیگر ارکان کا لمبا کرنا ثابت ہے یہاں تک کہ قیام کے قریب ہو جائے جب نماز ادا کرنے والا انسان اس سنت میں نبی ﷺ کی اقتداء کا ارادہ کرے تو اسے امام نووی کے قول کے مطابق تمام اذکار کو جمع کرنا چاہئے اور اس کو ابن نصر قیام اللیل (ص ۷۶) میں ابن جریج عطاء سے بیان کرتے ہیں وگرنہ بعض اذکار میں تکرار کا جو انداز مخصوص ہے اسی کو اختیار کیا جائے اور یہ بات سنت کے زیادہ قریب ہے۔ واللہ اعلم

## رکوع کی مقدار کا بیان

رسول اکرم ﷺ کے رکوع کے بعد قیام سجدہ اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار تقریباً ایک جیسی ہوتی تھی۔<sup>۳</sup>

## رکوع میں قرآن پاک پڑھنا منع ہے

رسول اکرم ﷺ رکوع اور سجدہ میں قرآن پاک پڑھنے سے منع فرماتے تھے، آپ ﷺ کا ارشاد

۱ سنن نسائی کتاب الافتتاح ۱۲۵/۱ سند صحیح ہے ۲ صحیح ابوداؤد ۱۶۶ کتاب الصلاة باب ۱۵۲، سنن نسائی ۱۲۵/۱ سند صحیح ہے ۳ صحیح بخاری ح ۹۲ کتاب الاذان باب ۱۲۱، صحیح مسلم ح ۱۹۳ باب ۳۸، ارواء ح ۳۳۱

ہے خیردار مجھے رکوع و سجود میں قرآن پاک پڑھنے سے روکا گیا ہے پس تم رکوع میں اللہ عزوجل کی تعظیم کرو اور سجدہ میں تم الحاح کیساتھ دعا کرو لائق ہے کہ تمہاری دعا کو شرف قبولیت حاصل ہو۔<sup>۱</sup>

☆ منع کا حکم مطلقاً فرض نفل دونوں کو شامل ہے، ابن عساکر (۱/۲۹۹/۱۷) میں زائد لفظ موجود ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ نفل نماز میں قرآن پاک کا پڑھنا منع نہیں ہے لیکن یہ زیادتی شاذ یا منکر ہے ابن عساکر نے اس کو معلول قرار دیا ہے اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔

### رکوع سے سیدھے کھڑے ہونے اور اس میں اذکار کا بیان

رسول اکرم ﷺ رکوع سے سیدھے کھڑے ہوتے ہوئے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کلمات کہتے۔<sup>۲</sup> اور اس بات کا حکم آپ نے اس انسان کو دیا جس نے جلدی جلدی رکوع، سجود کیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کسی انسان کی نماز پوری نہیں ہوتی جب تک کہ وہ تکبیر تحریمہ نہ کہے اس کے بعد رکوع کرے پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہہ کر سیدھا کھڑا ہو جائے۔<sup>۳</sup>

اور جب آپ اپنے سر کو رکوع سے اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ کمر کا ہر مبرہ اپنی جگہ پر لوٹ آتا تھا۔<sup>۴</sup>

پھر اسی حالت میں رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہے، آپ نے ان کلمات کے کہنے کا ہر نمازی کو حکم دیا خواہ وہ مقتدی ہو یا امام ہو آپ ﷺ کا ارشاد ہے تم اسی طرح نماز ادا کرو جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو۔<sup>۵</sup>

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے امام بنانے سے مقصود یہ ہے کہ اسکی اقتداء کی جائے لیکن جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تَمَّ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہو، اللہ تمہاری بات کو سن رہا ہے اسلئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کی زبان پر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہا ہے۔<sup>۶</sup> تنبیہ: خیال رہے کہ یہ حدیث اس بات پر دل نہیں ہے کہ مقتدی امام کیساتھ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ میں

۱ صحیح مسلم ج ۲۱۱ کتاب الصلاۃ باب ۴۱، ابو عوانہ ۱ صحیح بخاری ج ۹۶ کتاب الاذان باب ۱۲۳، صحیح مسلم

ج ۲۰۲ کتاب الصلاۃ باب ۴۰ صحیح ابوداؤد ۱۶۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹، حاکم نے صحیح کہا ذہبی نے

موافقت کی ۲ صحیح بخاری ج ۲۸ کتاب الاذان باب ۱۴۵، صحیح ابوداؤد ۱۳۰ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۸

۳ صحیح بخاری ج ۲۳ کتاب الاذان باب ۱۸، مسند احمد ۵۳/۵۳ صحیح مسلم ج ۸۸ کتاب الصلاۃ باب ۲۰

۴ ابو عوانہ، مسند احمد ۲۰۰/۲، صحیح ابوداؤد ۱۲۰ کتاب الصلاۃ باب ۶۹

شریک نہیں ہو سکتا جیسا کہ اس بات پر بھی دال نہیں ہے کہ امام مقتدی کیساتھ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْد کہنے میں شریک نہیں ہو سکتا اس لئے حدیث اس بیان پر مشتمل نہیں ہے کہ رکوع سے سر اٹھاتے وقت امام اور مقتدی کو ان سے کلمات کہیں بلکہ اس بات کے بیان کرنے کیلئے حدیث ذکر کی گئی ہے کہ مقتدی کا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْد کہنا امام کے سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ کے بعد ہوا سکی تاہم اس بات سے ہورہی ہے کہ نبی ﷺ امام ہونے کی حالت میں بھی رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْد کے کلمات کہا کرتے تھے اسی طرح نبی ﷺ کی عام حدیث کہ تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو، اس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ مقتدی امام کی طرح سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ کہے پس ہم بعض ان اہل علم حضرات کو اس مسئلہ پر غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں جنہوں نے ہم سے اس مسئلہ کی وضاحت طلب کی تھی ہم سمجھتے ہیں کہ جس قدر ہم نے ذکر کر دیا ہے وہی کافی ہے اور جو شخص زیادہ وضاحت کا متلاشی ہے وہ حافظ سیوطی کی الحاوی للفتاویٰ (۵۲۹/۱) کا مطالعہ کرے۔

رسول اکرم ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں مقتدی کیلئے رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْد کہنے کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔<sup>۱</sup>

جب آپ ﷺ رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہوتے تو اسی طرح رفع الیدین کرتے جس طرح تکبیر تحریمہ کے وقت آپ ﷺ رفع الیدین کرتے تھے اور آپ ﷺ بحالت قیام درج ذیل دعائیں پڑھتے تھے۔<sup>۲</sup>

یہ رفع الیدین نبی ﷺ سے تو اترا کیساتھ ثابت ہے اور جمہور محدثین اور بعض احناف اسی کے قائل ہیں۔<sup>۳</sup>

۱- رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْد ”اے ہمارے پروردگار اور تیرے ہی لئے تعریف ہے“۔<sup>۴</sup>

۲- اور کبھی رَبَّنَا لَكَ الْحَمْد (واؤ کے بغیر) پڑھتے تھے۔<sup>۵</sup>

۳- آپ کبھی اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْد پڑھتے۔<sup>۶</sup>

۴- اور کبھی اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْد پڑھتے (واؤ کے بغیر)۔<sup>۷</sup>

جبکہ حافظ ابن القیم نے اس روایت کی صحت کا انکار کیا ہے جس میں (اللَّهُمَّ) اور (و) دونوں جمع ہیں

۱ صحیح بخاری ج ۹۶ کتاب الاذان، صحیح مسلم کتاب الصلاة باب ۱۸ ج ۱، ترمذی نے صحیح کہا

۲ صحیح بخاری ج ۳۶ کتاب الاذان باب ۸۲، صحیح مسلم کتاب الصلاة ج ۲۵ باب ۳۹ التعلیق السابق

۳ صحیح بخاری ج ۸۰۳ کتاب الاذان باب ۱۲۸، صحیح مسلم ج ۷ کتاب الصلاة باب ۱۹

۴ صحیح بخاری ج ۹۵ کتاب الاذان باب ۱۲۲، مسند احمد ۴/۲۵۳

، دراصل ان کو سہو ہو گیا ہے جبکہ یہ الفاظ صحیح بخاری مسند احمد اور نسائی میں دو طریق سے ابو ہریرہ سے مروی ہیں اور دارمی میں عبد اللہ بن عمر سے جبکہ بیہقی میں ابو سعید خدری اور نسائی میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہو اس لئے کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے پہلے گناہ معاف ہو گئے۔<sup>۱</sup>

اور کبھی آپ ﷺ اس سے زائد الفاظ پڑھتے وہ یہ ہیں۔

۵- ﴿ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَوَاتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ ﴾  
”تیرے لئے آسمانوں زمین اور اسکے بعد جس قدر تو چاہے کہ وہ بھر جائے اسکے مطابق حمد ہے“<sup>۲</sup>

۶- اور کبھی یہ الفاظ پڑھتے: ﴿ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، مِلْءُ السَّمَوَاتِ وَمِلْءُ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ ﴾

”تیرے لئے آسمانوں زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور اس کے بعد جس قدر تو چاہے کہ وہ بھر جائے اس کے مطابق حمد ہے“<sup>۳</sup>

۷- اور کبھی یہ الفاظ پڑھتے: ﴿ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، اَهْلَ الشَّانِ وَالْمَجْدِ، لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ﴾

”اے حمد و ثنا اور تجمید کے لائق! جس کو تو عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور دولت والے کو تجھ سے دولت فائدہ نہیں دے سکتی“<sup>۴</sup>

۸- اور کبھی یہ الفاظ پڑھتے: ﴿ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، مِلْءُ السَّمَوَاتِ وَمِلْءُ الْاَرْضِ وَمِلْءُ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اَهْلَ الشَّانِ وَالْمَجْدِ، اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ﴾

”اے اللہ! ہمارے پروردگار تیرے لئے اتنی حمد و ستائش ہے جس سے آسمان زمین اور ان کے

۱ صحیح بخاری ج ۹۶ کتاب الاذان باب ۱۲۵، صحیح مسلم ج ۸۸ کتاب الصلاۃ باب ۲۰، صحیح ترمذی ۸۵/۱ کتاب

الصلاۃ باب ۱۹۶ ترمذی نے صحیح کہا [۱] صحیح مسلم ج ۲۰۲، ۲۰۳ کتاب الصلاۃ باب ۳۰، ابو عوانہ

۲ صحیح مسلم کتاب الصلاۃ ج ۲۰۶، ابو عوانہ

درمیان کا خلا بھر جائے اور اس کے علاوہ اتنی جس سے ہر وہ چیز بھر جائے جو تو چاہے، اے اللہ! اے حمد و ثنا اور تعجید کے لائق! تیرے بندے جو کلمات کہتے ہیں ان میں سب سے زیادہ درست کلمات یہ ہیں اور ہم سب تیرے بندے ہیں، اے اللہ! جس کو تو عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور دولت والے کو تجھ سے دولت فائدہ نہیں دے سکتی۔<sup>۹</sup>

۹- اور کبھی رات کے نوافل میں ذیل کے کلمات پڑھتے: ﴿لِرَبِّي الْحَمْدُ، لِرَبِّي الْحَمْدُ﴾

”میرا رب تعریف والا ہے، میرا رب تعریف والا ہے“

ان کلمات کو بار بار پڑھتے یہاں تک کہ رکوع کے بعد کا یہ قیام رکوع سے پہلے قیام کے برابر ہوتا جس میں آپ ﷺ نے سورۃ البقرۃ تلاوت فرمائی تھی۔<sup>۱۰</sup>

۱۰- ﴿رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبْرَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى﴾ ”اے ہمارے رب تیرے لئے تعریف ہے ہم کثرت کے ساتھ تعریف کرتے ہیں پاکیزگی بیان کرتے ہیں جو برکات سے بھری ہو“

ایک دفعہ ایک صحابی جو آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا تھا اس نے آپ ﷺ کے رکوع سے سر اٹھانے اور سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہنے کے بعد مندرجہ بالا کلمات پڑھے، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے دریافت کیا! ابھی کس نے نماز میں اونچی آواز کے ساتھ یہ کلمات کہے ہیں! ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے کہے ہیں! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تم سے زائد فرشتے دیکھے جو ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں کوشاں تھے کہ کون ان کلمات کو پہلے تحریر کرے۔<sup>۱۱</sup>

رکوع کے بعد والے قیام کے طویل ہونے اور اس میں  
اطمینان کے واجب ہونے کا بیان

رسول اکرم ﷺ کا یہ قیام تقریباً رکوع کے برابر ہوتا تھا جیسا کہ پہلے بھی اس کا ذکر آچکا

۱ صحیح مسلم ج ۲۰۵ باب ما یقول اذا رفع رأسه من الركوع ابو عوانہ، صحیح ابوداؤد ۱۵۹/۱ تفریح ابواب  
الصفوف باب ۱۴۵ صحیح ابوداؤد ۱۶۶/۱ کتاب الصلاة باب ۱۵۲، سنن نسائی ۱۲۷/۱ کتاب الافتتاح باب ما  
یقول فی قیامہ ذلک سند صحیح ہے، ارواء الغلیل ج ۳۳۵ مؤطا مالک ۱۳۸/۱ کتاب القرآن باب ۷، صحیح  
بخاری ج ۹۹۷ باب ۱۲۶، صحیح ابوداؤد ۱۴۵/۱ کتاب الصلاة باب ۱۲۲

ہے بلکہ کبھی آپ اتنا لمبا قیام فرماتے کہ بعض صحابہ کرام اس وسوسہ میں مبتلا ہو جاتے کہ شاید آپ ﷺ بھول گئے ہیں۔<sup>۱</sup>

آپ ﷺ سے اس قیام میں اطمینان کا حکم مروی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے اس انسان سے بھی کہا تھا جس نے جلدی جلدی بلا اطمینان رکوع وجود کر لیا تھا اس کو آپ ﷺ نے حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ تو رکوع سے سر اٹھانے کے بعد سیدھا کھڑا ہو جائے کہ ہر عضو اپنے مقام پر آ جائے ایک روایت میں ہے کہ جب تو رکوع سے سر اٹھائے تو اپنی کمر کو برابر کرے اور اپنے سر کو بلند کرے یہاں تک کہ تمام ہڈیاں اپنی اپنی جگہ پر درست ہو جائیں اور آپ ﷺ نے اس سے یہ بھی فرمایا کہ کسی انسان کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اطمینان کو لازم نہیں کرتا۔<sup>۲</sup>

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انسان کی نماز کو قبولیت نہیں بخشے جو رکوع اور سجود میں اپنی کمر کو سیدھا نہیں رکھتا۔<sup>۳</sup>

تنبیہ: رکوع کے بعد قیام میں اطمینان کا واجب ہونا تو ثابت ہے لیکن اہل جواز سے بعض قابل احترام اہل علم اس حدیث (المسیء صلاحہ) سے استدلال کرتے ہوئے اس قیام میں ہاتھ باندھنے کو ثابت کرنا نہایت مشکل اور بعید از امکان ہے بلکہ اس کا اثبات باطل ہے اس لئے کہ کسی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ اس قیام میں ہاتھ باندھے جائیں، دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کیساتھ پکڑنے کی تفسیر رکوع کے بعد کیسے درست ہے یہ بھی تب ہے اگر اس پر اس مقام میں حدیث کے الفاظ کا مجموعہ موافقت کرے، پس کیسے دلالت کر سکتا ہے جبکہ اس کی تو ظاہری دلالت اس کے مخالف ہے مزید برآں ذکر کردہ ہاتھوں کے رکھنے کا حدیث سے بظاہر معلوم نہیں ہو رہا ہے جبکہ ہڈیوں سے مقصود کمر کی ہڈیاں ہیں جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے جب کہ اس کی تائید آپ ﷺ کے عمل سے بھی ہوتی ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے کہ آپ سیدھے برابر کھڑے ہو جاتے تھے یہاں تک کہ ہر مہرہ اپنے مقام پر واپس آ جاتا تھا۔ فَنَامَلْ مُنْصِفًا ”پس آپ اس پر منصفانہ انداز کے ساتھ غور و فکر کریں“

چنانچہ مجھے قطعاً شک نہیں ہے کہ اس قیام میں ہاتھ باندھنے ایسی بدعت ہے جو گمراہی سے ہمکنار ہے اگر اس کا کچھ ثبوت ہوتا تو کہیں اس کا ذکر ہوتا مزید اس سے بھی تائید ہو رہی ہے کہ سلف صالحین

۱ صحیح بخاری ج ۸۰۰ کتاب الاذان باب ۱۲۷، صحیح مسلم ۴۵/۲، مسند احمد ۳/۱۳۲۷، الروا ع ج ۳۰۷

۲ صحیح بخاری ج ۸۲۸ کتاب الاذان باب ۱۲۵، صحیح مسلم نے پہلے حصہ کو، دوسرے حصہ کو دارمی کتاب

الصلوة باب ۷۸، حاکم، شافعی، مسند احمد ۳/۳۴۰ نے بیان کیا، مسند احمد ۲/۵۲۵، طبرانی فی الکبیر سند صحیح ہے



میں سے کسی سے بھی یہ ثابت نہیں ہے، اور نہ اس کا ذکر ائمہ حدیث میں سے کسی نے کیا ہے۔ واللہ اعلم  
البتہ شیخ توجیری نے اپنے رسالہ کے ص ۱۸، ۱۹ میں امام احمد (رحمہ اللہ) سے نقل کیا ہے وہ کہتے  
ہیں کہ رکوع کے بعد قیام میں ہاتھوں کو باندھنا اور چھوڑ دینا دونوں درست ہیں لیکن یہ ان کا اپنا اجتہاد اور قول  
ہے مرفوع حدیث نہیں ہے اور اجتہاد کبھی غلط بھی ہو جاتا ہے لہذا جب کسی کام کے بدعت ہونے پر صحیح  
حدیث موجود ہو جیسا کہ اس مسئلہ میں موجود ہے تو کسی امام کا قول اس کو بدعت ہونے سے باز نہیں رکھ سکتا  
جیسا کہ یہ قاعدہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) کی بعض کتابوں میں مذکور ہے بلکہ مجھے تو امام احمد (رحمہ اللہ)  
کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اس قیام میں ہاتھ باندھنے سنت کے ساتھ ثابت نہیں  
جب کہ انہوں نے ہاتھ باندھنے اور چھوڑنے کا اختیار دیا ہے، پس کیا امام احمد (رحمہ اللہ) رکوع سے پہلے قیام  
میں اس طرح کا اختیار دے سکتے ہیں، معلوم ہوا کہ رکوع کے بعد قیام میں ہاتھ باندھنے مسنون نہیں ہیں  
اگرچہ اس مسئلہ کو تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت تھی لیکن گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے اختصار کے ساتھ  
اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

ایک اہم بحث: علامہ البانی (رحمہ اللہ) کی شخصیت محتاج تعارف نہیں علمی اور تحقیقی حلقوں میں ان کی علمی کاوشوں  
کو نظر تحسین دیکھا جاتا ہے بالخصوص علم الرجال میں انہیں جو درجہ حاصل ہے موجودہ علمی دنیا میں انکے پائے کا  
عالم شاید نمل سکے لیکن بشر ہونے کے ناطے سے ان سے بھی غلطی کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ العصمة للہ  
چنانچہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کو ان کا بدعت شنیعہ قرار دینا درست نہیں مزید اصرار کہ ہاتھ  
باندھنے کے بارے میں کوئی حدیث نہیں حقیقت کے خلاف ہے جب کہ بخاری شریف میں سہل بن سعد  
سے روایت ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھیں مذکورہ حدیث حکماً  
مرفوع ہے، جب اس حدیث کے الفاظ پر غور کیا جاتا ہے تو اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں کہ نماز میں انسان کو  
چار حالتوں میں سابقہ پڑتا ہے اور ان حالتوں میں ہاتھ کہاں رکھے جائیں اس سلسلہ میں احادیث صحیحہ کی  
روشنی میں یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ رکوع کی حالت میں ہاتھ گھنٹوں اور رانوں پر رکھے جائیں چوتھی حالت  
قیام کی ہے، خواہ قیام رکوع سے پہلے ہو یا بعد کا تو اس عام حدیث کے مفہوم کو قیام پر محمول کیا جائے گا، جب  
کہ سنن نسائی کی حدیث میں قیام کا لفظ صراحتاً موجود ہے، وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب  
نماز میں قیام فرماتے تو دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے، ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر  
تحریر کہتے تو اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پیٹھ ہاتھ کے جوڑ اور کلائی پر رکھتے اس میں رکوع سے  
قبل اور رکوع کے بعد کے قیام میں کچھ فرق نہیں حدیث کے الفاظ دونوں کو شامل ہیں اور ارسال کی دلیل تو  
صرف تعامل ہے اور تعامل دلیل نہیں، پاک و ہند کے بعض علماء علامہ البانی (رحمہ اللہ) کی رائے کے موافق

ہیں ان میں حافظ عبداللہ روپڑی، پروفیسر حافظ عبداللہ بہاولپوری اور پیر محبت اللہ شاہ راشدی (رحمہم اللہ) قابل ذکر ہیں جبکہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کے قائل دارالافتاء ریاض سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، سید بدیع الدین شاہ راشدی پیر آف جھنڈا (رحمہم اللہ) اور شیخ عبداللہ ناصر رحمانی کراچی (مفتی اللہ) وغیر علماء ہیں، بہر حال اس مسئلہ کو متنازع بنایا جائے اور نہ محاذ آرائی کی جائے۔

## سجدہ کرنے کا بیان

اس کے بعد رسول اکرم ﷺ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں گر جاتے۔<sup>۱</sup> چنانچہ اس بات کا حکم دیتے ہوئے آپ ﷺ نے اس انسان سے کہا جس نے رکوع وسجود وغیرہ میں اطمینان نہیں کیا تھا کسی انسان کی نماز پوری نہیں ہوتی جب تک کہ وہ رکوع سے سر اٹھاتے وقت سَمِعَ اللّٰهَ لِمَنْ حَمِدَه کہہ کر سیدھا کھڑا نہیں ہو جاتا پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں نہیں جاتا اور سجدہ میں اطمینان نہیں کرتا۔<sup>۲</sup>

رسول اکرم ﷺ کا معمول تھا جب سجدہ میں جانے کا ارادہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور سجدہ میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے دور رکھتے پھر سجدہ کرتے۔<sup>۳</sup> اور کبھی سجدہ میں جاتے وقت بھی رفع الیدین کرتے۔<sup>۴</sup>

اس حدیث میں جس رفع الیدین کا ذکر ہے وہ دس صحابہ سے مروی ہے اور ابن عمر، ابن عباس، حسن بصری، طاؤس، عبداللہ بن طاؤس ابن عمر کا غلام نافع، سالم بن نافع، قاسم بن محمد، عبداللہ بن دینار، عطاء اس کو جائز سمجھتے ہیں، عبدالرحمن بن مہدی نے اس کو سنت کہا ہے امام احمد بن حنبل نے اس سنت پر عمل کیا ہے امام مالک، امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔

## سجدہ میں گرتے ہوئے پہلے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھنے کا بیان

رسول اکرم ﷺ سجدے میں جاتے وقت گھٹنوں سے پہلے زمین پر دونوں ہاتھ رکھتے۔<sup>۵</sup>

۱ صحیح بخاری ج ۸۰۳ کتاب الاذان باب ۱۲۸، صحیح مسلم ج ۲۸ کتاب الصلاة باب ۱۰ صحیح ابوداؤد ۱۶۲ کتاب الصلاة باب ۱۳۹، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی ۲ مسند ابویعلیٰ ق ۲/۲۳۸، مسند نہایت عمدہ ہے، ابن خزیمہ ۲/۷۹۱ دوسری صحیح سند کے ساتھ ۳ سنن نسائی ۱۲۹/۱ کتاب الافتتاح، سنن دارقطنی ۱/۲۹۰، المخلص فی الفوائد ۲/۲۱ صحیح سندوں کے ساتھ ۴ ابن خزیمہ ۱/۷۶۱، سنن دارقطنی ۱/۳۳۵، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

علمی فائدہ: اس مسئلہ میں اس کی مخالف حدیث کہ گھٹنوں کو پہلے رکھا جائے صحیح نہیں ہے امام مالک اس کے قائل ہیں اور ابن جوزی کی تحقیق ۲/۱۰۸ میں امام احمد سے اسی طرح کا قول منقول ہے اور امام مروزی نے صحیح سند کے ساتھ المسائل ۱/۱۴۷ میں امام اوزاعی سے ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ گھٹنوں سے پہلے زمین پر اپنے ہاتھ رکھتے تھے۔

چنانچہ آپ ﷺ اس کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی انسان سجدے میں جائے تو وہ اونٹ کی طرح نہ بیٹھے بلکہ وہ گھٹنوں سے پہلے ہاتھ زمین پر رکھے۔<sup>۱</sup>

علمی فوائد: عبدالحق نے احکام الکبریٰ (۱/۵۴) میں اس کو صحیح کہا ہے اور اس نے کتاب التہجد میں کہا ہے کہ اس کی اسناد اس سے پہلی روایت سے بہتر ہے اس سے مقصود وائل بن حجر کی حدیث ہے جو اس کے معارض ہے بلکہ یہ حدیث چونکہ اس صحیح حدیث کے مخالف ہے اور اس حدیث کے مخالف ہے جو اسناد کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے اور اسی طرح اس حدیث کی کیفیت ہے جو معنوی لحاظ سے اس کے موافق ہے جیسا کہ میں اس کو احادیث الضعیفہ ح ۹۲۹ میں بیان کیا ہے نیز ارواء الغلیل ح ۳۵۷ میں ذکر کیا ہے۔

خیال رہے کہ صحیح حدیث میں پہلے دونوں ہاتھوں کے رکھنے کا ذکر ہے نیز اونٹ کی طرح بیٹھنے سے بھی منع کیا گیا ہے اس لئے کہ اونٹ پہلے اپنے گھٹنے رکھتا ہے اور اس کے گھٹنے اس کے ہاتھوں میں ہیں جیسا کہ لسان العرب وغیرہ لغت کی کتابوں میں اس کا ذکر ہے نیز امام طحاوی نے مشکل الآثار اور شرح معانی الآثار میں اس کا ذکر کیا ہے اور امام قاسم سمرقانی نے کہا ہے کہ یہ غریب الحدیث (۲/۱۷۰) میں صحیح سند کیساتھ مروی ہے ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں ((کہ کوئی شخص بھاگنے والے اونٹ کی طرح نہ بیٹھے))

خیال رہے کہ اونٹ کی مخالفت تب متحقق ہوتی ہے جب سجدے میں جاتے وقت پہلے زمین پر ہاتھ رکھے جائیں پھر گھٹنے رکھے جائیں اس لئے کہ اونٹ جب بیٹھتا ہے تو وہ پہلے اپنے گھٹنے زمین پر رکھتا ہے اور اس کے گھٹنے اس کے ہاتھوں میں ہیں، یعنی سجدہ میں جاتے وقت زمین پر یوں نہیں گرنا چاہئے جس طرح بھاگنے والا انتقام لینے والا اونٹ بے اطمینانی کی حالت میں اپنے آپ کو زمین پر گرا لیتا ہے پس اطمینان کی حالت میں پہلے ہاتھ زمین پر رکھے جائیں پھر گھٹنے رکھے جائیں، اس مسئلہ میں مرفوع حدیث بھی مروی ہے جو مفہوم کے لحاظ سے واضح ہے، حافظ ابن القیم نے اس مسئلہ میں تعجب انگیز رویہ اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا کلام ہے جسے عقل تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں اور نہ ہی عربی زبان سے واقفیت رکھنے والے اس حقیقت کو پاسکتے ہیں لیکن ہم نے جو حوالہ جات پیش کئے ہیں ان سے ان کے موقف کی تردید ہوتی

۱ صحیح ابوداؤد ۱۵۸/۱ کتاب الصلاة باب ۱۳۲، تمام فی الفوائد ح ۱۱۰۸، نسائی فی الصغریٰ والکبریٰ ۱/۱۴۷ (نوٹوٹیٹ جامعہ ملک عبدالعزیز مکہ المکرمہ) صحیح سند کے ساتھ

ہے تفصیل کیلئے میرا رسالہ الرد علی الشیخ التویجری جو ری طبع ہے کا مطالعہ کریں۔  
رسول اکرم ﷺ سجدے میں جاتے وقت ہاتھوں کے زمین پر پہلے رکھنے کے بارے  
میں ذکر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس طرح چہرہ سجدہ کرتا ہے اسی طرح ہاتھ بھی سجدہ کرتے ہیں  
پس جب تم چہرہ زمین پر رکھو تو ہاتھ بھی زمین پر رکھو اور جب چہرہ اٹھاؤ تو ہاتھوں کو بھی اٹھا لو۔<sup>۱</sup>  
رسول اکرم ﷺ سجدے میں اپنی ہتھیلیوں پر ٹیک لگاتے اور انہیں پھیلا کر رکھتے۔<sup>۲</sup>  
البتہ انگلیوں کو ملا کر رکھتے۔<sup>۳</sup> اور انہیں قبلہ کی جانب سیدھا رکھتے۔<sup>۴</sup>  
نیز آپ ﷺ کی ہتھیلیاں آپ ﷺ کے کندھوں کے برابر ہوتیں۔<sup>۵</sup>  
اور کبھی ہتھیلیاں آپ ﷺ کے کانوں کے برابر ہوتی۔<sup>۶</sup>  
اور آپ ﷺ کا ناک اور پیشانی زمین پر ہوتی۔<sup>۷</sup>

چنانچہ آپ ﷺ نے اس نسان سے فرمایا جس نے جلدی جلدی رکوع و سجود کر لیا تھا کہ  
جب تو سجدہ کرے تو سجدے میں اطمینان کیساتھ اعضاء کو زمین کے ساتھ لگائے رکھے۔<sup>۸</sup>  
ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا سجدہ کرتے وقت تیرا چہرہ اور تیرے ہاتھ  
زمین کیساتھ اطمینان کیساتھ لگے ہوں یہاں تک کہ ہر جوڑا اپنے مقام پر استوار ہو جائے۔<sup>۹</sup>  
رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں اس شخص کی نماز نہیں جو اپنا ناک اس طرح زمین پر نہیں  
لگاتا جس طرح پیشانی لگاتا ہے۔<sup>۱۰</sup>

اسی طرح آپ سجدے کی حالت میں اپنے گھٹنوں اور پاؤں کے کناروں کو بھی زمین پر رکھتے تھے۔<sup>۱۱</sup>  
ابن خزیمہ ۲/۷۹۱، مسند احمد ۶/۲، مسند السراج ق ۱/۴۰، حاکم ۲۲۶/۱، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت  
کی، ارواء الغلیل ح ۳۱۳، ابوداؤد، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی، ابن خزیمہ، بیہقی، حاکم نے  
صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی، بیہقی سند صحیح ہے، ابن ابی شیبہ اور السراج میں دوسری سند سے انگلیوں کے  
قبلہ جانب رکھنے کا ذکر ہے۔<sup>۱۲</sup> صحیح ابوداؤد ۱۳۹/۱ کتاب الصلاة باب ۱۱، صحیح ترمذی ۸۱/۱ کتاب  
الصلاة باب ۱۸۹ ترمذی نے اور ابن الملقن ۲/۲۷ نے اس کو صحیح کہا، ارواء الغلیل ح ۳۰۹، صحیح ابوداؤد  
۱۴۰/۱ کتاب الصلاة باب ۱۱، سنن نسائی ۱۰۲/۱ کتاب الافتتاح سند صحیح ہے،<sup>۱۳</sup> صحیح ابوداؤد ۱۴۱/۱ کتاب  
الصلاة باب ۱۱۸، مسند احمد ۳۴۰/۴ سند صحیح ہے،<sup>۱۴</sup> ابن خزیمہ ۱۱۰/۱۰۱ سند صحیح ہے،<sup>۱۵</sup> سنن دارقطنی ۲۳۸/۱،  
طبرانی ۱۱/۱۴۰/۱۳ ابو نعیم فی اخبار اصحابان، بیہقی سند صحیح ہے، ابن ابی شیبہ اور السراج ۳۶۳/۲ میں دوسری  
سند سے انگلیوں کے قبلہ جانب رکھنے کا ذکر ہے، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

اور اپنے دونوں قدموں کے اگلے حصوں کو اور اپنی دونوں انگلیوں کے کناروں کو قبلہ رخ رکھتے۔<sup>۱</sup>  
ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ اس بات کو محبوب جانتا تھا کہ نماز کی حالت میں اس کے جسم کا ہر عضو  
قبلہ کی جانب ہو یہاں تک کہ وہ اپنا انگوٹھا بھی قبلہ رخ رکھتا تھا۔<sup>۲</sup>

اور اپنے دونوں پاؤں کی ایڑیوں کو ملا کر رکھتے۔<sup>۳</sup> نیز دونوں پاؤں کو کھڑا رکھتے۔<sup>۴</sup>  
اور اس کا حکم بھی دیتے۔<sup>۵</sup> اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کو اندر کی طرف موڑتے تھے۔<sup>۶</sup>  
پس یہ سات اعضاء ہیں جن پر آپ ﷺ سجدہ فرماتے تھے یعنی ان کو زمین پر رکھتے تھے  
دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے دونوں پاؤں پیشانی اور ناک، البتہ ایک حدیث میں پیشانی اور ناک کو  
سجدے کی حالت میں ایک قرار دیا ہے چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں۔

((مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سجدہ کروں اور ایک روایت میں ہے ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ  
ہم سات اعضاء پر سجدہ کریں یعنی پیشانی اس کے ذکر کے وقت آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ ناک پر رکھا  
اور دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے دونوں پاؤں کے کنارے نیز ہم نماز میں اپنے کپڑے اور اپنے  
بال باندھ کر نہ رکھیں۔))<sup>۷</sup>

لیکن کپڑوں اور بالوں کو صرف نماز کی حالت میں بند کرنا جائز نہیں بلکہ نماز سے پہلے بھی اگر کوئی  
شخص یہ کام کرتا ہے پھر نماز میں داخل ہوتا ہے تو جمہور علماء کے نزدیک یہ نبی اس کو بھی شامل ہے اس کی تائید  
اس سے بھی ہو رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بالوں کو باندھ کر نماز  
پڑھے اس حدیث کا ذکر آئندہ اوراق میں آ رہا ہے مقصد یہ ہے کہ جب بال کھلے ہوں گے تو سجدہ کی حالت  
میں زمین پر پڑیں گے گویا کہ وہ بھی سجدہ کریں گے اور انکے سجدہ کا ثواب نماز پڑھنے والے کو ملے گا اور جب  
وہ بندھے ہوئے ہوں گے تو سجدہ نہ کر سکیں گے انکی مشابہت اس انسان سے ہوگی جس کے دونوں ہاتھ کمر کی  
جانب باندھ دیئے گئے ہوں، ظاہر ہے اس کے دونوں ہاتھ سجدے کی حالت میں زمین کو نہیں لگ سکیں گے۔

۱ صحیح بخاری کتاب الاذان ترجمۃ الباب ۱۳۱، صحیح ابوداؤد ۱۴۱/۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۸، ابن راہوی فی  
مسندہ ۱۲۹/۲ ابن سعد ۱۵۷/۲ طحاوی، ابن خزیمہ ج ۲ ص ۶۵۳، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی  
۲ بیہقی صحیح ہے ۵ صحیح ترمذی ۸۸/۱ کتاب الصلاۃ باب ۲۰۴، مسند السراج، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے  
موافقت کی ۶ صحیح ابوداؤد ۱۴۱/۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۸، صحیح ترمذی ۹۷/۱ کتاب الصلاۃ باب ۲۲۳ ترمذی  
نے صحیح کہا، نسائی، صحیح ابن ماجہ ۱۴۲/۱ کتاب الاقامۃ باب ۱۵، نہایہ ابن الاثیر ۴ صحیح بخاری ج ۸ ص ۸۰۹ کتاب  
الاذان باب ۱۳۳، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۳۱ کتاب الصلاۃ باب ۴۴، ارواء الغلیل ج ۳ ص ۳۱۰

میں کہتا ہوں: بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ بالوں کو کھول کر رکھنے کا حکم مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں یعنی وہ اپنے بال باندھ سکتی ہیں جیسا کہ امام شوکانی نے ابن العربی سے اسکو نقل کیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں جب انسان سجدہ میں جاتا ہے تو اس کے ساتھ اس کے سات اعضاء چہرہ، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے، اور دونوں پاؤں بھی سجدہ کرتے ہیں۔<sup>۱</sup>

اور اس انسان کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا جو نماز کی حالت میں بالوں کو باندھے ہوئے تھا اس کی مثال تو اس انسان کی سی ہے جو ایسی حالت میں نماز پڑھتا ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کی جانب باندھے ہوئے ہیں۔<sup>۲</sup>

نیز آپ نے فرمایا یہ شیطان کا حصہ ہے یعنی شیطان مینڈھیوں کی جڑ میں بیٹھتا ہے۔<sup>۳</sup>

نیز رسول اللہ ﷺ سجدہ کی حالت میں اپنی کلائیوں کو زمین پر نہیں لگاتے تھے۔<sup>۴</sup> بلکہ انہیں زمین سے اٹھا کر رکھتے اور پہلوؤں سے دور رکھتے یہاں تک کہ پچھلی جانب سے آپ ﷺ کی دونوں بغلیں واضح نظر آتی تھیں۔<sup>۵</sup> یہاں تک کہ اگر بکری کا چھوٹا بچہ آپ ﷺ کی کلائیوں کے نیچے سے گزرنا چاہے تو گزر سکتا تھا۔<sup>۶</sup>

رسول اکرم ﷺ سجدے کی حالت میں اپنے ہاتھوں کو اتنے مبالغہ کے ساتھ پھیلاتے کہ بعض صحابہ کا قول ہے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی یہ حالت دیکھ کر ترس آتا تھا کہ آپ اپنے ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے دور ہٹا کر رکھے ہوئے ہیں۔<sup>۷</sup>

چنانچہ آپ ﷺ اس کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب سجدہ کرو تو اپنی ہتھیلیوں کو زمین پر رکھو اور اپنی کہنیوں کو اٹھا کر رکھو۔<sup>۸</sup>

اور فرماتے ہیں سجدے کی حالت میں میانہ روی اختیار کروان میں سے کوئی شخص اپنے

۱ صحیح مسلم ج ۲۳۲، ۲۳۱ کتاب الصلاة باب ۴۴، ابو عوانہ، ابن حبان صحیح ابوداؤد ۱۱/۱۲۷، صحیح ترمذی

۲ ۱۲/۱ کتاب الصلاة باب ۲۷۸ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح کہا

۳ صحیح بخاری ج ۸۲۲ کتاب الاذان باب ۱۴۱، صحیح ابوداؤد ۱۱/۶۹ تفریح ابواب الکرع والسجود باب ۱۵۹

۴ صحیح بخاری ج ۳۹۰ کتاب الصلاة باب ۲۷، صحیح مسلم ج ۲۳۵ کتاب الصلاة باب ۴۵، الارواء ج ۳۵۹

۵ صحیح مسلم ج ۲۳۷ کتاب الصلاة باب ۴۵، ابو عوانہ، ابن حبان صحیح ابوداؤد ۱۰/۱۷۰ کتاب الصلاة باب

۶ ۱۵۹، ابن ماجہ سند حسن ہے صحیح مسلم ج ۲۳۴ کتاب الصلاة باب ۴۵، ابو عوانہ

ہاتھوں کو زمین پر یوں نہ پھیلا کر رکھے جیسے کتا رکھتا ہے۔<sup>۱</sup>

اور ایک دوسری روایت میں اور الفاظ کے ساتھ ہے کہ تم میں سے کوئی انسان اپنے

ہاتھوں کو یوں نہ بچھا کر رکھے جیسے کتا بچھاتا ہے۔<sup>۲</sup>

نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اپنے ہاتھوں کو ایسے نہ پھیلاؤ جیسے درندہ پھیلاتا ہے بلکہ اپنی ہتھیلیوں پر سہارا رکھیں اور اپنے بازوؤں کو ہٹا کر رکھیں جب آپ اس طرح سجدہ کریں گے تو آپ کا ہر عضو آپ کے ساتھ سجدہ کرے گا۔<sup>۳</sup>

## سجدہ میں اطمینان فرض ہے

رسول اللہ ﷺ رکوع و سجود کے اتمام کا حکم دیتے اور جو کوئی اس کا خیال نہ رکھتا اس کو بھوکے انسان کے ساتھ تشبیہ دیتے جس طرح وہ ایک دو کھجور کھاتا ہے لیکن اس کی بھوک ختم نہیں ہوتی اسی طرح اس شخص کی بھی نماز نہیں ہوتی اس قسم کے انسان کو آپ ﷺ نے بدترین چور کہا ہے۔

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو رکوع و سجود میں اپنی کمر کو صحیح طور پر نہیں جھکاتا اسی طرح آپ ﷺ نے اس انسان کو سجدہ میں اطمینان کا حکم دیا جس نے جلدی جلدی رکوع اور سجود کر کے نماز ادا کی تھی جیسا کہ اس کا ذکر پہلے باب میں گزر چکا ہے۔

## سجدہ کی دعائیں

رسول اکرم ﷺ سے سجدہ میں مختلف قسم کی دعائیں اور اذکار مروی ہیں، تفصیل درج ذیل ہے

۱- ﴿سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى﴾ ”میرا رب پاک (اور) برتر ہے“ تین بار پڑھتے تھے۔<sup>۴</sup>  
کبھی آپ ﷺ تین بار سے زیادہ بار پڑھا کرتے تھے (جیسا کہ اس کا ذکر پچھلی فصل میں گزر چکا ہے) لیکن رات کے نوافل میں کبھی اس قدر مبالغہ کے ساتھ تکرار فرماتے کہ آپ کا سجدہ

۱ صحیح بخاری ج ۸۲۲ کتاب الصلاة باب ۱۴۱، صحیح مسلم ج ۲۳۳ کتاب الصلاة باب ۴۵، صحیح ابوداؤد ۱/۱۶۹  
کتاب الصلاة باب ۱۵۹، احمد ۱/۱۰۹، صحیح ترمذی ۱/۸۷ کتاب الصلاة باب ۲۰۳ ترمذی نے صحیح کہا ۱/۲۱۸۰، المقدسی فی المختار، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

۲ صحیح ابی داؤد ۱/۱۶۵ کتاب الصلاة باب ۱۵۱، صحیح ترمذی ۱/۳۷ کتاب الصلاة باب ۱۹۲، صحیح ابن ماجہ ۱/۱۴۶ کتاب الاقامة، مسند احمد ۱/۲۳۲، دارقطنی، طحاوی، بزار، طبرانی الکبیر میں سات صحابہ کرام سے مروی ہے

قریب قریب قیام کے ہو جاتا جبکہ آپ ﷺ نے قیام میں سورۃ البقرۃ، النساء، آل عمران تلاوت فرمائیں پھر ان کے درمیان مناسب مقامات پر دعا اور استغفار کا سلسلہ بھی جاری ہو جاتا تھا، جیسا کہ صلاۃ اللیل کے باب میں گزر چکا ہے۔

۲- ﴿سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَىٰ وَبِحَمْدِهِ﴾

”میرا پروردگار بلند اور پاک ہے اور میں اس کی تعریف کرتا ہوں“ تین بار پڑھتے۔<sup>۱</sup>

۳- ﴿سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ﴾

”اللہ منزہ اور پاک ہے وہ فرشتوں اور جبرائیل علیہ السلام کا رب ہے“<sup>۲</sup>

۴- ﴿سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي﴾

”اے اللہ تو پاک ہے ہمارا پروردگار ہے اور ہم تیری حمد و ثنا کرتے ہیں اے اللہ مجھے معاف فرما“ یہ دعا آپ کثرت کے ساتھ رکوع میں بھی پڑھا کرتے اور قرآن پاک سے اس کا استنباط فرماتے۔<sup>۳</sup>

۵- ﴿اللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ اَمَنْتُ وَ لَكَ اَسْلَمْتُ وَ اَنْتَ رَبِّي سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَ صُوْرَهُ فَ اَحْسَنَ صُوْرُهُ وَ شَقَّ سَمْعُهُ وَ بَصَرَهُ فَ تَبَرَّكَ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْخٰلِقِيْنَ﴾

”اے اللہ! میرا سجدہ کرنا تیرے لئے ہے اور تجھ پر ہی میرا ایمان ہے اور تیرے لئے ہی میں مطیع ہوں اور تو میرا پروردگار ہے میرا چہرہ اس ذات کے سامنے جھکتا ہے جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کی شکل بنائی اور اسے حسن بخشا چہرے میں کان آنکھیں بنائیں پس اللہ برکت والا ہے جو نہایت بہتر پیدا کرنے والا ہے۔“<sup>۴</sup>

۶- ﴿اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُبِي كُلَّهُ، دِقَّةً وَ جَلَّةً، وَ اَوْلَاهُ وَ اٰخِرَهُ، وَ عَلَانِيَتَهُ وَ سِرَّهُ﴾

”اے اللہ! میرے تمام گناہ چھوٹے، بڑے، پہلے، پچھلے ظاہر پوشیدہ معاف فرما“<sup>۵</sup>

۷- ﴿سَجَدَ لَكَ سَوَادِي وَ خِيَالِي وَ اَمَنْ بِكَ فُوَادِي اَبُوْءُ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ هٰذِي يَدِي وَ مَا جَنَيْتُ عَلَيَّ نَفْسِي﴾

۱ صحیح ہے ابوداؤد، سنن دارقطنی ۱/۳۲۲، احمد طبرانی، بیہقی ۱/صحیح مسلم ح ۲۲۳ کتاب الصلاۃ باب ۴۲، صحیح ابی داؤد ۱/۱۶۵ کتاب الصلاۃ باب ۱۵۱، ابوعوانہ ۱/صحیح بخاری ح ۸۱ کتاب الاذان باب ۱۳۹، صحیح ابی داؤد ۱/۶۷ کتاب الصلاۃ باب ۱۵۳، صحیح مسلم ح ۲۱۷ کتاب الصلاۃ باب ۴۲، صحیح مسلم ح ۲۰۱ کتاب المسافرین باب ۲۶، ابوعوانہ، طحاوی، سنن دارقطنی ۱/۳۲۲، صحیح مسلم ح ۲۱۶ کتاب الصلاۃ باب ۴۲، ابوعوانہ



”میرا جسم میرا خیال تجھے سجدہ کر رہا ہے میرا دل تجھ پر ایمان لایا چکا ہے مجھ پر جو تیری نعمتیں ہیں میں انکا قرار کرتا ہوں یہ میرے ہاتھ ہیں اور میرے گناہ ہیں جن کا میں نے ارتکاب کیا۔“

۸- ﴿سُبْحٰنَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ﴾

”پاک ہے وہ ذات جو غالب بادشاہت والی کبریائی اور عظمت والی ہے“ یہ دعا اور اس کے بعد والی دعائیں رات کے نوافل میں پڑھا کرتے تھے۔“

۹- ﴿سُبْحٰنَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ﴾

”اے اللہ تو پاک ہے اور ہم تیری حمد و ثنا کرتے ہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں“

۱۰- ﴿اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ﴾

”اے اللہ میرے پوشیدہ اور ظاہر گناہ معاف کر دے“

۱۱- ﴿اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا [وَفِي لِسَانِي نُورًا] وَاجْعَلْ فِي سَمْعِي نُورًا وَاجْعَلْ فِي

بَصَرِي نُورًا وَاجْعَلْ مِنْ تَحْتِي نُورًا وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِي نُورًا وَعَنْ يَمِينِي نُورًا وَعَنْ شِمَائِي

نُورًا وَاجْعَلْ أَمَامِي نُورًا وَاجْعَلْ خَلْفِي نُورًا [وَاجْعَلْ فِي نَفْسِي نُورًا] وَاعْظِمْ لِي نُورًا﴾

”اے اللہ میرے دل میں روشنی فرما اور میری زبان، میرے کان اور میری آنکھوں میں روشنی

فرما اور میرے نیچے اور اوپر روشنی فرما اور میرے دائیں بائیں آگے پیچھے روشنی کر اور میرے نفس

میں بھی روشنی فرما اور میری روشنی کو زیادہ کر“

۱۲- ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَأَعُوذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَ

أَعُوذُ بِكَ مِنْكَ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِكَ﴾

”اے اللہ اللہ! میں تیری رضا کیساتھ تیری ناراضگی سے پناہ طلب کرتا ہوں اور تیری عافیت عطا

کرنے کیساتھ تیری سزا سے پناہ طلب کرتا ہوں اور میں تیرے ساتھ تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں

ابن نصر، بزار، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے تردید کی لیکن اس حدیث کے بہت سے شواہد ہیں جو اصل کتاب

میں ہیں صحیح ابی داؤد ۱۶۶/۱ کتاب الصلاة باب ۱۵۲، سنن نسائی ۱/۱۳۳ کتاب الافتتاح صحیح ہے، اس

کی تفسیر رکوع کے باب میں گزر چکی ہے صحیح مسلم ح ۲۲۱ کتاب الصلاة باب ۴۲، ابو عوانہ، سنن نسائی ۱/۱۳۳

، ابن نصر ابن ابی شیبہ، ۶۲/۱۱۱۲، سنن نسائی کتاب الافتتاح ۱/۱۳۲، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

صحیح مسلم ح ۱۹۱ کتاب الصلاة باب ۲۶، ابو عوانہ، ابن ابی شیبہ فی المصنف ۱۲/۱۰۶-۱۱۲-۱۱۱

میں تیری تعریف نہیں کر سکتا تیری تعریف تو اسی طرح ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔<sup>۱</sup>

## سجدہ میں قرآن پاک کی تلاوت جائز نہیں

رسول اکرم ﷺ رکوع و سجود میں قرآن پاک کی تلاوت سے منع فرماتے تھے البتہ کثرت اور کوشش کیساتھ دعائیہ کلمات کہنے کا حکم دیتے نیز آپ کا ارشاد ہے انسان اپنے پروردگار سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہو پس سجدہ میں کثرت کیساتھ دعائیں مانگا کر دے۔<sup>۲</sup>

## لمبا سجدہ کرنے کا بیان

عام طور پر نبی ﷺ کا سجدہ رکوع کے برابر لمبا ہوتا تھا کبھی کبھی کسی عارضہ کی بناء پر زیادہ لمبا فرماتے بعض صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ظہر یا عصر کی نماز تھی رسول اکرم ﷺ (اپنے کندھوں پر) حسن یا حسین کو اٹھائے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے چنانچہ آپ نماز کی امامت کیلئے آگے بڑھے تو آپ نے اپنے داہنے قدم مبارک کے قریب حسن یا حسین رضی اللہ عنہما کو بٹھایا اس کے بعد آپ نے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز پڑھانا شروع کیا آپ نے اس نماز میں لمبا سجدہ فرمایا میں نے نماز میں شریک لوگوں سے اپنے سر کو اٹھایا (تو دیکھا کہ بچہ رسول اکرم ﷺ کی کمر مبارک پر سوار ہے اور آپ سجدہ کی حالت میں ہیں چنانچہ میں بھی سجدے کی حالت میں چلا گیا تو جب رسول اللہ ﷺ نے نماز ختم فرمائی تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ نے اس نماز میں ایک سجدہ بہت ہی لمبا کیا ہے یہاں تک کہ ہمیں خیال گزرا کہ کوئی واقعہ رونما ہو گیا ہے یا پھر وحی نازل ہو رہی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے کوئی بات نہیں البتہ میرا بیٹا میری کمر پر سوار ہو گیا تو میں نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ میں جلدی سجدہ سے سر اٹھاؤں یہاں تک کہ وہ اپنا شوق پورا کر لے۔<sup>۳</sup>

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نماز ادا فرماتے جب آپ ﷺ سجدے میں چلے جاتے تو حسن اور حسین آپ کی کمر پر بیٹھ جاتے لوگ اس حالت میں دونوں بچوں کو روکتے تو آپ لوگوں کی طرف اشارہ کرتے کہ انہیں کچھ نہ کہو جب آپ ﷺ نماز ادا کرنے سے فارغ

۱ صحیح مسلم ج ۲۲۲ کتاب الصلاة باب ۴۲، ابوعوانہ، ابن ابی شیبہ فی المصنف ۲/۱۱۲-۲/۱۱۳ صحیح مسلم ج ۲۱۵ کتاب الصلاة باب ۴۲، مسند ابوعوانہ ۲/۱۸۰، بیہقی ۲/۱۱۰، الارواء ج ۶ ص ۳۵۶ سنن نسائی ۱/۱۳۳ کتاب التطبيق باب ۸۲، ابن عساکر ۱/۱۲۵-۲، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

ہوئے تو آپ ﷺ نے دونوں بچوں کو اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے وہ ان دونوں سے محبت کرے۔<sup>۱</sup>

ابن خزیمہ نے اس حدیث پر مضمون باندھا ہے کہ نماز میں ایسا اشارہ کرنا جس سے حقیقت کا پتہ چلے نماز فاسد نہیں ہوتی، علامہ البانی فرماتے ہیں اس قسم کے اشارے کو اہل رائے حرام قرار دیتے ہیں نیز اس مضمون کی بہت سی احادیث صحیحین اور دیگر کتب میں موجود ہیں۔

## سجدہ کی فضیلت کا بیان

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے میں اپنی امت میں سے ہر شخص کو قیامت کے دن پہچان لوں گا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اتنی زیادہ مخلوق میں آپ ﷺ انہیں کس طرح پہچان لیں گے آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ حقیقت نہیں کہ اگر آپ ایسی جگہ سے گزریں جس میں ایسے گھوڑے موجود ہوں جو خالص سیاہ رنگ کے ہوں اور ان میں ایسا گھوڑا موجود ہو جس کی پیشانی اور ٹانگیں سفید ہوں تو کیا اتنے بڑے اژدھام میں آپ اسے پہچان سکیں گے اس نے کہا ضرور! آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز میری امت کے لوگوں کی پیشانیاں اور ہاتھ، پاؤں وضو کے پانی کی وجہ سے سفید ہوں گے۔<sup>۲</sup>

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز جب اللہ پاک بعض دوزخیوں پر رحمت کرنے کا ارادہ فرمائیں گے تو فرشتوں کو حکم دیں گے کہ وہ دوزخ سے ایسے لوگوں کو باہر نکال لیں جو اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے تو وہ ان کو اس علامت کے ساتھ نکالیں گے کہ ان کی سجدہ کی جگہوں کو اللہ پاک نے دوزخ پر حرام کر دیا ہے یعنی وہاں دوزخ کی آگ کا کچھ اثر نہ ہوگا چنانچہ وہ دوزخ سے نکالے جائیں گے خیال رہے کہ انسان کے تمام اعضاء پر دوزخ کے اثرات ہوں گے البتہ سجدہ کرنے والے اعضاء محفوظ رہیں گے۔<sup>۳</sup>

☆ معلوم ہوا کہ گناہ گار نمازی ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے اسی طرح اگر موحد شخص سستی کے ساتھ نماز چھوڑ دیتا ہے وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔<sup>۴</sup>

۱ صحیح ابن خزیمہ، ج ۱، ۱۸۸۷، ابن مسعود سے حسن سند کیساتھ مروی ہے بہت ہی میں مرسل ہے ۲/۲۶۳ مسند احمد ۱۸۹/۴  
 ۲ صحیح ہے، ترمذی نے حدیث کے کچھ حصے کا ذکر کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے، احادیث الصحیحہ ۱/صحیح بخاری  
 ۳ ۸۰۶ ج کتاب الاذان باب ۱۴۹، صحیح مسلم ج ۲۹۹ کتاب الایمان باب ۸، احادیث الصحیحہ ج ۲، ۵۴

## زمین اور چٹائی پر سجدہ کرنے بیان

رسول اکرم ﷺ عام طور پر زمین پر سجدہ کرتے تھے اس لئے کہ مسجد نبوی میں کنگرو وغیرہ کا بھی فرش نہ تھا اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام آپ ﷺ کی اقتداء میں سخت گرمی کے موسم میں نماز ادا فرماتے جب وہ زمین پر پیشانی رکھنے کی طاقت نہ رکھتے تو سجدہ کی جگہ پر کپڑا رکھ لیتے اور اس پر سجدہ کرتے۔<sup>۱</sup> اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے میرے لئے اور میری امت کیلئے تمام زمین مسجد اور وضو کے پانی کے قائم مقام ہے، پس میری امت کے انسان کو جہاں کہیں نماز کا وقت آ جائے تو زمین اس کیلئے مسجد ہے اور مٹی وضو کے قائم مقام ہے مجھ سے پہلے لوگ صرف اپنے گرجوں اور عبادت خانوں ہی میں نماز ادا کر سکتے تھے۔<sup>۲</sup>

کبھی آپ کا مٹی اور پانی میں سجدہ کرنا ثابت بھی ہے چنانچہ ایک بار رمضان المبارک کی اکیسویں رات تھی تو بارش برسی اور مسجد کی چھت ٹپک پڑی اس لئے کہ چھت کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی تو نبی ﷺ نے کچھڑ میں سجدہ فرمایا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میری آنکھوں نے دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ کی پیشانی مبارک اور ناک پر کچھڑ کا نشان موجود تھا۔<sup>۳</sup> اور رسول اکرم ﷺ کبھی صرف اتنی چٹائی پر نماز ادا فرماتے جو صرف سجدہ کی جگہ میں ہوتی تھی۔<sup>۴</sup> **الْخُمْرُ** کی وضاحت: اس قدر جگہ کہ جس پر انسان سجدہ کی حالت میں اپنا چہرہ رکھتا ہے خواہ وہ چٹائی ہو یا کھجور کے پتوں سے تیار کی گئی ہو مزید اس جیسی دیگر نباتات سے ہو اور اس کو نمہ تب کہا جا سکتا ہے جب کہ وہ اس مقدار کی ہو۔ (النباہیہ)

اور کبھی اس سے بڑی چٹائی ہوتی تھی۔<sup>۵</sup> چنانچہ ایک بار آپ ﷺ نے بڑی چٹائی پر نماز ادا کی جو زمین پر زیادہ عرصہ پڑے رہنے سے سیاہ ہو چکی تھی۔<sup>۶</sup>

☆ معلوم ہوا کہ ایسی چیز پر بیٹھنا درست ہے جس کا پہننا بھی جائز ہے پس ریشم سے تیار شدہ کسی جائے نماز پر بیٹھنا حرام ہے اس لئے کہ ریشم کو پہننا بھی حرام ہے بلکہ بیٹھنے سے منع کرنے پر واضح نص

۱ صحیح بخاری ج ۱۲۰۸ کتاب العمل باب ۸ صحیح بخاری ج ۵۴۱ کتاب المواقیف باب ۱۱، ابو عوانہ ۱ مسند احمد ۱/۲۲۲، السراج، بیہقی، سند صحیح ہے ۲ صحیح بخاری ج ۸۳۶ کتاب الاذان باب ۱۵۱، صحیح مسلم ۴ صحیح بخاری ج ۳۷۹ کتاب الصلاة باب ۱۹، صحیح مسلم ج ۲۷۰ کتاب المساجد باب ۵۸ ۳ صحیح مسلم ج ۲۶۷ کتاب المساجد، ابو عوانہ ۶ صحیح بخاری ج ۳۸۰ کتاب الصلاة، صحیح مسلم ج ۲۶۷ کتاب المساجد

موجود ہے لہذا کسی کے مباح گردانے سے کسی دھوکے میں نہیں آنا چاہئے۔

## سجدہ سے سر اٹھانے کا بیان

رسول اکرم ﷺ تکبیر کہتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھاتے۔<sup>۱</sup> اور اس کا حکم آپ نے اس انسان کو دیا جس نے جلدی جلدی رکوع و سجود کر کے نماز ادا کر لی تھی آپ ﷺ نے فرمایا کسی انسان کی نماز اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ وہ ایسا سجدہ نہیں کرتا جس میں اسکے تمام اعضاء اپنی اصلی حالت میں نہیں آجاتے پھر وہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے اور صحیح طور پر بیٹھ جائے۔<sup>۲</sup> اور اس مقام پر آپ ﷺ اللہ اکبر کے ساتھ کبھی کبھی رفع الیدین بھی کرتے تھے۔<sup>۳</sup>

سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا: امام احمد اس مقام پر رفع الیدین کے قائل ہیں بلکہ وہ ہر تکبیر کے وقت رفع الیدین کے قائل ہیں چنانچہ علامہ ابن القیم فرماتے ہیں ابن الاثرم امام احمد سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے رفع الیدین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا جب بھی نمازی نیچے یا اوپر ہو دونوں صورتوں میں رفع الیدین ہے نیز اثرم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو دیکھا کہ وہ نماز میں اٹھتے بیٹھے رفع الیدین کیا کرتے تھے۔<sup>۴</sup>

شافعی علماء میں سے ابن المنذر اور ابوعلی اسی کے قائل ہیں امام مالک، امام شافعی سے بھی اسی طرح کا قول مروی ہے جیسا کہ (طرح التشریب) میں ہے اور ید دفع الیدین انس، ابن عمر، نافع، طاؤس، حسن بصری، ابن سیرین، اور ایوب سختیانی سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔<sup>۵</sup>

## دوسجدوں کے درمیان بیٹھنے کی کیفیت کا بیان

رسول اکرم ﷺ سجدہ سے سر اٹھا کر برابر بیٹھ جاتے اپنے بائیں پاؤں اور اس پر اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاتے۔<sup>۱</sup>

چنانچہ آپ ﷺ نے اس بات کا حکم اس انسان کو دیا جس نے جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی آپ نے فرمایا جب تو سجدہ کرے تو سجدہ کے وقت اطمینان اختیار کر اور جب سجدے سے سر

۱ صحیح بخاری ج ۸۹ ۷ کتاب الاذان باب ۱۷، صحیح مسلم ج ۲۸ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۱ صحیح ابوداؤد ۱۶۱۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹، حاکم نے صحیح کہاؤہی نے موافقت کی مسند احمد ۳/۳۷۲، صحیح ابوداؤد ۲۳۹/۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۷ سند صحیح ہے البدائع لابن القیم ۴/۸۹ مصنف ابن ابی شیبہ ۱۰۶/۱ بخاری فی جزء رفع الیدین، صحیح ابوداؤد ۱۸۰/۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۸۱ سند صحیح ہے، صحیح مسلم ۵۴/۲، ابوعوانہ، الارواء ج ۳۱۶

اٹھائے تو بائیں ران پر بیٹھ۔<sup>۱</sup> اور آپ کا معمول تھا کہ بیٹھتے وقت اپنا دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے۔<sup>۲</sup>  
اور اس کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھتے۔<sup>۳</sup>

اور کبھی کبھی آپ ﷺ اپنے قدموں اور اپنی ایڑیوں پر بیٹھتے۔<sup>۴</sup>

علامہ ابن القیم کا سہو: اس مسئلہ میں علامہ ابن القیم کو سہو ہو گیا ہے جب وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں سجدوں کے درمیان صرف انفرش کیا ہے اس کے علاوہ کسی دیگر کیفیت کے ساتھ آپ ﷺ سے بیٹھنا ثابت نہیں۔

میں کہتا ہوں: حالانکہ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں جب کہ صحیح مسلم ابوداؤد ترمذی وغیرہ میں پاؤں کے قدموں پر بیٹھنا ثابت ہے اور بیہقی میں عبداللہ بن عمر سے حسن سند کے ساتھ روایت موجود ہے جس کو ابن حجر نے صحیح کہا اور ابواسحاق الحرابی نے غریب الحدیث میں طاؤس سے نقل کیا اور اس نے عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس کو دیکھا کہ وہ دونوں سجدوں کے درمیان اپنے پاؤں کے قدموں اور ایڑیوں کو کھڑا رکھتے اور ان پر بیٹھتے تھے امام مالک پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ان کا قول ہے کہ ہر انسان کی بات رد ہو سکتی ہے البتہ اس قبر مبارک والے انسان کی بات رد نہیں ہو سکتی انہوں نے یہ بات رسول اکرم ﷺ کی قبر شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہی چنانچہ وہ بھی اور صحابہ کی ایک جماعت اور تابعین وغیرہ اس سنت پر عمل کرتے تھے، میں نے اس بارے میں وضاحت کے ساتھ اصل کتاب میں بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: خیال رہے کہ دونوں سجدوں کے درمیان مذکورہ کیفیت کے ساتھ بیٹھنا ممنون ہے البتہ بیٹھنے کی ایک صورت ممنوع ہے اس کا ذکر آگے کیا جائے گا۔

## دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان کے ساتھ بیٹھنا ضروری ہے

رسول اکرم ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاتے کہ ہر عضو اپنی

اپنی جگہ پر آ جاتا۔<sup>۵</sup>

اور اس بات کا حکم آپ ﷺ نے اس انسان کو بھی دیا جس نے جلدی جلدی نماز پڑھ لی تھی آپ ﷺ نے اس سے کہا تم میں سے کسی انسان کی نماز اس وقت تک پوری نہیں ہوتی جب

۱ مسند احمد ۴/۳۴۰، صحیح ابوداؤد ۱۶۲/۱ باب ۱۴۹، سند مضبوط ہے ۲ صحیح بخاری ح ۸۲۸ کتاب الاذان باب ۱۴۵ بیہقی ۳ سنن نسائی ۱۳۶/۱ کتاب الافتتاح سند صحیح ہے ۴ صحیح مسلم ح ۳۳ کتاب المساجد باب ۶، ابوعوانہ، ابوالشیخ جور وایت ابوالزیر بن جابر سے ہے ح ۱۰۳، ۱۰۶، ۱۰۷، بیہقی ۵ صحیح ابوداؤد ۱۴۱/۱ کتاب الصلاة باب ۱۱۸، بیہقی، صحیح ہے

تک کہ وہ دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے نہ بیٹھے۔<sup>۱</sup>

رسول اکرم ﷺ کے دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا عرصہ سجدے کے برابر ہوتا تھا۔<sup>۲</sup>  
اور کبھی کبھی اس سے زیادہ بیٹھتے یہاں تک کہ بعض لوگ کہتے کہ آپ ﷺ بھول گئے ہیں۔<sup>۳</sup>  
امام ابن القیم کا قول: صحابہ کے دور کے بعد لوگوں نے اس سنت کو چھوڑ دیا تھا وہ لوگ جو سنت پر عمل  
پیرا ہوتے ہیں وہ سنت کی مخالفت کا اپنے دل میں خیال تک بھی نہیں لاتے۔

## دونوں سجدوں کے درمیان کونسی دعائیں پڑھی جائیں؟ آپ ﷺ سے ذیل کی دعائیں مروی ہیں۔

۱- ﴿اللَّهُمَّ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي واجْبُرْنِي وارْفَعْنِي واهْدِنِي وَعَافِنِي وَاذُقْنِي﴾  
”اے اللہ! میرے پروردگار مجھے معاف فرما اور مجھ پر رحم کر اور مجھے درست فرما میری خطاؤں کی تلافی  
فرما مجھے رفعت عطا فرما مجھے ہدایت عطا کر مجھے عافیت عطا فرما اور مجھے رزق عطا کر“۔<sup>۴</sup>

۲- ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي، رَبِّ اغْفِرْ لِي﴾ ”میرے پروردگار مجھے معاف کر، مجھے معاف کر“۔<sup>۵</sup>  
ان دعائیہ کلمات کو امام احمد نے پسند فرمایا ہے اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں اگر چاہے تو یہ کلمات  
تین بار ادا کرے اور اگر چاہے تو بجائے رَبِّ اغْفِرْ لِي کے اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي پڑھے اس لئے کہ یہ دونوں  
دعائیں رسول اکرم ﷺ سے دونوں سجدوں کے درمیان پڑھنی بھی ثابت ہیں۔<sup>۶</sup>  
اور یہ دعائیہ کلمات (نمبر ۲) آپ ﷺ رات کے نوافل میں بھی پڑھا کرتے تھے۔

ان دعائیہ کلمات کا رات کے نوافل میں پڑھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ فرض نماز میں ان کا پڑھنا  
جائز نہیں، اس لئے کہ فرض اور نفل نماز میں بلحاظ دعائیہ کلمات کے کچھ فرق نہیں ہے امام شافعی، امام احمد،  
اور اسحاق کا یہی قول ہے وہ فرض نفل دونوں میں اس کے جواز کے قائل ہیں جیسا کہ امام ترمذی نے بھی اس  
کا ذکر کیا ہے اور امام طحاوی بھی مشکل الآثار میں اس کی مشروعیت کے قائل ہیں اگر غور و فکر کیا جائے تو نظر

صحیح ابوداؤد/۱۶۲ کتاب الصلاة باب ۱۴۹، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی ۱ صحیح بخاری ج ۱/۱۸۰ کتاب  
الاذان باب ۱۲، صحیح مسلم ج ۱۹۳ کتاب الصلاة باب ۳۸ ۱ صحیح بخاری ج ۲/۸ کتاب الاذان باب ۱۳۰، صحیح مسلم  
ج ۱/۱۶۶ کتاب الصلاة باب ۳۸ ۱ صحیح ابی داؤد/۱۶۰ کتاب الصلاة باب ۱۳۶، صحیح ترمذی/۹۰ کتاب الصلاة باب  
۲۰۹، صحیح ابن ماجہ ۱/۱۴۸ کتاب الاقامة باب ۲۳، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی ۱ صحیح ابن  
ماجہ/۱۴۸ کتاب الاقامة باب ۲۳ ۱ مسائل امام احمد و اسحاق بن راہویہ اسحاق مروزی کی سند کیساتھ ص ۱۹

صحیح بھی اسکی مؤید ہے اس لئے کہ نماز کی ہر کیفیت میں ذکر مسنون ہے اس لئے یہاں بھی ذکر ہونا چاہئے۔

### دوسرے سجدہ کا بیان

پھر آپ ﷺ اللہ اکبر کہہ کر دوسرا سجدہ فرماتے۔<sup>۱</sup> اور آپ نے اس بات کا حکم اس انسان کو بھی دیا جس نے جلدی جلدی نماز پڑھ لی تھی آپ نے اسے حکم دیتے ہوئے فرمایا تم سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھو، اور پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلے جاؤ اور اطمینان اختیار کرو کہ تمام اعضاء کے جوڑ اپنی اپنی جگہ پر آ جائیں پھر تمام نماز میں ان چیزوں کا خیال رکھو۔<sup>۲</sup>

رسول اکرم ﷺ کبھی کبھی دوسرے سجدے میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنے کے ساتھ رفع الیدین بھی کرتے تھے۔<sup>۳</sup> اور جو کام آپ ﷺ پہلے سجدے میں کرتے تھے وہی دوسرے سجدے میں بھی کرتے تھے، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے سر اٹھاتے۔<sup>۴</sup>

چنانچہ آپ نے اس انسان کو حکم دیا جس نے جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی آپ نے اس کو دوسرے سجدے میں بھی اسی طرح کرنے کا حکم دیا پھر وہ دوسرے سجدے سے اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھائے۔<sup>۵</sup>

اور آپ ﷺ نے اس سے کہا کہ اب تم ہر رکعت اور ہر سجدے میں اسی طرح کرتے رہو جب تم یہ کام کرو گے تو تمہاری نماز پوری ہوگی اور اگر کچھ کمی کرو گے تو اسی قدر نماز کم ہوگی۔<sup>۶</sup>

اور کبھی کبھی آپ ﷺ دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔<sup>۷</sup>

### جلسہء استراحت کا بیان

رسول اکرم ﷺ دوسرے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد اپنے بائیں پاؤں پر اعتدال کے

۱ صحیح بخاری ج ۳ ص ۸۰۳ کتاب الاذان باب ۱۲۸، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸ کتاب الصلاۃ باب ۱۰ صحیح ابوداؤد ۱۶۱/۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی، صحیح بخاری ج ۳ ص ۹۳ کتاب الاذان باب ۱۲۲، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۵ کتاب الصلاۃ باب ۱۱ میں اضافہ کیا ساتھ ہے ۳ ابو عوانہ، صحیح ابوداؤد ۱۳۹/۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۱، دو صحیح سندوں کے ساتھ، امام احمد اس رفع الیدین کے قائل ہیں، ایک روایت کے مطابق امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک بھی یہی ہے، ملاحظہ ہو اسی کتاب کے عنوان سجدہ سے سر اٹھانا ۴ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸ کتاب الصلاۃ باب ۱۰، صحیح بخاری ج ۳ ص ۸۰۳ کتاب الاذان باب ۱۱۸ ۵ صحیح ابوداؤد ۶۲/۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹، حاکم نے صحیح کہا ذہبی نے موافقت کی ۶ مسند احمد ۳۴۰/۴، صحیح ترمذی ۹۵/۱ کتاب الصلاۃ باب ۲۲۳ ترمذی نے صحیح کہا



ساتھ بیٹھ جاتے کہ آپ کا ہر عضو اپنی اپنی جگہ پر ہوتا۔<sup>۱</sup>  
☆ فقہاء کے نزدیک اس بیٹھنے کو جلسہ استراحت کہتے ہیں، امام شافعی اسکے قائل ہیں، امام احمد سے بھی اسی طرح مروی ہے اور احتیاط بھی اسی میں ہے ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اتباع سنت کے بہت دلدادہ تھے جب کہ سنت کے خلاف کوئی دلیل نہ ہوتی۔<sup>۲</sup>

ابن ہانی مسائل احمد (۱۱/۵۷) میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو دیکھا جب وہ آخری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھوں پر اعتماد کرتے اور کبھی برابر بیٹھ جاتے اور پھر کھڑے ہوتے اسحاق بن راہویہ نے اس کو پسند کیا ہے اور مسائل المروزی (۲/۱۱۳۷) میں کہا کہ نبی ﷺ سے یہی مسنون ہے کہ دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت ہاتھ زمین پر رکھے جائیں خواہ بوڑھا ہو یا جوان۔<sup>۳</sup>

## دوسری رکعت کی طرف اٹھتے ہوئے دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگا کر کھڑے ہونے کا بیان

پھر رسول اکرم ﷺ جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو زمین پر ہاتھ رکھتے ہوئے کھڑے ہوتے۔<sup>۴</sup>

اور رسول اکرم ﷺ نماز میں آنا گوندھنے والے انسان کی طرح اپنے دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے۔<sup>۵</sup>

امام بیہقی کے نزدیک اس کی بالمعنی روایت صحیح سند کے ساتھ ہے البتہ یہ حدیث کہ آپ اٹھتے ہوئے یا کھڑے ہوتے ہوئے ہاتھوں پر ٹیک نہیں لگاتے تھے اور تیر کی طرح کھڑے ہوتے تھے موضوع ہے نیز اس مفہوم کی تمام حدیثیں ضعیف ہیں صحیح نہیں ہیں۔<sup>۶</sup>

بعض فاضل دوستوں نے میرے اس قول پر کہ میں نے حربی کی اسناد کو قوی قرار دینے پر اعتراض کیا تو میں نے اپنی کتاب تمام المنہ فی التعلیق علی فقہ السنہ میں اس کو وضاحت کیا تھا بیان کیا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں نہایت اہم بحث ہے۔

اور رسول اکرم ﷺ دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تو خاموش کھڑے نہیں رہتے تھے

۱ صحیح بخاری ج ۸۲۸ کتاب الاذان باب ۱۳۵، صحیح ابوداؤد ج ۱۳۰ کتاب الصلاة باب ۱۱۸ تحقیق ۱/۱۱۱

۲ الارواء ۸۲/۲-۸۳، شافعی، صحیح بخاری ج ۸۲۳ کتاب الاذان باب ۱۳۳، اس حدیث کو ابواسحاق الحرابی

نے درست اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے احادیث ضعیفہ ج ۵۶۲، ۹۲۹، ۹۶۸

بلکہ الحمد للہ کے ساتھ قرأت شروع کرتے تھے۔<sup>۱</sup>

خاموشی سے مقصود حدیث میں جس خاموشی کی نفی کی گئی ہے اس کے بارے میں احتمال اس بات کا ہے کہ آپ کا خاموش رہنا دعائے استفتاح کی قرأت کے باعث تھا لہذا اس سکوت سے مقصود اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کی قرأت کے لئے خاموشی نہیں ہے مزید یہ بھی احتمال ہے کہ یہ سکوت عام ہو لیکن ترجیح میرے نزدیک پہلی وضاحت کو ہے اور پہلی رکعت کے علاوہ میں علماء کے اعوذ باللہ کے پڑھنے میں دو قول ہیں جب کہ ہمارے نزدیک اعوذ باللہ کی مشروعیت ہر رکعت میں ہے اور جو چیز پہلے بیان ہو چکی ہے اس کی تفصیل اصل میں ذکر کی گئی ہے۔

اور واضح رہے کہ رسول اکرم ﷺ دوسری رکعت میں اسی طرح فرماتے جس طرح آپ ﷺ نے پہلی رکعت ادا فرمائی، البتہ دوسری رکعت پہلی رکعت سے مقدار میں کم ہوتی تھی جیسا کہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔

ہر رکعت میں سورت فاتحہ پڑھنا واجب ہے

رسول اکرم ﷺ نے ہر رکعت میں سورت فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا، جیسا کہ آپ ﷺ نے اس شخص کو (جس نے جلدی جلدی نماز ادا کی تھی) پہلی رکعت میں سورت فاتحہ قرأت کرنے کا حکم دینے کے بعد ارشاد فرمایا۔<sup>۲</sup> پھر اپنی تمام نماز میں ایسا کرو۔<sup>۳</sup>

جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ ہر رکعت میں اسی طرح کرو۔<sup>۴</sup>

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر رکعت میں قرأت ہے۔<sup>۵</sup>

جابرؓ فرماتے ہیں ”کہ جس نے ایک رکعت بھی نماز پڑھی اور اس نے اس میں سورت فاتحہ کی تلاوت نہ کی تو اس کی نماز نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ اگر وہ امام کے پیچھے ہے۔“<sup>۶</sup>

پہلا تشہد تشہد میں بیٹھنے کا بیان

دوسری رکعت سے فارغ ہونے کے بعد آپ تشہد کیلئے بیٹھتے تھے اگر نماز صرف دو رکعت ہوتی جیسے صبح کی نماز ہے تو آپ ﷺ اس طرح اپنے آپ کو بچھا کر بیٹھتے تھے جیسا کہ دو

۱ صحیح مسلم ج ۱۳۸ کتاب المساجد باب ۲۷ ابو عوانہ ۱ صحیح ابوداؤد ۱/۶۲ کتاب الصلاة باب ۱۳۹ مسند احمد سند قوی ہے۔

۲ صحیح بخاری ج ۱۹۳ کتاب الاذان باب ۱۲۲ صحیح مسلم ج ۳۵ کتاب الصلاة باب ۱۱ مسند احمد ۲/۲۵۷ سند مضبوط ہے۔

۳ ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، احمدی مسائل ابن حبان، ۱/۵۲ مؤطا امام مالک ج ۳۸

سجدوں کے درمیان بیٹھتے تھے۔<sup>۱</sup>

اور اگر نماز تین یا چار رکعت ہوتی تو پھر بھی پہلے تشہد میں اسی طرح بیٹھتے۔<sup>۲</sup>  
چنانچہ آپ نے اس انسان کو جس نے جلدی جلدی نماز پڑھی تھی آپ نے فرمایا جب  
تو نماز کے درمیان بیٹھے تو اپنی بائیں ران کو زمین پر رکھو اور اطمینان اختیار کرو پھر تشہد پڑھو،<sup>۳</sup>  
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کتے کی طرح بیٹھنے  
سے منع فرمایا ہے۔<sup>۴</sup>

☆ کتے کی طرح بیٹھنے کا ذکر ابو عبیدہ سے یوں مروی ہے کہ کوئی انسان جب اپنے چوڑوں کو  
زمین پر رکھتا ہے اور اپنی پنڈلیوں کو کھڑا رکھتا ہے اور اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھتا ہے تو یہ کیفیت کتے کے بیٹھنے  
کی مانند ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔  
میں کہتا ہوں: یہ وہ بیٹھنا نہیں ہے جو دو سجدوں کے درمیان مسنون ہے جیسا کہ اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے تھے۔<sup>۵</sup>  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آپ تشہد کے لئے بیٹھتے تو دائیں ہتھیلی کو دائیں  
ران پر اور بائیں کو بائیں ران پر اور ایک روایت میں دائیں ہتھیلی کو دائیں گھٹنے پر اور بائیں ہتھیلی کو  
بائیں گھٹنے پر رکھتے تھے گویا کہ اس ہتھیلی کو بائیں گھٹنے پر پھیلانے والے ہوتے۔<sup>۶</sup>

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داہنی کہنی کو اپنے دائیں ران پر اپنے پہلو سے ملا کر رکھتے تھے۔<sup>۷</sup>  
اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کہنی کو اپنے پہلو سے ہٹا کر نہیں رکھتے تھے جیسا کہ  
اس کی وضاحت ابن القیم نے زاد المعاد میں کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو منع فرمایا جو تشہد کی حالت میں بائیں ہاتھ پر ٹیک لگائے  
ہوئے تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو یہودیوں کی نماز ہے۔<sup>۸</sup>

۱ نسائی، ۳/۱، ۷۳۱ سند صحیح ہے ۲ صحیح بخاری ح ۸۲۸ کتاب الاذان باب ۱۲۵، صحیح ابوداؤد ۱/۱۴۱ کتاب الصلاۃ ۱۱۸۵  
۳ صحیح ابوداؤد ۱/۶۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹، بیہقی سند مضبوط ہے ۴ طیالسی، مسند احمد ۲/۲۶۵-۳۱۱، ابن ابی شیبہ  
کتاب کا حاشیہ دیکھیں باب رکوع میں اطمینان کا واجب ہونا ۵ صحیح مسلم ح ۲۴۰ کتاب الصلاۃ باب ۴۵  
۶ ابو عوانہ ۲/۹۳ وغیرہ، الارواء ح ۳۱۶ ۷ صحیح مسلم ح ۱۱۴ کتاب المساجد باب ۲۱، ابو عوانہ ۱/۱۸۰ صحیح ابوداؤد ۱/۱۸۰  
کتاب الصلاۃ باب ۱۸۱، سنن نسائی ۱۰۶/۱، سند صحیح ہے ۸ بیہقی ۲/۱۳۵، حاکم ۱/۲۳۰ حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے اس  
کی موافقت کی، اس حدیث کی اور اس کے بعد آنے والی حدیث کی تخریج الارواء ح ۳۸۰ میں ہو چکی ہے

اس طرح بھی وارد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح مت بیٹھو جس طرح وہ لوگ بیٹھتے ہیں جو عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں۔<sup>۱</sup> اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اس طرح وہ لوگ بیٹھتے ہیں جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے۔<sup>۲</sup>

### تشہد میں سبابہ انگلی کو حرکت دینا

رسول اکرم ﷺ تشہد کی حالت میں اپنی بائیں ہتھیلی کو بائیں گھٹنے پر رکھتے اور اپنی دائیں ہتھیلی کی تمام انگلیوں کو بند فرما لیتے اور وہ انگلی جو انگوٹھے کے ساتھ ہے اسے قبلہ رخ رکھتے اور اپنی نظر کو اس پر مرکوز رکھتے۔<sup>۳</sup>

☆ مسند ابویعلیٰ ۲/۲۷۵ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انگلی کا اشارہ کرنا دراصل شیطان کو زخمی کرنا ہے اور ہر وہ انسان جو اس طرح انگلی سے اشارہ کرتا ہے وہ غلطی پر نہیں ہے، چنانچہ امام حمیدی بھی اسی طرح شہادت کی انگلی کھڑی فرماتے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے مسلم بن ابی مریم نے بیان کیا اس نے کہا مجھ سے ایک آدمی نے ذکر کیا کہ اس نے ملک شام کے ایک گرجا میں انبیاء علیہم السلام کی تصویریں دیکھیں کہ وہ نماز کی حالت میں اپنی شہادت کی انگلی اٹھائے ہوئے تھے، امام حمیدی نے اپنی انگلی کو کھڑا کر کے دکھایا، خیال رہے کہ یہ نہایت عجیب و غریب نئی بات ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اور جب آپ ﷺ نے اشارہ کرنا ہوتا تھا تو اپنا انگوٹھا اپنی درمیانی انگلی پر رکھتے تھے۔<sup>۴</sup> اور کبھی ان دونوں کا حلقہ بناتے تھے، اور نبی ﷺ شہادت کی انگلی کو اٹھا کر حرکت دیتے تھے وہ اس کے ساتھ دعا کرتے تھے۔<sup>۵</sup>

ابن عدی (۱/۲۸۷) میں انگلی کو حرکت دینے والی حدیث کا شاہد ہے ابن عدی نے کہا کہ اس روایت میں ایک راوی عثمان بن مقسم کو ضعیف کہا ہے لیکن اس کی حدیث کو لکھا جاتا ہے۔

۱ بیہقی ۱۳۵/۲، حاکم ۲۳۰/۱، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے اسکی موافقت کی، اس حدیث کی اور اسکے بعد آئیوالی حدیث کی تخریج الارواء ح ۳۸۰ میں ہو چکی ہے ۲ مسند احمد ۱۱۶/۲، صحیح ابوداؤد ۱۸۶/۱ باب ۱۸۸ سند مضبوط ہے ۳ عبد الرزاق، عبد الحق نے اپنی کتاب میں اسکو احکام ح ۲۸۳ میں صحیح کہا، میری تحقیق کیساتھ ۴ صحیح مسلم ح ۱۱۶ کتاب المساجد باب ۲۱، ابو عوانہ، ابن خزیمہ، مسند حمیدی (۱/۱۳۱) میں زیادتی ہے ۵ صحیح مسلم ح ۱۱۳ کتاب المساجد باب ۲۱، ابو عوانہ ۶ صحیح ابوداؤد ۱۸۰/۱، سنن نسائی ۱۰۶/۱، المنقعی لابن الجارود ح ۲۶۹، ابن خزیمہ ۱/۸۶، صحیح ابن حبان ح ۳۸۵ سند صحیح ہے، ابن الملقن ۲/۲۸ نے اس کو صحیح کہا ہے

حدیث میں لفظ یذغوبہا کے بارے میں امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے کہ آپ ﷺ یہ کام نماز کے آخر میں کرتے تھے

میں کہتا ہوں: کہ انگلی کے اشارہ کرنے اور حرکت دینے میں استمرار مسنون ہے اور سلام پھیرنے تک یہی کیفیت برقرار رہے امام مالک اور دیگر ائمہ کا یہی مذہب ہے امام احمد سے سوال کیا گیا کہ نماز میں انگلی سے اشارہ کرنا درست ہے اس نے اثبات میں جواب دیا کہ یہ ضروری ہے۔<sup>۱</sup>

میں کہتا ہوں: پس ان لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہئے جو تشہد میں انگلی سے حرکت دینے اور اشارہ کرنے کو سنت نہیں سمجھتے بلکہ بے فائدہ کہتے ہیں چنانچہ وہ لوگ باوجود ان دلائل کے انگلی کو حرکت نہیں دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں اس قسم کا کام نماز کیلئے مناسب نہیں ہے اور ان دلائل کی تاویلات میں تکلف اختیار کرتے ہیں۔

تعب تو ان لوگوں پر ہے جو نہ صرف اس مسئلہ میں بلکہ دیگر بہت سے مسائل میں اپنے امام کی طرف سے مدافعت کرتے ہیں جب کہ امام کی رائے سنت کے مخالف ہے وہ کہتے ہیں کہ امام کی رائے کو غلط قرار دینے سے امام پر طعن و تشنیع کرنی لازم آتی ہے اور اس کا احترام ختم ہو جاتا ہے یہ لوگ اس بات کو فراموش کر دیتے ہیں کہ صحیح سنت کا انکار کرنا ہیئتاً رسول کریم ﷺ کی ذات پر طعن کرنا ہے اس لئے کہ سنت کے پیش کرنے والے وہی تو ہیں۔ ﴿فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا .....﴾!<sup>۲</sup>

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ شہادت کی انگلی کو اشارہ کرنے کے بعد بند کر لیا جائے یا نفی کے وقت اشارہ کرنا اور اثبات کے وقت اس کو بند کر لینا اس کا سنت میں کوئی اثر نہیں ہے بلکہ یہ صحیح حدیث کے مخالف ہے۔

بعض احادیث میں مروی ہے کہ آپ ﷺ شہادت کی انگلی کو حرکت نہیں دیتے تھے لیکن یہ حدیث سند کے اعتبار سے ثابت نہیں ہے دیکھئے ضعیف ابوداؤد ح ۱۷۵، اگر یہ حدیث ثابت ہو بھی جائے تو ہم کہیں گے یہ حدیث نفی کرتی ہے اور پہلی حدیث مثبت ہے اور مثبت بالاتفاق نافی پر مقدم ہوتی ہے۔

اور نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اس انگلی (سبابہ) کا اشارہ شیطان پر نیزے سے بھی زیادہ سخت ہے۔<sup>۳</sup> اور رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام میں سے کچھ افراد دیگر افراد پر انگلی (سبابہ) کے ساتھ اشارہ نہ کرنے پر تنقید کرتے تھے۔<sup>۴</sup>

آپ کا معمول تھا کہ آپ دونوں تشہد میں شہادت کی انگلی (سبابہ) کا اشارہ کرتے تھے۔<sup>۵</sup>

۱ مسائل امام احمد ص ۸۰ مسند احمد ۱۱۹/۲، بزار، ابو جعفر، الامالی للبخاری ۱/۶۰، الدعاء للطہرانی ق ۳/۱۷۳، السنن للمقدسی ۲/۱۱۲ سند حسن ہے، مسند لروانی ۲/۲۳۹، بیہقی ۱/۱۰۳، ابن ابی شیبہ ۲/۱۲۳ سند حسن ہے، سنن نسائی ۱/۱۳۶ کتاب السہو بیہقی سند صحیح ہے

چنانچہ آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جو دو انگلیوں کیساتھ اشارہ کر رہا تھا آپ نے فرمایا ایک انگلی (سبابہ) کے ساتھ اشارہ کرو ایک انگلی کیساتھ اشارہ کرو اور سبابہ کی طرف اشارہ فرمایا۔<sup>۱</sup>

**پہلے تشہد کے واجب اور اس میں دعا کے مشروع ہونے کا بیان**

رسول اکرم ﷺ دو رکعت کے آخر میں تشہد بیٹھے اور اَلتَّحِيَّاتُ پڑھتے۔<sup>۲</sup>

اور آپ ﷺ تشہد میں بیٹھے ہی جو کلمہ زبان سے نکالتے تھے وہ اَلتَّحِيَّاتُ لِلَّهِ تھیں۔<sup>۳</sup>

اگر کبھی آپ دو رکعتوں کے بعد تشہد بیٹھنا بھول جاتے تو سجدہ سہو کرتے۔<sup>۴</sup>

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم دو رکعت پڑھو تو اَلتَّحِيَّاتُ پڑھو اور جو دعا

تمہیں زیادہ پسند ہو وہ پڑھو، پس ضروری ہے کہ وہ التحیات میں اللہ عزوجل کو پکارے۔<sup>۵</sup>

☆ معلوم ہوا اگرچہ درمیان کا تشہد کیوں نہ ہو اس میں بھی اَلتَّحِيَّاتُ کی دعائیں کرنا مشروع

ہے، اگرچہ اس تشہد کے ساتھ سلام نہ بھی کہا جائے یہی قول امام ابن حزم کا ہے۔

ایک حدیث میں یہ لفظ ہیں کہ جب بیٹھو اَلتَّحِيَّاتُ پڑھو۔<sup>۶</sup> اور اسی بات کا حکم آپ نے

اس انسان کو دیا تھا جس نے جلدی جلدی نماز پڑھ لی تھی جیسا کہ اس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔

رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام کو تشہد کی تعلیم اس طرح دیتے جس طرح انہیں قرآن پاک

کی سورتوں کی تعلیم دیتے۔<sup>۷</sup> اور تشہد میں آہستہ پڑھنا سنت ہے۔<sup>۸</sup>

## تشہد کے کلمات کا بیان

رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو تشہد کے کلمات کی مختلف الفاظ کے ساتھ تعلیم دی۔

۱۔ ابن مسعود کا تشہد: ابن مسعود بیان کرتے ہیں مجھے رسول اکرم ﷺ نے تشہد کے کلمات بالکل

ابن ابی شیبہ ۱۲/۱۲۰-۱۲۳/۲، سنن نسائی ۱۳۹/۱، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے اسکی موافقت کی، اس

حدیث کا شاہد ابن ابی شیبہ میں ہے صحیح مسلم ح ۲۳۰ کتاب الصلاۃ باب ۴۶، ابو عوانہ صحیح بیہقی میں عائشہ

سے مضبوط سند کے ساتھ ہے، ابن الملقن ۲/۱۱۸ صحیح بخاری ح ۱۲۲۳ کتاب السہو باب ۱، صحیح مسلم

ح ۸۵ کتاب المساجد باب ۱۹، الارواء ح ۲۳۸، سنن نسائی ۱۳۷/۱ کتاب التطبيق باب ۱۰۰، مسند احمد ۱۱

۳۸۲، طبرانی فی الکبیر ۳/۲۵۱/۳ سنن صحیح ہے سنن نسائی ۱۳۷/۱ کتاب التطبيق باب کیف التشہد الاول

سند صحیح ہے صحیح بخاری ح ۶۲۶۵ کتاب الاستئذان باب ۲۸، صحیح مسلم ح ۵۹ کتاب الصلاۃ باب ۱۶

صحیح ابوداؤد ۱۸۵/۱ باب ۱۸۶، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

اسی طرح بتائے جس طرح آپ ﷺ مجھے قرآن پاک کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے اور میری ہتھیلی آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی تشهد کے کلمات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

﴿التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ﴾<sup>۱</sup>

”تمام نقلی عبادتیں اور تمام بدنی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ کیلئے ہیں اے نبی! آپ پر اللہ کی سلامتی ہو اور اسکی رحمتیں اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے“ اسی حدیث میں السَّلَامُ عَلَيْنَا کے بعد مذکور ہے کہ جب کوئی انسان یہ کہتا ہے کہ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو تو اس سے مراد ہر وہ نیک بندہ ہوتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہے، نیز جب تک رسول اکرم ﷺ ہمارے درمیان موجود رہے ہم السَّلَامُ عَلَيْنَا کی گواہی دیتے رہے جب آپ فوت ہو گئے تو ہم نے السَّلَامُ عَلَيْنَا کی گواہی دینا شروع کر دیا۔

وہ الفاظ جو سلام پر اور بادشاہت پر اور باقی رہنے پر دلالت کرتے ہیں یہ الفاظ اللہ کی ذات کیلئے خاص ہیں، اور وہ عنائیہ کلمات جن کے ساتھ اللہ کی تعظیم کا ارادہ کیا جاتا ہے وہی ان کا استحقاق رکھتا ہے اس کے علاوہ کسی کے لئے مناسب نہیں ہے، (نہایہ)

جو کلام عمدہ ہے اور بہتر ہے وہ اس لائق ہے کہ اس کلام کے ساتھ اللہ کی تعریف کی جائے ایسے کلمات نہ لائے جائیں جو اللہ کی صفات کے مناسب نہیں ہیں ایسے کلمات جن کے ساتھ بادشاہوں کی عظمت کو اجاگر کیا جاتا ہے

اللہ کی ذات کے ساتھ پناہ طلب کرنا اور اس کی حفاظت میں آنا مقصود ہے اس لئے کہ السلام اللہ پاک کا نام ہے مقصود یہ ہے کہ اللہ تیرا محافظ ہو اور کفیل ہو جیسا کہ کہا جاتا ہے اللہ تیرے ساتھ ہو یعنی اللہ کی حفاظت اور مدد اور اس کی مہربانی تیرے ساتھ ہو، ہر اس وصف پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جس میں خیر و برکت ہے جس کا فیضان اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ ہمیشہ رہتا ہے

میں کہتا ہوں: نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تک رسول اکرم ﷺ ہمارے درمیان موجود رہے

۱ صحیح بخاری ج ۶۲۶۵ کتاب الاستئذان باب ۲۸، صحیح مسلم ج ۵۹ کتاب الصلاة باب ۱۶، ابن ابی شیبہ ج ۱

ہم السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ كہتے رہے جب آپ فوت ہو گئے تو ہم نے السَّلَامُ عَلٰی النَّبِيِّ كہنا شروع کر دیا، معلوم ہوتا ہے کہ یہ تبدیلی آپ کے حکم سے تھی چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب تشہد کی تعلیم دیتیں تو السلام علی النبی کے الفاظ سکھاتی تھیں۔<sup>۱</sup>

حافظ ابن حجر کا قول: صحابہ کرام آپ کی زندگی میں السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ كہتے جب آپ فوت ہو گئے تو انہوں نے خطاب کا صیغہ چھوڑ کر غائب کا صیغہ کھنا شروع کر دیا یعنی وہ السَّلَامُ عَلٰی النَّبِيِّ پڑھتے تھے۔ علامہ سبکی قول: علامہ سبکی شرح المنہاج میں اس روایت کے ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اگر صحابہ کرام سے ثابت ہو جائے کہ وہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد خطاب کا صیغہ استعمال نہیں کرتے تھے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کو مخاطب کر کے سلام کھنا ضروری نہیں بلکہ السَّلَامُ عَلٰی النَّبِيِّ كہنا ہوگا۔ میں کہتا ہوں: خیال رہے کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کی وفات کے بعد السلام علی النبی کے الفاظ استعمال نہیں کرتے تھے اور اس کا ایک مضبوط متابع بھی موجود ہے چنانچہ مصنف عبد الرزاق میں صحیح سند کیساتھ مذکور ہے، عطاء بیان کرتے ہیں کہ جب تک نبی ﷺ زندہ رہے صحابہ کرام السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ كہتے رہے جب آپ ﷺ فوت ہو گئے تو انہوں نے السَّلَامُ عَلٰی النَّبِيِّ شروع کر دیا اس کی سند صحیح ہے۔

لیکن سعید بن منصور نے ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن مسعود کے طریق سے جو حدیث بیان کی ہے کہ وہ اپنے باپ عبد اللہ بن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو تشہد کے کلمات سکھائے راوی بیان کرتا ہے کہ عبد اللہ بن عباس نے وضاحت کی ہے کہ جب آپ زندہ تھے تو ہم پڑھا کرتے تھے السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ ”اے پیغمبر آپ پر سلام ہو“

عبد اللہ بن مسعود نے کہا اسی طرح ہمیں تعلیم دی گئی ہے اور اسی طرح ہم تعلیم دیتے ہیں تو یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ عبد اللہ بن عباس نے یہ بات بطور وضاحت کے کی ہے اور عبد اللہ بن مسعود نے اس کی جانب رجوع نہیں کیا ہے لیکن ابو عمر یعنی بخاری کی روایت زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ ابو عبیدہ کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں مزید اسناد اس تک اس کے ساتھ ساتھ ضعیف ہے

علامہ قسطلانی، زرقانی، کھنوی نے حافظ ابن حجر کا کلام نقل کیا ہے اور اسے مستحسن سمجھا اور اس کا تعاقب نہیں کیا، اس بحث کا اختتام اصل کتاب میں کیا ہے۔<sup>۲</sup>

۲- تشہد ابن عباس: ابن عباس نے تشہد کو ذیل کے کلمات کے ساتھ ذکر کیا ہے:

۱- مسند السراج ج ۲/۱۱۹، الملخص فی الفوائد ج ۱۱/۱۵۴ میں دو صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے



﴿التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ﴾

”تمام نفلی، برکت والی، بدنی، مالی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں اے نبی! آپ ﷺ پر اللہ کی سلامتی ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر اللہ کی جانب سے سلامتی ہو اور میں گواہی دیتا ہوں! کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کا رسول ہے اور ایک روایت میں ہے وہ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے“۔

امام نووی کا قول: تشہد کے الفاظ کے بارے میں امام نووی فرماتے ہیں کہ اگرچہ واؤ موجود نہیں ہے لیکن فی الحقیقت موجود ہے جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود کی حدیث میں واؤ کا ذکر آتا ہے اس حدیث میں اختصار کے پیش نظر واؤ کو حذف کر دیا گیا ہے لغت عرب میں اس کا جواز موجود ہے، اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ تمام نفلی عبادتیں اور جن عبادات کا ذکر ان کے بعد ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے لائق جب کہ ان کی حقیقت اللہ کے غیر کیلئے درست نہیں ہے۔

۳- تشہد ابن عمر: ابن عمر نے ذیل کے کلمات کے ساتھ تشہد کا ذکر کیا ہے۔

﴿التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ﴾

”تمام نفلی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں اے نبی! آپ ﷺ پر اللہ کی سلامتی ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر اللہ کی جانب سے سلامتی ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے“۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس تشہد میں وَبَرَكَاتُهُ اور وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ کا اضافہ میں نے کیا ہے۔ یہ دونوں زائد جملے ہیں جو نبی ﷺ سے تشہد میں ثابت ہیں عبد اللہ بن عمر نے ان کا اضافہ اپنی

جانب سے نہیں کیا ہے وہ تو اس قسم کے اقدام سے بہت دور تھے البتہ اس نے (عبداللہ بن عمر) کے علاوہ دیگر صحابہ کرام سے ان کو سنا جنہوں نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا ہے اس لئے اس نے ان دونوں زیادتیوں کو اس تشہد پر بڑھا دیا ہے جس کو اس نے نبی ﷺ سے بلا واسطہ سنا تھا۔

۴۔ تشہد ابی موسیٰ اشعری: ابو موسیٰ اشعری رسول اکرم ﷺ سے تشہد ذیل کے کلمات کی شکل میں ذکر کرتے ہیں نبی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم تشہد کیلئے بیٹھنے لگو تو یہ کلمات کہو:

﴿التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ﴾

”تمام نفلی، بدنی، مالی عبادتیں اللہ کیلئے ہیں اے نبی! آپ پر اللہ کی سلامتی ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر اللہ کی جانب سے سلامتی ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے“<sup>۱</sup> یہ سات کلمات نماز کا تحفہ ہیں۔

۵۔ تشہد عمر بن خطاب: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہو کر ذیل کے کلمات کی صورت میں تشہد کی تعلیم دیتے تھے ﴿التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ الزَّكِيَّاتُ لِلَّهِ الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ﴾ (ان الفاظ کے بعد باقی الفاظ ابن مسعود کے تشہد کے الفاظ کے مطابق ہیں) أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ﴾

”تمام نفلی عبادتیں اللہ کے لئے تمام پاکیزہ کلمات اللہ کے لئے تمام مالی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں آپ ﷺ پر سلام ہو، اے نبی! آپ ﷺ پر اللہ کی سلامتی ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے“<sup>۲</sup>

۱ صحیح مسلم ج ۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۶، ابو عوانہ، صحیح ابوداؤد ۱۸۲/۱ باب ۱۸۳، صحیح ابن ماجہ ۱۳۸/۱  
۲ کتاب الاقامۃ باب ۲۳، مؤطا مالک ۵۷/۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۳، بیہقی صحیح ہے

ابن عبد البر کا قول: یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے اس لئے کہ حدیث سے جو معلوم ہو رہا ہے وہ ایسی چیز ہے کہ اس کو رائے کی شکل میں پیش نہیں کیا جاسکتا لیکن اگر وہ رائے ہے تو پھر اس ذکر میں یہ قول دیگر اذکار سے زیادہ بہتر نہیں ہے

تنبیہ: تشہد کے تمام ذکر کردہ صیغوں میں مَغْفِرَتُهُ کے الفاظ نہیں ہیں لہذا اس کا اعتبار نہ کیا جائے یہی وجہ ہے کہ بعض سلف صالحین نے اس لفظ کا انکار کیا ہے، چنانچہ امام طبرانی (۱/۵۶۱۳) صحیح سند کے ساتھ طلحہ بن مصرف سے روایت کیا ہے اس نے بیان کیا کہ ربیع بن خثیم راوی نے تشہد میں بَرَكَاتُهُ اور مَغْفِرَتُهُ کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے تو علقمہ نے کہا ہم انہی الفاظ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ پر رکے رہیں گے جن کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے، علقمہ نے اسکو اپنے استاد عبد اللہ بن مسعود سے بیان کیا ہے چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو تشہد کے کلمات سکھائے جب وہ اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پر پہنچا تو اس شخص نے وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ کے الفاظ کہہ دیئے اس پر ابن مسعود نے اس کی تائید کی کہ یہ درست ہے البتہ ہمیں ان الفاظ پر رک جانا چاہئے جن کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے۔<sup>۱</sup>

۶- عائشہ رضی اللہ عنہا کا تشہد: قاسم بن محمد نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمیں تشہد کی تعلیم دیا کرتی تھیں اور اپنے ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے ذیل کے کلمات کہا کرتی تھیں:

﴿التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الزَّكَايَاتُ لِلَّهِ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ﴾ (ان الفاظ کے بعد باقی الفاظ ابن مسعود کے تشہد کے الفاظ کے مطابق ہیں) أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ﴿تمام نقلی، مالی عبادتیں، پاکیزہ کلمات اللہ کیلئے ہیں آپ پر سلام ہو، اے نبی! آپ (ﷺ) پر اللہ کی سلامتی ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔<sup>۲</sup>

۱ امام طبرانی نے اس حدیث کو معجم الاوسط میرے فوٹو نسخہ (ح ۲۸۲۸) میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا اگر سیب کاہل نے عبد اللہ بن مسعود سے سنا ہے ۲ ابن ابی شیبہ (۱/۲۹۳)، السراج، المخلص جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، البتہ الفاظ بیہقی (۱۳۳/۲) کے ہیں

## نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے مختلف الفاظ کا بیان

رسول اکرم ﷺ پہلے اور دوسرے تشہد میں خود اپنے آپ پر بھی درود بھیجتے۔<sup>۱</sup>  
نیز امت مسلمہ کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ آپ پر سلام بھیجنے کے بعد درود بھیجیں، اور آپ  
نے اپنے صحابہ کرام کو متعدد صیغوں کے ساتھ درود بھیجنے کی تعلیم دی۔

چنانچہ صحابہ کرام رضوہ (لہ علیہم اجمعین) نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ پر سلام  
بھیجتے ہیں لیکن آپ بتائیں کہ ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں آپ نے انہیں تعلیم دی کہ تَمَّ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ  
مُحَمَّدَ كَ الْفَاظِ كَ سَا تَهْ دَرُودِ بَهِجْنِ۔

پہلے تشہد میں بھی درود شریف پڑھنا ثابت ہے: مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلے تشہد میں بھی سلام  
کے بعد درود پڑھا جائے امام شافعی کا یہی مذہب ہے چنانچہ وہ كِتَابُ الْأَمِّ میں صراحت کرتے ہیں کہ یہی  
مذہب اس کے ساتھیوں کے نزدیک بھی صحیح ہے امام نووی المجموع ۳/۳۶۱ میں اور اس کی تائید الروضۃ (۱/۲۶۳)  
میں فرماتے ہیں اور ابن ہبیرہ حنبلی الافصح میں اسی کو پسند کرتے ہیں، اسی طرح ابن رجب نے ذ  
یل الطبقات ۱/۲۸۰ میں اس کو نقل کیا ہے اور صحیح کہا ہے پہلے تشہد کے بعد آپ پر درود بھیجنے میں کثرت کے ساتھ  
حدیثیں مذکور ہیں ان میں کچھ تخصیص نہیں ہے اور وہ حدیثیں عمومیت کے لحاظ سے ہر تشہد کو شامل ہیں۔

میں نے ان احادیث کو اصل کتاب کے حاشیہ میں بلا سند معلق طور پر ذکر کیا ہے اور متن میں کچھ بھی  
درج نہیں کیا کیونکہ ان میں سے بعض حدیثیں ہماری شرط پر نہیں تھیں اگرچہ معنادرہ حدیثیں ایک دوسرے کو  
تقویت دے رہی ہیں اور جو لوگ پہلے تشہد کے بعد درود پڑھنے سے روکتے ہیں انکے پاس کوئی صحیح دلیل موجود  
نہیں ہے جس سے استدلال کیا جاسکے جیسا کہ میں نے اس کو اصل کتاب میں واضح کیا ہے اسی طرح یہ قول کہ  
”آپ ﷺ پر پہلے تشہد میں ﴿اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدًا﴾ سے زائد کسی لفظ کا اضافہ کرنا مکروہ ہے“ اس بارے  
میں بھی کوئی کراہت کی دلیل نہیں ہے جو کچھ پیش کیا جاتا ہے وہ بلا اثر ہے، بلکہ ہم سمجھتے ہیں کہ جس شخص نے یہ  
کام کیا اس نے نبی ﷺ کے حکم کے مطابق عمل نہ کیا اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے مزید برآں تم نے کہنا ہوگا  
﴿اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدًا وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ﴾ ”اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمتیں نازل فرما“  
حدیث کے باقی حصہ کو ہم نے تحقیق کے لئے اصل کتاب میں ذکر کیا ہے۔

اور آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو متعدد صیغوں کے ساتھ درود بھیجنے کی تعلیم دی

۱- ﴿اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدًا وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِي وَعَلَى أَرْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ

عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ وَبَارِكْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ بَيْتِهِ وَعَلَىٰ  
أَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ﴿﴾  
”اے اللہ محمد اور اس کے اہل بیت اور اس کی بیویاں اور اس کی اولاد پر رحمت فرما جیسا کہ تو نے  
آل ابراہیم پر رحمت کی اور محمد اور اس کے اہل بیت اور اس کی بیویاں اور اس کی اولاد پر برکت  
نازل فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر برکت کی بے شک تو تعریف و بزرگی والا ہے“  
یہ درود نبی ﷺ خود بھی پڑھتے تھے۔<sup>۱</sup>

ابوالعالیہ کا قول: نبی ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنے کے بارے میں ابوالعالیہ کی وضاحت نہایت مناسب ہے وہ کہتے  
ہیں نبی ﷺ پر اللہ کے صلوٰۃ کا یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی تعریف فرماتے ہیں اور آپ کی تعظیم کرتے  
ہیں اور آپ پر فرشتوں کی جانب سے صلوٰۃ بھیجنے کا یہ معنی ہے وہ اللہ سے آپ ﷺ پر زیادہ صلوٰۃ بھیجنے کا  
مطالبہ کرتے ہیں اس معنی کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے اور مشہور تفسیر کا رد کیا ہے جو عام طور پر  
کی جاتی ہے کہ اللہ کے صلوٰۃ کے معنی رحمت ہے علامہ ابن القیم نے جلاء الافہام میں اس کی خوب  
وضاحت کی ہے اس کا مطالعہ فرمائیں۔

برکت سے مراد کسی چیز کا مقدار میں زیادہ ہونا اور بڑھنا اور اس میں برکت کا نمودار ہونا اور  
دعا کرنا پس دراصل یہ دعا مشتمل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خیر و برکت کا عطیہ ایسے ہی دیا جائے جیسا کہ  
آل ابراہیم کو اللہ نے عطا کیا ہے مزید برآں برکت دائمی ہو اور اس میں اضافہ ہوتا رہے۔

۲- ﴿اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ [إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ]  
آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا  
بَارَكْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ﴿﴾<sup>۲</sup>  
”اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمت بھیج جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمت کی ہے تو  
تعریف والا بزرگی والا ہے اے اللہ محمد پر اور آل محمد پر برکت فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل  
ابراہیم پر برکت فرمائی بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے“

۱- مسند احمد ۳/۴۵، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۶

۲- کتاب الصلاۃ باب ۱۷ میں اہل بیتہ کے علاوہ الفاظ ہیں ﴿ صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۷ کتاب احادیث الانبیاء باب ۱۰ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۶

مسند جمہوری ۱/۱۳۸، ابن مندہ ۲/۶۸، ابن مندہ نے بیان کیا کہ اس حدیث پر صحت کے لحاظ سے اجماع ہے

[ اِبْرَاهِيمَ وَعَلِيَّ ] کی زیادتی بخاری، طحاوی، بیہقی، احمد اور نسائی کی روایت میں ہے، اس کے علاوہ بعض صحیفے درود نمبر ۳، ۴، ۵، ۶ میں بھی آئیں گے جو دوسرے طرق سے مروی ہیں

حافظ ابن القیم کا سہو: حافظ ابن القیم جلاء الافہام ص ۱۹۸ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ (فتاویٰ ۱۶/۱) کی موافقت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کسی صحیح حدیث میں درود کے الفاظ میں ابراہیم اور آل ابراہیم کے الفاظ اکٹھے نہیں آئے ہیں لیکن ہم نے جو حدیث ابھی ذکر کی ہے اس میں یہ دونوں لفظ اکٹھے موجود ہیں اور ہماری اس کتاب کے نادر معلومات سے یہ حوالہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا، دراصل ہم گہرے غور و فکر کیساتھ روایات تلاش کرتے ہیں اور ان کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ ایک ایسا علمی فائدہ ہے جس کا ذکر ہم سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ والفضل لله تعالیٰ وله الشکر والمنه

۳- ﴿اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ [وَأَلِ إِبْرَاهِيمَ] إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى [إِبْرَاهِيمَ وَ] آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ﴾

”اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمت بھیج جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمت کی ہے بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے اور برکت فرما محمد پر اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکت فرمائی بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے“ ۱

۴- ﴿اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ [النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ] وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى [آلِ] إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ [النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ] وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى [آلِ] إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ﴾

”اے اللہ محمد نبی اُمی اور آل محمد پر رحمت بھیج جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر رحمت کی ہے اور محمد نبی اُمی اور آل محمد پر برکت فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر دونوں جہانوں میں برکت فرمائی بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے“ ۲

۵- ﴿اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى [آلِ] إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ [عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ]، [وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ] كَمَا بَارَكْتَ

۱ احمد، نسائی، مسند ابویعلیٰ ق ۲/۴۴۲ سند صحیح ہے ۲ صحیح مسلم ج ۶۵ کتاب الصلاة باب ۱۷، ابو عوانہ، مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۳۲، صحیح ابوداؤد ۱۸۴/۱، سنن نسائی ۱۵۱/۱ کتاب الافتتاح باب الامر بالصلوة علی النبی، حاکم نے صحیح کہا

عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ [ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ ] ﴿

”اے اللہ اپنے بندے اور اپنے رسول محمد پر رحمت فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر رحمت فرمائی اور اپنے بندے اور اپنے رسول محمد پر اور آل محمد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکتیں نازل فرمائیں“ ﴿

۶- ﴿اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ [عَلَىٰ] أَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ [آلِ] إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ [عَلَىٰ] أَزْوَاجِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ [آلِ] إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ﴿

”اے اللہ محمد اور اس کی بیویوں اور اس کی اولاد پر رحمت فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر رحمت کی ہے اور محمد اور اس کی بیویوں اور اس کی اولاد پر برکت فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر برکت فرمائی بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے“ ﴿

۷- ﴿اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ﴿

”اے اللہ محمد پر اور آل محمد پر رحمت بھیج اور آل محمد پر برکت کر جیسا کہ تو نے رحمت کی ہے اور برکت کی ہے ابراہیم اور آل ابراہیم پر بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے“ ﴿

میں کہتا ہوں: مندرجہ بالا درود میں إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ کے الفاظ اٹھے آئے ہیں جن کا انکار حافظ ابن قیم اور ان کے شیخ امام ابن تیمیہ کرتے ہیں اس پر بحث درود نمبر ۲ میں گزر چکی ہے اس لئے یہاں دوبارہ لانے کی ضرورت نہیں۔

## نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے فوائد

پہلا فائدہ: نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے جو الفاظ وارد ہوئے ہیں ان میں اکثر صیغوں میں ابراہیم کا

۱ صحیح بخاری ج ۲۳۵۸ کتاب الدعوات باب ۳۲، سنن نسائی ۱۵۲/۱ کتاب الافتتاح باب کیف الصلوة علی النبی ﷺ، طحاوی، احمد، فضل الصلوة علی النبی ﷺ لاسما عیل قاضی ص ۲۸ الطبعة الاولى، الطبعة الثانية ص ۶۲ میری تحقیق اور تخریج کیساتھ کتب الاسلامی سے طبع ہو چکی ہے ۱ صحیح بخاری ج ۶ ۶۳ کتاب الدعوات باب ۳۳ صحیح مسلم ج ۶۹ کتاب الصلوة باب ۱۷، سنن نسائی ۱۵۲/۱ باب کیف الصلوة علی النبی ﷺ ۱ سنن نسائی ۱۵۲/۱ باب کیف الصلوة علی النبی ﷺ، طحاوی، ابوسعید اعرابی فی المعجم ۲/۷۹ سند صحیح ہے، ابن قیم نے اس کو محمد بن اسحاق السراج کی طرف منسوب کیا ہے اور پھر اس کو صحیح کہا ہے

لفاظ آل سے الگ مذکور نہیں ہے یعنی آل کیساتھ مذکور ہے اس کی وجہ ظاہر ہے عربی زبان میں آل الرجل کی ترکیب جیسا کہ الرجل کے غیر کو شامل ہے اسی طرح الرجل کو بھی شامل ہوتی ہے۔

چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں: **الف** ﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ **ب** ﴿الْآلُ لَوْ طِغْنَجِيْنُهُمْ بِسَحْرٍ﴾<sup>۱</sup>  
**ج** حدیث میں ہے ((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى أَبِي أَوْفَى))<sup>۲</sup>

و اسی طرح اہل بیت کی ترکیب بھی مستعمل ہوتی ہے ارشادِ باری ہے: ﴿رَحِمْتُ اللَّهُ وَبَرَكَتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ﴾<sup>۳</sup> معلوم ہوا ابراہیم آل ابراہیم میں داخل ہے

امام ابن تیمیہ کا قول: اکثر الفاظ میں کما صلیت علی آل ابراہیم اور کما بارکت علی آل ابراہیم ہے اور بعض میں صرف ابراہیم ہے اس لئے کہ ابراہیم نماز اور زکوٰۃ میں اصل ہیں اور باقی اہل بیت ان کے تابع ہیں اور بعض روایات میں ان دونوں کا تذکرہ موجود ہے۔

ایک سوال: جب آپ کو اس سے آگاہی حاصل ہو چکی ہے تو علماء کے درمیان وجہ تشبیہ کے بارے میں گفت و شنید مشہور ہے اس قول میں کما صلیت آخر تک یہ بات طے شدہ ہے کہ مشبہ کا مرتبہ مشبہ بہ سے کم ہوتا ہے تو درود کے ان صیغوں میں محمد ﷺ پر درود بھیجنا مشبہ ہے اور ابراہیم پر درود بھیجنا مشبہ بہ ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ محمد ﷺ ابراہیم سے افضل ہیں؟ اور جب آپ ان سے افضل ہیں تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ پر جو درود بھیجا جا رہا ہے وہ ہر اس درود سے افضل ہے جو زمانہ ماضی میں گزر چکا ہے یا زمانہ مستقبل میں آئے گا

جواب: اور علماء نے اس کے جوابات کثرت کے ساتھ دیئے ہیں ان جوابات کو فتح الباری اور جلاء الافہام میں دیکھا جاسکتا ہے ان کی تعداد تقریباً اسی اقوال پر مشتمل ہے ان میں سے بعض اقوال دیگر بعض اقوال سے نہایت ضعیف ہیں البتہ ایک قول مستثنیٰ ہے اور وہ قوی ہے جس کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد علامہ ابن القیم نے مستحسن قرار دیا ہے وہ قول یہ ہے کہ آل ابراہیم میں انبیاء داخل ہیں جبکہ آل محمد میں ان انبیاء جیسا کوئی نبی نہیں پس جب نبی ﷺ

۱ آل عمران: ۳۳، القمر: ۳۴ صحیح بخاری ج ۶ ص ۶۳۵ کتاب الدعوات باب ۳۳ صحیح ابن ماجہ ۱/

۲ کتاب الزکوٰۃ باب ۸ مسند احمد ۴/۳۵۳، ہود: ۷۳



اور آپ کی آل کیلئے اس رحمت کا مطالبہ کرتے ہیں جو ابراہیم اور اس کی آل ابراہیم کیلئے ہے جبکہ ان میں انبیاء بھی ہیں تو آل محمد کیلئے اس سے وہ چیز حاصل ہے جو ان کیلئے لائق ہے۔ ظاہر ہے کہ آل محمد انبیاء کے مراتب کو نہیں پہنچ سکتے ہیں پس زیادتی باقی رہتی ہے جو انبیاء کیلئے ہے اور ان میں ابراہیم ہیں تو زیادہ فضیلت محمد ﷺ کیلئے ہوگی جو آپ کے غیر کیلئے نہیں ہے۔

ابن قیم کا قول: اس سے بھی زیادہ مناسب یہ ہے کہ کہا جائے محمد ﷺ بھی آل ابراہیم سے ہیں بلکہ تمام آل ابراہیم سے بہتر ہیں جیسا کہ علی بن طلحہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول کو ذکر کرتے ہوئے:

﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ (آل عمران: ۳۳)  
”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو جہان والوں پر سے چن لیا ہے“  
چنانچہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک آیت کی تفسیر میں محمد ﷺ کو آل ابراہیم سے شمار کرتے ہیں اور یہ بات بھی واضح ہے کہ جب آپ کے علاوہ دوسرے انبیاء جو ابراہیم کی اولاد سے ہیں وہ آل ابراہیم میں داخل ہیں پس رسول اللہ ﷺ کا داخل ہونا زیادہ مناسب ہے چنانچہ ہمارا یہ کہنا کما صلیت علی آل ابراہیم جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر رحمتیں فرمائی ہیں یہ جملہ اس بات کو بھی مشتمل ہے کہ اس میں اللہ کے پیغمبر پر درود بھیجا گیا ہے نیز ابراہیم کی اولاد میں سے تمام پیغمبروں پر درود بھیجا گیا ہے اس کے بعد اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اللہ کے پیغمبر اور آپ کی آل پر خصوصیت کے ساتھ درود سلام کا ہدیہ بھیجیں جس قدر کہ ہم نے تمام آل ابراہیم کے ساتھ آپ پر درود بھیجا ہے اس میں عمومیت ہے کہ آپ بھی ان تمام پیغمبروں میں عمومیت کے لحاظ سے داخل ہیں اور آپ کی آل کیلئے بھی درود کا حاصل ہونا درست ہے جس قدر کہ ان کیلئے لائق ہے اور باقی سب کا سب رسول اکرم ﷺ کیلئے ہے۔

اس میں ہرگز شبہ کی گنجائش نہیں کہ وہ درود جو آل ابراہیم کے لئے حاصل ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ ہیں وہ اس درود سے زیادہ مکمل ہے جو آپ کیلئے ان کے علاوہ حاصل ہے تو آپ کے لئے اس درود کو طلب کیا جائے جس میں عظمت زیادہ ہے اور جو ابراہیم کے بارے میں درود سے قطعی طور پر زیادہ فضیلت کا حامل ہے اور اس وقت تشبیہ کا فائدہ نمایاں

ہوتا ہے جب یہ تصور کیا جائے کہ آپ کیلئے ان الفاظ کے ساتھ جو درود بھیجنا مطلوب ہے وہ اس سے زیادہ عظمت والا ہے جس کا آپ کے غیر کیلئے مطالبہ کیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ جب جس چیز کو دعا کے ساتھ طلب کیا گیا ہے وہ مشبہ بہ کے برابر ہے بلکہ اس کا حصہ اس سے زیادہ ہے چنانچہ مشبہ رسول اکرم ﷺ ہیں اور مشبہ بہ ابراہیم ہیں آپ پر جو درود بھیجا جائے وہ اس درود سے کہیں زیادہ بہتر ہے جو ابراہیم کو بھیجا جا رہا ہے اس لحاظ سے آپ کا شرف اور آپ کی فضیلت زیادہ واضح ہے حالانکہ ابراہیم کی آل میں انبیاء کرام بھی ہیں۔

﴿ فَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا وَجَزَاهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَزَى نَبِيًّا عَنْ أُمَّتِهِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ﴾

”چنانچہ اللہ پاک کی آپ پر اور آپ کی آل پر برکات ہیں اور اللہ پاک کی جانب سے آپ پر اور آپ کی آل کثرت کے ساتھ سلام کا یہ بھیجا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری جانب سے نہایت بہتر بدلہ عنایت فرمائے جو اللہ نے کسی پیغمبر کو اس کی امت کی جانب سے بدلہ عطا کیا ہے، اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمت بھیج جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمت کی ہے تو تعریف والا بزرگی والا ہے اے اللہ محمد پر اور آل محمد پر برکت فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکت فرمائی بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے“

دوسرا فائدہ: درود کے تمام صیغوں میں آل نبی اور ازواج نبی اور ذریت کے لفظ موجود ہیں پس سنت نبوی کا تقاضا یہ ہے کہ صرف محمد پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ تمام وہ الفاظ لائے جائیں جو آپ سے منقول ہیں، پہلے اور آخری تشہد میں امتیاز رو رکھنے کا ذکر نہیں ہے۔

امام شافعی کا قول: امام شافعی کتاب الام میں فرماتے ہیں کہ پہلے اور دوسرے تشہد کے الفاظ ایک ہیں اور ان میں کچھ اختلاف نہیں اور تشہد اور درود ایک دوسرے سے کفایت نہیں کر سکتے، البتہ حدیث کے یہ الفاظ کہ آپ دو رکعتوں کے ادا کرنے کے بعد تشہد پڑھتے تھے اور اس میں درود شریف وغیرہ نہیں پڑھتے تھے یہ حدیث منکر ہے جیسا کہ میں نے اس کی تحقیق احادیث ضعیفہ



ہے کہ تمام مسلمانوں کے نزدیک یہ چیز یقینی ہے کہ نبی ﷺ پروردگار عالم کے کلام کو واضح کرنے والے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾<sup>۱</sup> ”اور ہم نے آپ کی جانب کتاب کو اتارا تاکہ آپ لوگوں کے لئے اس شریعت کو بیان کریں جس کو ان کی طرف اتارا گیا ہے۔“

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر درود بھیجنے کی کیفیت کو واضح کیا ہے اور اس میں آل محمد کا بھی ذکر ہے تو ضروری ہے کہ اس کو تسلیم کیا جائے اور اس کے مطابق چلا جائے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ﴾<sup>۲</sup> ”جو کچھ تمہیں رسول دیتا ہے اسے لے لو“ نیز ارشاد نبوی ہے: ((أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ))<sup>۳</sup> ”خبردار میں قرآن اور اس کا مثل یعنی اس کی تشریح دیا گیا ہوں۔“

قرآن پاک سنت نبوی کا محتاج ہے: کاش مجھے معلوم ہو کہ نشا شیبی کیا کہنا چاہتا ہے اور وہ لوگ جو اس کی فضول کلام پر دھوکے میں ہیں جس طرح نشا شیبی نے درود شریف میں آل کے لفظ کا انکار کیا ہے، اسی طرح اس ذہن کے لوگ نماز میں تشہد کا انکار کرتے ہیں ان کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن پاک میں کہیں تشہد کا ذکر نہیں صرف قیام، رکوع، سجود کا ذکر ہے اسی طرح قرآن میں یہ بھی نہیں ہے کہ حائضہ حیض کی حالت میں نماز ادا نہ کرے اور نہ روزہ رکھے بلکہ اسے نماز پڑھنی چاہئے اور روزہ رکھنا چاہئے کیا ہم ان لوگوں کے نقطہ نظر کو صحیح کہہ سکتے ہیں ہرگز نہیں! حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہو گئے ہیں اور انکے گمراہ ہونے میں کچھ شک نہیں

اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے حدیث کا جاننا ضروری ہے اگر کوئی شخص لغت میں سیبویہ کے مقام پر فائز ہے لیکن سنت کا علم نہیں رکھتا تو قرآن سمجھنے سے قاصر ہے دیکھئے نشا شیبی بھی علم لغت میں موجودہ دور کے کبار علماء سے شمار ہوتے ہیں اس کے باوجود آپ دیکھتے ہیں کہ سیدھے راہ سے بھٹک گئے ہیں جب کہ انہوں نے صرف قرآن ہی کیلئے لغت پر انحصار کیا ہے اور سنت سے بے اعتنائی برتی ہے بلکہ سنت کا سرے سے انکار کر دیا ہے یہاں بہت سی مثالیں

پیش کی جاسکتی ہیں لیکن کتاب کا اختصار اجازت نہیں دیتا اور جس قدر ہم نے بیان کر دیا ہے وہ کافی ہے۔ واللہ الموفق

تیسرا فائدہ: کیا درود شریف میں سیدنا کا لفظ ثابت ہے؟ کسی صحیح روایت میں سیدنا کا لفظ موجود نہیں ہے متاخرین نے اختلاف کیا ہے کہ کیا درود برابر ایسی میں سیدنا کا اضافہ کرنا جائز ہے اگرچہ اس مسئلہ میں تفصیلاً کچھ کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ مختصر رسالہ تفصیل کا تحمل نہیں ہو سکتا تاہم وہ لوگ جو اس لفظ کے اضافہ کو جائز نہیں سمجھتے وہ رسول اکرم ﷺ کی اتباع کے پیش نظر جائز نہیں سمجھتے ظاہر ہے جب آپ ﷺ سے صحابہ نے استفسار کیا کہ ہم آپ ﷺ پر کس طرح درود بھیجیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تَمَّ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ... کے الفاظ کے ساتھ درود بھیجو اس میں سیدنا کے الفاظ نہیں ہیں۔

حافظ ابن حجر کا قول: حافظ ابن حجر مذہب شافعیہ کے بہت بڑے عالم سمجھے جاتے ہیں جنہوں نے حدیث اور فقہ کو اچھی طرح سمجھا ہے اس لئے کہ متاخرین شوافع کے نزدیک درود میں سیدنا کا لفظ پڑھنا مشہور ہے جب کہ یہ بات نبی ﷺ کی تعلیم کے خلاف ہے۔

حافظ محمد بن محمد بن محمد الغرابیلی جو حافظ ابن حجر کی مجلس میں ہمیشہ رہنے والے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے سوال کیا گیا! کہ ہم نماز میں یا نماز کے علاوہ نبی ﷺ پر کس طرح درود بھیجیں کیا ہم اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ يَا عَلِيُّ سَيِّدِ الْخَلْقِ يَا عَلِيُّ سَيِّدِ وُلْدِ آدَمَ کے الفاظ کا اضافہ کر سکتے ہیں یا صرف اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ پر ہی اکتفا کریں اور ان میں سے کون سی صورت افضل ہے، سید کے لفظ کا اضافہ کریں اس لئے کہ یہ آپ ﷺ کا دائمی وصف ہے یا اس کا ذکر نہ کریں اس لئے احادیث میں اس کا ذکر موجود نہیں؟

حافظ ابن حجر نے جواب دیتے ہوئے فرمایا منقول الفاظ کا اتباع کرنا راجح ہے اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ آپ نے تو اضعاً اس لفظ کو چھوڑ دیا تھا جیسا کہ آپ اپنا نام لیتے وقت ﷺ نہیں کہتے تھے اور امت کو پابند کیا گیا کہ جب آپ کا ذکر ہو تو صَلِّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے الفاظ کہا کریں۔ پس صاف صاف بات تو یہ ہے کہ اگر یہ لفظ ثابت ہوتا تو صحابہ اور تابعین سے اس کا ذکر ہوتا صحابہ اور تابعین کے آثار سے اس کا کہیں سراغ نہیں ملتا، دیکھئے! امام شافعی (رحمہ اللہ) ان

لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جو نبی ﷺ کی بہت زیادہ تعظیم کرنے والے ہیں چنانچہ وہ اپنی کتاب کے خطبہ میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے الفاظ لائے ہیں تو اس کے بعد ان کے اجتہاد نے انہیں آمادہ کیا کہ وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ حدیث کے مفہوم سے استنباط کرتے ہوئے ذیل کے الفاظ کا اضافہ کریں ﴿وَكَلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُونَ وَكَلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُونَ﴾

”یعنی آپ ﷺ پر صلوة ہو جب بھی ذکر کرنے والے آپ کا ذکر کریں اور جب آپ کے ذکر سے غافل لوگ غفلت اختیار کریں یعنی ہر وقت ان پر صلوة ہو۔

صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ام المؤمنین سے کہا جب وہ کثرت سے تسبیح کے کلمات کہتی ہیں، کہ میں نے تیرے بعد ایسے کلمات کہے ہیں اگر تیرے کلمات کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا جائے تو میرے کلمات ان پر غالب آجائیں آپ ﷺ کا اشارہ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ ”اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہوں جس قدر اس کی مخلوق کی گنتی ہے“ کی طرف تھا رسول اکرم کو ایسی دعائیں پسند تھیں جن میں جامعیت ہوتی تھی۔

قاضی عیاض کی وضاحت: قاضی عیاض نے رسول اکرم ﷺ کی سیرت پر الشفاء نامی کتاب میں نبی ﷺ پر درود بھیجنے کی کیفیات کا باب باندھا ہے اس میں صحابہ اور تابعین سے کچھ مرفوع آثار ذکر کئے ہیں ان میں سے کسی اثر میں بھی سیدنا کا لفظ موجود نہیں ہے احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

علی سے ﷺ منسوب درود شریف کا بیان (۱) علی اپنے تلامذہ کو تعلیم دیتے ہیں کہ کس طرح نبی ﷺ پر درود بھیجا جائے ان کے الفاظ یہ ہیں:

﴿اللّٰهُمَّ دَاخِمِي الْمَذْحُوَاتِ وَبَارِي الْمُسْمُوكَاتِ اجْعَلِ سَوَابِقَ صَلَوَتِكَ وَنَوَامِي بَرَكَاتِكَ وَزَائِدَ تَحِيَّتِكَ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الْفَاتِحِ لِمَا أُغْلِقُ﴾

”اے اللہ! زمین کو بچھانے والے آسمانوں کو پیدا کرنے والے تو اپنی سبقت لے جانے والی رحمتوں اور بڑھنے والی برکتوں اور زائد تہنیتات اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر فرما جو بند چیزوں کو کھولنے والا ہے“

(۲) نیز علی ﷺ سے منقول ہے کہ وہ ذیل کے کلمات سے درود بھیجتے تھے:

«صَلَوَاتُ اللّٰهِ الْبَرُّ الرَّحِيمِ وَالْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبِينَ وَالنَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ

الصَّالِحِينَ وَمَا سَبَّحَ لَكَ مِنْ شَيْءٍ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ» "اللہ نیکو کار مہربانی فرمانے والے اور مقرب فرشتوں، نبیوں صدیقیوں، شہداء، صالحین اور اے جہانوں کے پالنے والے جو چیز بھی تیری تسبیح یا ن کرتی ہے ان کے صلوات محمد بن عبداللہ پر فرما جو خاتم النبیین ہیں اور متقین کے امام ہیں"۔<sup>۱</sup>  
ابن مسعودؓ کے درود کے الفاظ (۳) عبداللہ بن مسعودؓ کہا کرتے تھے:

«اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ إِمَامِ الْخَيْرِ وَرَسُولِ الرَّحْمَةِ» "اے اللہ! اپنی مہربانیاں، برکتیں، رحمتیں اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر فرما جو نیک لوگوں کا امام اور رسول رحمت ہے"  
حسن بصری کے درود کے الفاظ (۴) حسن بصری (رحمہ اللہ) کہا کرتے تھے کہ جو شخص نبی ﷺ کے حوض سے سیراب ہونا چاہتا ہے وہ آپ پر درود بھیجے

«اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَأَوْلَادِهِ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَأَصْهَارِهِ وَأَنْصَارِهِ وَأَنْشِيَاعِهِ وَمُحِبِّيهِ» "اے اللہ محمد اسکی اولاد اسکے اصحاب اسکی بیویاں اولاد اہل بیت اسکے خسر اسکے انصار اسکے معاونین اور محبین پر رحمت نازل فرما"  
اگرچہ قاضی عیاض کی کتاب الشفاء میں مزید درود بھیجنے کے طریقے مذکور ہیں لیکن میں نے ان سے ان کا انتخاب کر کے ذکر کیا ہے۔

ایک ضعیف حدیث میں سید المرسلین کا ذکر: ابن ماجہ میں ضعیف سند کے ساتھ ایک حدیث وارد ہے ابن مسعود بیان کرتے ہیں وہ نبی ﷺ پر ان الفاظ کے ساتھ درود بھیجتے تھے:  
«اللَّهُمَّ! اجْعَلْ فَضَائِلَ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ»  
"اے اللہ! اپنی فضیلت والی مہربانیاں، رحمتیں، برکتیں، سید المرسلین پر نازل فرما"

اور علیؓ کی پہلی مذکورہ حدیث کو امام طبرانی نے لیس بہ باس کے حکم کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس میں عجیب و غریب الفاظ موجود ہیں جو ابوالحسن الفارس کی کتاب فضل النبی ﷺ کی شرح میں بیان ہوئے ہیں۔

یہ حدیث طبرانی میں وارد ہے سند پر کچھ کلام نہیں ہے البتہ الفاظ میں غرابت ہے جن کی وضاحت میں نے ابوالحسن بن الفارس کی کتاب فضل النبی ﷺ میں کی ہے

## افضل درود کے الفاظ کون سے ہیں؟

شافعی علماء کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص قسم اٹھاتا ہے کہ میں نبی ﷺ پر افضل درود بھیجوں گا تو اگر وہ ذیل کے الفاظ کے ساتھ درود پڑھے گا تو اس کی قسم پوری ہو جائے گی: ﴿اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَي مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُونَ وَسَهَّاءَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُونَ﴾ ”اے اللہ محمد پر رحمت نازل فرما جب بھی ذکر کرنے والے اس کا ذکر کریں اور جب اس کے ذکر سے غافل ہوں“

امام نووی فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر یہ ہے کہ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَي مُحَمَّدٍ وَعَلَي آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَي إِبْرَاهِيمَ پڑھا جائے۔

متاخرین علماء اس پر تعاقب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان صیغوں کے افضل ہونے کے بارے میں کوئی اصل موجود نہیں البتہ بلحاظ معنی کے ﴿اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَي مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُونَ وَسَهَّاءَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُونَ﴾ والے درود کو ترجیح ہوگی

خلاصہ یہ ہے کہ فقہ کی مشہور کتابوں میں فقہاء جب اس مسئلہ کو زیر بحث لاتے ہیں تو کسی فقہ نے درود شریف کے الفاظ میں سیدنا کے لفظ کو ذکر نہیں کیا اگر اس لفظ کا اضافہ مستحسن ہوتا تو کم از کم ان پر اس کا استحسان مخفی نہ رہتا، اور حقیقت یہ ہے کہ سلف کی اتباع کرنے میں بہتری ہے۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ درود شریف میں اس لفظ کے اضافہ کا کچھ جواز نہیں علماء احناف کا بھی یہی مسلک ہے اور رسول اکرم ﷺ کے ساتھ محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ کے ہر حکم کی اتباع کی جائے اس میں ہر قسم کی خیر موجود ہے ارشاد الہی ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾<sup>۱</sup>

”کہہ دو اگر تم اللہ کے ساتھ محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو اللہ تم سے محبت کرے گا“

امام نووی (رحمہ اللہ) میں فرماتے ہیں کہ اکمل مکمل درود کا طریقہ یہ ہے کہ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَي مُحَمَّدٍ کے الفاظ کے ساتھ درود بھیجا جائے جو سیدنا کے لفظ سے خالی ہو۔<sup>۲</sup>

چوتھا فائدہ: درود کے ذکر کردہ الفاظ میں سے پہلی اور چوتھی قسم کے درود کے الفاظ سب سے افضل ہیں اگرچہ دیگر الفاظ سے بھی درود بھیجنا ثابت ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے لیکن ان کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ یہ الفاظ اس شخص کے جواب میں آپ نے فرمائے جس نے آپ ﷺ



سے سوال کیا کہ آپ ﷺ ہمیں بتائیں کہ ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں تو آپ ﷺ نے جو الفاظ فرمائے وہ سب سے افضل اور اشرف ہیں۔

امام نووی (رحمہ اللہ) الروضة میں فرماتے ہیں: کہ اگر کوئی شخص قسم اٹھاتا ہے کہ وہ آپ پر بہت افضل درود شریف بھیجے گا تو اسکی قسم تب پوری ہوگی جب وہ اس کیفیت کیساتھ درود بھیجے گا۔

علامہ سبکی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: جو شخص ان الفاظ کیساتھ آپ پر درود بھیجتا ہے اس نے یقین کیساتھ درود بھیجا اور جس نے دوسرے الفاظ استعمال کئے اسکے درود بھیجنے میں شک ہے۔

ہیثمی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا کہ احادیث صحیحہ میں جتنی بھی درود شریف کی کیفیات ذکر ہوئی ہیں وہ سب کی سب صحیح ہیں اور ان سے مقصود پورا ہوتا ہے۔<sup>۱</sup>

پانچواں فائدہ: درود یا تشہد کے صیغوں میں سے صرف ایک صیغہ کو قابل عمل کہنا اور دوسروں کو درخور اعتناء نہ جاننا سنت کے خلاف ہے بلکہ دین میں بدعت داخل کرنے کے مترادف ہے سنت یہ ہے کہ کبھی ایک صیغہ استعمال کیا جائے اور کبھی دوسرے صیغے کے مطابق درود اور تشہد پڑھا جائے شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے تکمیر فی العیدین کی بحث میں اس کا ذکر کیا ہے۔<sup>۲</sup>

چھٹا فائدہ: علامہ صدیق حسن خان (رحمہ اللہ) نزل الابرار میں نبی ﷺ پر درود بھیجنے کی کثیر احادیث کا ذکر کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ تمام مسلمانوں سے زیادہ آپ ﷺ پر درود بھیجنے والے الحمدیث ہی ہیں وہی سنت مطہرہ کے راوی ہیں ان کا مشغلہ یہ ہے کہ ہر حدیث کے ساتھ آپ پر درود بھیجتے ہیں اور ان کی زبان آپ کے ذکر سے ترد تا زہ رہتی ہیں جس قدر بھی سنت اور حدیث کی کتابیں اور دفاتر مثلًا الْجَوَامِعُ، الْمَسَانِيدُ، الْمَعَاجِمُ، الْأَجْزَاءُ وغیرہ تمام ہزاروں احادیث پر مشتمل ہیں اور ان تمام میں سے علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) کی جَامِعُ الصَّغِيرِ حجم میں چھوٹی ہے اس میں بھی دس ہزار حدیثیں موجود ہیں اس پر دیگر احادیث کی کتابوں کا موازنہ فرمائیں پس یہ جماعت ناجیہ یعنی الحمدیث قیامت کے روز رسول اکرم ﷺ کے زیادہ قریب ہوں گے اور میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں آپ کی شفاعت کی سعادت نصیب ہوگی اور اس فضیلت میں کوئی شخص بھی ان کا ہمسر نہیں ہاں! وہ لوگ

جوان سے زیادہ حدیثیں بیان کرنے والے ہیں اور ایسے لوگ ان کے علاوہ موجود نہیں ہیں پس اے وہ انسان جو خیر کو تلاش کرنے والا ہے اور نجات کا طالب ہے ضروری ہے کہ تو محدث ہو یا کسی محدث کے سامنے حدیث پڑھنے والا ہو ورنہ تو کچھ بھی نہیں ہے اور تجھے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

میں کہتا ہوں: میں اللہ پاک سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے محدثین کی جماعت میں شامل فرمائے جو رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب ہیں غالباً یہ کتاب میرے لئے آپ کے قرب کا باعث ہوگی حدیث کی فضیلت کے سلسلہ میں امام احمد (رحمہ اللہ) کے اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

دَيْنُ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ أَحْبَابٌ      نِعْمَ الْمَطِيئَةُ لِلْفَتَى آتَارُ  
لَا تَرَعِبَنَّ عَنِ الْحَدِيثِ وَ أَهْلِهِ      فَالرَّأْيُ لَيْلٌ وَالْحَدِيثُ نَهَارُ  
وَلرُبَّمَا جَهَلَ الْفَتَى أَثَرَ الْهُدَى      وَالشَّمْسُ بَارِعَةٌ لَهَا أَنْوَارُ

”محمد ﷺ پیغمبر کا دین روایات کا مجموعہ ہے جو جوان انسان کے لئے ان کے آثار بہترین سواری ہیں حدیث اور محدثین سے روگردانی نہ کریں اس لئے کہ رائے تو رات ہے حدیث روشنی کے لحاظ سے دن ہے اور بعض اوقات انسان ہدایت کے نشان سے جہالت میں رہتا ہے حالانکہ سورج چمک رہا ہے اور ان کی شعاعیں روشنی کر رہی ہیں

اسی طرح اس تشہد اور اس کے علاوہ تشہد میں بھی درود پڑھنا سنت ہے، اسی لئے آپ نے فرمایا کہ جب بھی تم دو رکعت کے بعد بیٹھو تو التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ پڑھو پھر اس تشہد کو آخر تک ذکر کیا پھر اس کے بعد فرمایا کہ تشہد کے بعد جو دعائیں زیادہ پسند ہو وہ پڑھو۔<sup>۱</sup>

## تیسری اور چوتھی رکعت کیلئے کھڑا ہونے کا بیان

تشہد سے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت آپ اللہ اکبر کہتے۔<sup>۲</sup> چنانچہ آپ نے اس انسان کو بھی حکم دیا تھا جس نے جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی کہ وہ تیسری رکعت کی طرف کھڑے ہوتے وقت اللہ اکبر کہے رسول اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ جب

۱ سنن نسائی ۱/۱۵۰ کتاب الافتتاح، احمد طبرانی نے متعدد طرق سے اس کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے احادیث الصحیحہ ۸۷/۸۷ میں فقہی انداز میں تخریج کی گئی ہے، مجمع الزوائد ۳/۱۳۲ میں ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا شاہد ہے ۱ صحیح بخاری ج ۸۳۵ کتاب الاذان باب ۱۵۰ صحیح مسلم ج ۵۷ باب ۱۶

آپ تشہد سے کھڑے ہونے لگتے تو اللہ اکبر کہتے تو پھر کھڑے ہو جاتے۔<sup>۱</sup>  
اور کبھی (تیسری رکعت میں) اللہ اکبر کہنے کے ساتھ رفع الیدین بھی کرتے۔<sup>۲</sup>  
اور جب چوتھی رکعت میں کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے۔<sup>۳</sup>  
اور اللہ اکبر کہہ کر چوتھی رکعت کی طرف کھڑے ہونے کا آپ نے اس انسان کو  
بھی حکم دیا جس نے جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی، جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے اور کبھی آپ ﷺ اللہ  
اکبر کہنے کے ساتھ رفع الیدین بھی کرتے۔<sup>۴</sup>

آپ ﷺ اپنے بائیں پاؤں پر اس طرح اعتدال سے بیٹھ جاتے کہ ہر عضو اپنے مقام  
میں ہوتا تھا پھر زمین پر دونوں ہاتھوں کا سہارا کرتے۔<sup>۵</sup> اور آپ ﷺ کھڑے ہوتے وقت اپنے  
دونوں ہاتھوں پر آٹا گوند ہننے والے شخص کی طرح سہارا کرتے۔<sup>۶</sup>  
لیکن جو حدیث سجدے میں جاتے ہوئے ہاتھوں کو پہلے زمین پر نہ رکھنے کی ہے وہ منکر ہے صحیح نہیں ہے۔<sup>۷</sup>  
اور دونوں رکعتوں میں سورت فاتحہ قرأت فرماتے تھے اور اس کا حکم آپ ﷺ نے اس  
انسان کو بھی دیا جس نے جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی اور کبھی آپ ﷺ ظہر کی آخری دو رکعتوں  
میں فاتحہ کے ساتھ ساتھ کچھ اور آیات بھی قرأت فرماتے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

### پانچوں نمازوں میں قنوت نازلہ کا بیان

رسول اکرم جب کسی پر بددعا یا کسی کے لئے نیک دعا کا ارادہ فرماتے تو آخری رکعت  
کے رکوع کے بعد سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہتے،<sup>۸</sup>  
اور اونچی آواز کے ساتھ دعا فرماتے۔<sup>۹</sup>

۱۔ مسند ابویعلیٰ ۲/۲۸۳ سند جید ہے، الاحادیث الصحیحہ ج ۶۰۴ ص ۶۸۹ صحیح بخاری ج ۸۹ کتاب الاذان باب  
۱۱۷ صحیح ابوداؤد ۱۵۷ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۱ صحیح بخاری ج ۸۹ کتاب الاذان باب ۱۱۷ سنن ابوداؤد کتاب  
الصلاۃ باب ۱۴۱ مسند ابوعوانہ، سنن نسائی ۱۳۹/۱ کتاب الافتتاح باب الرکعتین الاخریین سند صحیح ہے صحیح  
بخاری کتاب الاذان باب ۱۴۵ صحیح ابوداؤد ۱۶۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹ الحرلی فی غریب الحدیث ۱۸۸/۳ صحیح  
بخاری ج ۸۲۳ کتاب الاذان باب ۱۴۳) اور ابوداؤد میں اس کا مفہوم مذکور ہے الضعیفہ ج ۹۶۷ ص ۹۶۷ صحیح  
بخاری ج ۸۵۹ کتاب المغازی باب ۲۲ مسند احمد ۲/۹۳-۱۳۷

اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔<sup>۱</sup> اور مقتدی آپ کے پیچھے آمین کہتے۔<sup>۲</sup>  
امام احمد اور اسحاق (رحمہما اللہ) کا یہی مذہب ہے کہ دعائے قنوت کیلئے ہاتھوں کو اٹھایا جائے۔<sup>۳</sup>  
لیکن ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنے کے بارے میں کوئی حدیث موجود نہیں لہذا یہ بدعت ہے  
اور نماز کے علاوہ بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں اس کے ثبوت میں جس قدر روایات موجود ہیں وہ ضعیف ہیں  
تحقیق کیلئے ضعیف ابوداؤد (ح ۲۶۲) اور احادیث صحیحہ (ح ۵۹۷) کا مطالعہ کریں۔ علامہ عز بن عبد  
السلام کہتے ہیں کہ دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کا کام جاہلوں کا کام ہے۔

رسول اکرم ﷺ سے پانچوں نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھنا ثابت ہے۔<sup>۴</sup>  
لیکن جب کسی قوم کیلئے دعا کرنا مقصود ہوتا تو آپ قنوت فرماتے۔<sup>۵</sup>

آپ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ! ولید بن ولید سلمہ بن ہشام اور عیاش بن  
ابی ربیعہ کو نجات عطا فرما اے اللہ! مضر قبیلہ پر اپنی گرفت مضبوط کر اور ان پر قحط سالی مسلط کر جیسا  
کہ یوسف علیہ السلام کے دور میں قحط سالی مسلط کی تھی (اے اللہ! الحیان، رعل، ذکوان، اور عصیہ جو  
اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے ان سب پر لعنت فرما)۔<sup>۶</sup>

اور جب آپ قنوت سے فارغ ہوتے تو اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلے جاتے۔<sup>۷</sup>

### نماز وتر میں دعائے قنوت کا بیان

کبھی کبھی رسول اکرم ﷺ وتر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھتے۔<sup>۸</sup>

معلوم ہوا آپ کبھی وتر نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھتے تھے صحابہ کرام جنہوں نے آپ کی وتر  
نماز کو بیان فرمایا ہے انہوں نے اس دعائے قنوت کا ذکر نہیں کیا اگر آپ ہمیشہ دعائے قنوت کرتے ہوتے تو  
تمام صحابہ کرام اس کا تذکرہ کرتے لیکن صرف ابی بن کعب نے ذکر کیا ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ آپ کبھی  
کبھی دعائے قنوت کرتے تھے جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ واجب نہیں ہے اسی لئے ابن الہمام (رحمہ اللہ)

مسند احمد ۱۳۷/۳، طبرانی صغیر ص ۱۱۱ سند صحیح ہے [صحیح ابوداؤد ۱/۲۷۱ کتاب الصلاة باب ۳۳۵، السراج،  
حاکم نے صحیح کہا، ذہبی اور اس کے علاوہ نے موافقت کی] مسائل للمروزی ص ۲۳ [صحیح ابوداؤد ۱/  
۲۷۰ ابواب الصلاة باب ۳۳۵، السراج، دارقطنی و حسن اسناد کے ساتھ] صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۸۷، کتاب  
القنوت للخطیب سند صحیح ہے [مسند احمد ۲/۱۳۹، صحیح بخاری ح ۸۰۵ کتاب الاذان باب ۱۲۸، توسین کے  
درمیان اضافہ صحیح مسلم (ح ۲۹۴ کتاب المساجد باب ۵۲) میں ہے] سنن نسائی ۱/۲۸ کتاب الافتتاح باب  
الثکبیر للسجود ۵، احمد السراج، ۱/۱۰۹، مسند ابویعلیٰ سند جید ہے [ابن نصر، دارقطنی ۳۲/۲ سند صحیح ہے]

نے فتح القدر ۱/۳۰۶، ۳۵۹، ۳۶۰ پر اعتراف کیا ہے کہ وتر کی دعائے قنوت کو واجب قرار دینا درست نہیں اس پر کچھ دلیل نہیں دراصل ابن الہمام (رحمہ اللہ) کا انصاف اور اس کا غیر متعصب ہونا ثابت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے مذہب کے خلاف اس کو راجح قرار دیا ہے۔

اور رکوع میں جانے سے پہلے دعائے قنوت فرماتے۔<sup>۱</sup>

تنبیہ: امام نسائی (رحمہ اللہ) قنوت کے آخر میں صَلَّى اللَّهُ عَلَيَّ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ كَإِضَافَةٍ كَرْتَهُ، حافظ ابن حجر عسقلانی، قسطلانی، اور زرقانی (رحمہم اللہ) وغیرہ نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے اسی لئے ہم نے اصل کتاب میں ان الفاظ کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ ہم نے مقدمہ میں یہ شرط عائد کی تھی کہ ہم صحیح احادیث کی روشنی میں آپ ﷺ کی نماز بیان کریں گے۔

حافظ عز بن عبد السلام (رحمہ اللہ) کا قول: دعائے قنوت میں آپ پر درود کے الفاظ صحیح نہیں ہیں پس ہم آپ ﷺ کی نماز میں اپنی طرف سے کسی لفظ کا اضافہ نہیں کر سکتے۔<sup>۲</sup>

ان کے قول میں لطیف اشارہ موجود ہے کہ اسلام میں بدعت حسنہ کی کچھ گنجائش نہیں جبکہ بعض متاخرین علماء اس کے قائل ہیں لیکن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جب قیام رمضان کی امامت کرائی تو اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ وہ قنوت کے آخر میں نبی ﷺ پر درود بھیجا کرتے تھے یہ دور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ہے۔<sup>۳</sup>

نیز اس مضمون کی ایک حدیث ابو حلیمہ معاذ انصاری سے منقول ہے جو ان کی امامت کراتا تھا اسماعیل قاضی حدیث نمبر ۱۰۷ میں فرماتے ہیں کہ درود کے الفاظ کا اضافہ سلف کے عمل کی وجہ سے مشروع ہے اس کو مطلقاً بدعت کہنا مناسب نہیں واللہ اعلم

آپ ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ کو دعائے قنوت کی تعلیم دی اور کہا کہ جب وہ وتر کی نماز میں قرأت سے فارغ ہو تو یہ کلمات پڑھے۔ ﴿اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ وَلَا يَعْزُ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ لَا مَنجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ﴾

”اے اللہ ان لوگوں سے جن کو تو نے ہدایت بخشی ہے مجھے بھی ہدایت فرما اور جن کو تو نے تندرستی

۱ ابن ابی شیبہ ۱/۱۳۱، صحیح ابوداؤد ۲/۲۶۸ تفریح ابواب الوتر باب ۳۴۰، نسائی، سنن الکبریٰ ۱/۲۱۸، ۲، احمد طبرانی،

بیہقی، ابن عساکر ۲/۲۳۳، ۲، سند صحیح ہے، ابن مندہ نے اپنی کتاب التوحیدہ ۲/۱۷ میں صرف دعا کے الفاظ جو

دوسری سند میں حسن ہے اسکو بیان کیا ہے، الارواء ج ۳۲۶، الفتاویٰ ۱/۶۶-۱۹۶۲، صحیح ابن خزیمہ ج ۱۰۹

عطا کی مجھے بھی ان میں تندرستی عطا فرما اور جن کے ساتھ تو نے دوستی قائم کی مجھ کو بھی ان میں اپنا دوست بنا اور جو کچھ تو نے مجھے عطا کیا ہے اس میں برکت فرما اور جو تو نے عذاب کے فیصلے فرمائے ہیں ان سے مجھے محفوظ رکھ بیشک تو فیصلے کرتا ہے تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا، جس سے تیری دوستی ہو وہ ذلیل نہیں ہوتا اور جس سے تیری دشمنی ہو اسے عزت حاصل نہیں ہو سکتی اے ہمارے پروردگار تو برکت والا ہے اور بلند ہے تیرے سوا تیرے عذاب سے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے“<sup>۱</sup>

[وَلَا يَعْزُ مَنْ عَادَيْتَ] کی زیادتی حدیث میں ثابت ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے التلخیص میں ذکر کیا ہے اور میں اس کی تحقیق اصل کتاب میں کی ہے، اور امام نووی سے یہ بات درج ہونے سے رہ گئی ہے جب کہ امام نووی نے روضة الطالبین طبع مکتب الاسلامی ص ۲۵۳/۱ میں وضاحت کی ہے کہ یہ علماء کی جانب سے اضافہ ہے، اسی طرح بعض علماء فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰی مَا قَضَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ الفاظ کا اضافہ کرتے ہیں مگر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس نے چند سطور کے بعد کہا کہ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ قاضی ابوالطیب [وَلَا يَعْزُ مَنْ عَادَيْتَ] کا انکار کرتے ہیں جو کہ غلط ہے اور اس کا بھی کچھ ثبوت نہیں اس لئے کہ یہ جملہ بیہقی کی روایت میں ہے۔ واللہ اعلم

### آخری تشهد اس میں درود اور دعاؤں کا بیان

رسول اکرم ﷺ چوتھی رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد آخری تشهد کیلئے بیٹھ جاتے اور پہلے تشهد کی طرح اس میں بھی تشهد، درود شریف اور دعائیں پڑھتے البتہ توڑک فرماتے۔<sup>۲</sup> لیکن دو رکعت والی نماز جیسے صبح کی نماز ہے تو اس میں مسنون پاؤں کو نکال کر بیٹھنا ہے جیسا کہ پہلے تشهد کے باب میں گزر چکا ہے، اسی طرح امام احمد نے بھی اسکی تفصیل مسائل ابن ہانی ص ۷۹ میں بیان کی ہے۔ یعنی آپ ﷺ کا بایاں چوتڑے میں پر ہوتا اور آپ ﷺ دونوں پاؤں ایک طرف رکھتے۔<sup>۳</sup> اور بایاں پاؤں آپ کے دائیں ران اور پنڈلی کے نیچے ہوتا۔<sup>۴</sup> آپ ﷺ کا دایاں پاؤں کھڑا ہوتا تھا۔<sup>۵</sup> اور کبھی دائیں پاؤں کو کھڑے کرنے کی بجائے پھیلا دیتے تھے۔<sup>۶</sup>

۱ ابن خزیمہ ۲/۱۱۹، ابن ابی شیبہ وغیرہ کتابوں کا مطالعہ کریں جن کا ذکر گزشتہ حوالہ میں ہو چکا ہے

۲ صحیح بخاری ج ۸ ص ۲۸ کتاب الاذان باب ۱۳۵ صحیح ابوداؤد ۱/۱۸۱ کتاب الصلاة باب ۱۸۲ بیہقی سند صحیح ہے

۳ صحیح مسلم ج ۱۱۲-۱۱۳ کتاب المساجد باب ۲۱، مسند ابوعوانہ

اور اپنی بائیں ہتھیلی کو بائیں گھٹنے پر دباؤ کے ساتھ رکھتے۔<sup>۱</sup>  
اور اس میں نبی ﷺ پر درود بھیجنا مسنون ہے جیسا کہ پہلے تشہد میں درود بھیجنا مسنون  
ہے وہاں ان صیغوں کا بیان گزر چکا ہے جو نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے بارے میں ذکر ہوئے ہیں اور  
ان کا پڑھنا سنت قرار دیا ہے۔

### نبی ﷺ پر درود بھیجنا فرض ہے

آپ ﷺ نے ایک آدمی کو سنا جو اپنی نماز میں دعا کر رہا تھا لیکن نہ اس نے اللہ کی  
تعریف کی اور نہ ہی نبی ﷺ پر درود شریف بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس انسان نے عجلت کی  
ہے پھر اس کو اور اس کے علاوہ سب کو بلا کر کہا جب تم میں سے کوئی انسان نماز پڑھے تو پہلے  
اللہ کی تعریف کرے پھر نبی ﷺ پر درود بھیجے پھر دعا کرے، اور ایک روایت میں ہے اس کیلئے  
ضروری ہے کہ وہ نبی ﷺ پر درود بھیجے پھر جو چاہے دعا کرے۔<sup>۲</sup>

آپ سمجھ لیں کہ آخری تشہد میں آپ ﷺ پر درود بھیجنا فرض ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس کا  
حکم دیا ہے امام شافعی اور امام احمد (رحمہما اللہ) کی آخری دونوں روایت میں وجوب کے قائل ہیں ان سے  
پہلے صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی وجوب کی قائل ہے۔ بلکہ آجری نے الشریعہ ص ۳۱۵ پر بیان کیا ہے کہ  
جو شخص اپنے آخری تشہد میں نبی ﷺ پر درود نہیں بھیجتا اس کیلئے نماز کو لوٹانا ضروری ہے اور اسی لئے جس شخص  
نے امام شافعی کو شذوذ کی جانب منسوب کیا ہے کہ اس نے درود کے وجوب کو بیان کیا ہے اس نے انصاف  
نہیں کیا جیسا کہ اس کو فقیہ ہیثمی نے الدر المنصود فی الصلوٰۃ والسلام علی صاحب  
المقام المحمود ق ۱۲/۶۱ میں نے بیان کیا۔

نیز آپ نے ایک آدمی سے سنا کہ وہ نماز پڑھتا ہوا اللہ کی تعریف کے بعد نبی ﷺ پر درود  
بھیج رہا ہے تو آپ نے فرمایا دعا کرو تمہاری دعا قبول ہوگی سوال کرو تمہارا سوال پورا ہوگا۔<sup>۳</sup>

### دعا مانگنے سے پہلے چار چیزوں سے پناہ مانگنا ضروری ہے

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم آخری تشہد سے فارغ ہو چکو تو ذیل کے الفاظ  
کیساتھ چار چیزوں سے پناہ طلب کرو ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ  
صحیح مسلم ج ۱۱۳ کتاب المساجد باب ۲۱، مسند ابو عوانہ ۱، مسند احمد ۱۸/۶، صحیح ابوداؤد ۱، ۲۷۸، کتاب الوتر باب ۱۲۳  
خزیمہ ۲/۸۳۱، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی ۱، سنن نسائی ۱۵۱/۱، کتاب السہو باب ۲۸، سند صحیح ہے

عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ ﴿١﴾  
 ”اے اللہ میں تیرے ساتھ جہنم کے عذاب، قبر کے عذاب، زندگی اور موت کے فتنوں اور مسیح  
 دجال کے برے فتنے سے پناہ طلب کرتا ہوں“ پھر اپنے آپ کیلئے جو مناسب ہو تا دعا فرماتے۔<sup>۱</sup>  
 نیز رسول اکرم ﷺ تشہد میں بھی ان کلمات کیساتھ دعا فرماتے۔<sup>۲</sup>  
 اور یہ دعا صحابہ کرام کو آپ یوں سکھلاتے جیسا کہ انہیں قرآن کی سورتیں سکھلاتے تھے۔<sup>۳</sup>

## سلام پھیرنے سے پہلے دعاؤں کے الفاظ

رسول اکرم ﷺ نماز میں مختلف الفاظ کیساتھ دعائیں پڑھا کرتے تھے کبھی یہ دعا پڑھتے اور  
 کبھی دوسری دعا پڑھتے نیز آپ نے نمازیوں کو حکم دیا کہ وہ ان دعاؤں میں سے جو چاہیں پڑھیں۔<sup>۴</sup>  
 معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں تشہد کے علاوہ سجدہ وغیرہ کی کیفیت میں بھی دعا کی جاسکتی ہے؟؟؟؟  
 امام اثرم کا قول: امام اثرم فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے استفسار کیا کہ میں تشہد کے بعد کیا پڑھوں  
 اس نے جواب دیا جیسے حدیث میں آیا ہے میں کہا کہ کیا رسول اکرم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ جن کلمات کے  
 ساتھ چاہے دعا کرے فرمانے لگے! دعا کے جو الفاظ وارد ہیں ان میں سے جن کا چاہیں انتخاب کر لیں  
 ، حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں! بہتر یہ ہے کہ مسنون الفاظ کے ساتھ دعا کی جائے اور وہ الفاظ استعمال کئے  
 جائیں جو مفید ہوں لیکن حافظ ابن حجر کا یہ کہنا کہ مفید کلمات کیساتھ دعا کرے اس کا دار و مدار صحیح علم پر ہے اور  
 صحیح علم رکھنے والے لوگ بہت کم ہیں پس مناسب یہی ہے کہ دعا کے جو الفاظ صحیح حدیث میں آئے ہیں ان  
 کے ساتھ ہی دعا کی جائے۔<sup>۵</sup>

میں کہتا ہوں: بات یہی ہے جو اس نے کہی ہے البتہ دعا سے جو چیز منفعت بخش ہے اس کا پہچانا صحیح علم پر  
 موقوف ہے اور کم ہی وہ لوگ ہیں جو اس کا خیال رکھتے ہیں پس زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس دعا کے ساتھ خود کو  
 روک دیا جائے جن الفاظ کے ساتھ وہ وارد ہے خاص طور پر جب اس دعا میں وہ مقاصد موجود ہوں جن کا دعا  
 کرنے والا ارادہ رکھتا ہے۔

۱ صحیح مسلم ج ۱۲۸ کتاب المساجد باب ۷۸، مسند ابو عوانہ، سنن نسائی ۱۵۴/۱ کتاب الافتتاح، ابن الجارود فی  
 المنتقی ۲۷، الارواء ج ۳۵۰ صحیح ابوداؤد ۱۸۴/۱ کتاب الصلاة باب ۱۸۵، مسند احمد ۲۳۷/۲ سند صحیح  
 ہے صحیح مسلم ج ۵۹ کتاب الصلاة باب ۱۶، ابو عوانہ صحیح بخاری ج ۸۳۵ کتاب الاذان باب ۱۵۰، صحیح  
 مسلم ج ۵۸ کتاب الصلاة باب ۱۶ المجموع ۱/۲۱۸/۶۹



دعاؤں کے الفاظ: ۱- ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ﴾

”اے اللہ میں تیرے ساتھ قبر کے عذاب، مسیح دجال کے فتنے، زندگی، موت کے فتنے سے پناہ طلب کرتا ہوں، اے اللہ میں تیرے ساتھ گناہ سے اور مقروض ہونے سے پناہ طلب کرتا ہوں“<sup>۱</sup>

وہ مسئلہ جس کے باعث انسان گمراہ ہوتا ہے یا وہ بعینہ گناہ ہے جب کہ مصدر کو اسم کی جگہ میں رکھ دیا جائے اور اسی طرح المغرم کا لفظ ہے جب کہ اس سے مقصود قرض ہے مکمل حدیث اس جانب رہنمائی کر رہی ہے، عائشہؓ بیان کرتی ہیں ((کہ ایک انسان نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ قرض سے بہت پناہ مانگتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جب آدمی مقروض ہوتا ہے تو بات بات میں جھوٹ بولتا ہے اور عہد شکنی کرتا ہے))۔

۲- ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا أَعْمَلُ﴾

”اے اللہ بے شک میں تیرے ساتھ اس عمل کے شر سے جو میں نے کیا پناہ مانگتا ہوں اور جو کام میں نے نہیں کیا اس کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں“<sup>۲</sup>

۳- ﴿اللَّهُمَّ حَاسِبِي حِسَابًا يَسِيرًا﴾ ”اے اللہ تو نے میرا حساب آسان کرنا ہوگا“<sup>۳</sup>

۴- ﴿اللَّهُمَّ بَعْلِمِكَ الْغَيْبِ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ أَحْيِي مَا عَلِمْتَ الْحَيَاةَ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتْ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِي اللَّهُمَّ! وَأَسْأَلُكَ خَشْيَتِكَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، وَأَسْأَلُكَ كَلِمَةَ الْحَقِّ وَالْعَدْلِ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَى، وَأَسْأَلُكَ الْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى وَأَسْأَلُكَ نَعِيمًا لَا يَبِيدُ وَأَسْأَلُكَ قُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْفَدُ وَلَا تَنْقَطِعُ، وَأَسْأَلُكَ الرِّضَى بَعْدَ الْقَضَاءِ وَأَسْأَلُكَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَأَسْأَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ إِلَى وَجْهِكَ وَأَسْأَلُكَ الشُّوقَ إِلَى لِقَائِكَ فِي غَيْرِ ضَرَاءٍ مُضِرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ، اللَّهُمَّ زَيِّنَا بِزِينَةِ الْإِيمَانِ وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُهْتَدِينَ﴾

صحیح بخاری ج ۸۳۵ کتاب الاذان باب ۱۵، صحیح مسلم ج ۱۲۸ کتاب المساجد باب ۲۵ سنن نسائی ۱۵۴/۱

کتاب الافتتاح صحیح ہے، ابن عاصم فی کتاب السنۃ ۳۷۰، میری تحقیق کیاتھ جو مکتب اسلامی سے شائع ہوئی اور الفاظ میں زیادتی ابن ابی عاصم کی ہے ۷۰ مند احمد ۴۶/۶، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

”اے اللہ میں تیرے علم غیب اور کائنات پر تیری قدرت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ مجھے اس وقت تک زندگی عطا کر جب تک کہ تیرے علم میں میری زندگی بہتر ہے اور جب تیرے علم میں میرا فوت ہونا میرے لئے بہتر ہو تو مجھے موت سے بہمکنار فرما اے اللہ! میں تجھ سے پوشیدگی اور ظاہر میں تیرے خوف کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے حق بات کہنے کا اور ایک روایت میں فیصلے کا کہ خوشی اور ناخوشی میں کلمہ حق کہوں، فقیری اور مالداری میں میانہ روی کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے نہ ختم ہونے والی نعمتوں کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے نہ ختم ہونے والی آنکھوں کی ٹھنڈک طلب کرتا ہوں اور جو منقطع نہ ہو، اور میں تجھ سے تقدیر کے مطابق رضا مندی کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے موت کے بعد بہتر زندگی کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے تیرے چہرے کے دیدار کی لذت کا سوال کرتا ہوں اور تیری ملاقات کے اشتیاق کا سوال کرتا ہوں جس میں کسی تکلیف رہ مصیبت اور کسی گمراہ کن فتنے کا اندیشہ نہ ہو اے اللہ! ہمیں ایمان کی زینت کے ساتھ مزین فرما اور ہمیں ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا“<sup>۱</sup>

۵- ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاعْفُورِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْعَفُورُ الرَّحِيمُ﴾

”اے اللہ میں نے خود پر بہت ظلم کیا ہے تو ہی گناہوں کو معاف کر سکتا ہے تو مجھے اپنی جانب سے مغفرت سے نوازا اور مجھ پر رحم کر بے شک تو معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔“<sup>۲</sup>

۶- ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ [عَاجِلِهِ وَ آجِلِهِ] مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ [عَاجِلِهِ وَ آجِلِهِ] مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ مَا سَأَلْتُكَ عِنْدَكَ وَرَسُوْلُكَ مُحَمَّدٌ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ مُحَمَّدٌ وَأَسْأَلُكَ مَا قَضَيْتَ لِي مِنْ أَمْرٍ أَنْ تَجْعَلَ عَاقِبَتَهُ لِي رَشَدًا﴾

”اے اللہ میں تجھ سے ہر قسم کی بھلائی کا طالب ہوں وہ جلدی آنے والی ہو یا دیر سے مجھے اس کا

۱ سنن نسائی ۱/۱۵۳، مسند احمد ۱۹۱/۵، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے اسکی موافقت کی صحیح بخاری ج ۸۳۴

۲ کتاب الاذان باب ۱۴۹، صحیح مسلم ج ۴۸ کتاب الذکر والدعاء باب ۱۴، صحیح ابن ماجہ ۳۲۶/۳

علم ہو یا نہ ہو اور میں تیرے ساتھ ہر قسم کی برائی خواہ وہ جلدی آنے والی ہو یا دیر سے آنے والی ہو مجھے اس کا علم ہو یا نہ ہو سب سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تجھ سے جنت اور ایسے قول یا عمل کا سوال کرتا ہوں جو جنت کے قریب کر دیتا ہے اور میں تجھ سے دوزخ اور اس قول یا عمل سے پناہ مانگتا ہوں جو دوزخ کے قریب کرے اور میں تجھ سے بھلائی کا طلب گار ہوں جیسا کہ تجھ سے تیرے بندے اور تیرے رسول محمد ﷺ نے سوال کیا اور میں تیرے ساتھ اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس سے تیرے بندے اور تیرے رسول محمد ﷺ نے پناہ طلب کی اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو نے میرے حق میں جو فیصلہ کیا ہے اس کے انجام کو میرے لئے بہتر بنا۔<sup>۱</sup>

۷- آپ ﷺ نے ایک صحابی سے پوچھا تو نماز میں کیا دعا کرتا ہے اس نے جواب دیا کہ میں تشہد پڑھتا ہوں پھر اللہ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں، یہ دعائیہ کلمات بتاتے ہوئے اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ کی طرح دعا کرنا نہیں جانتا اور نہ ہی معاذ کی طرح بہتر دعا کرنی آتی ہے آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ ہم بھی ان کلمات کے ساتھ ہی دعا کرتے ہیں۔<sup>۲</sup>

۸- آپ ﷺ نے ایک صحابی سے سنا وہ تشہد میں ذیل کے الفاظ کے ساتھ دعا کر رہا تھا:

﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ يَا اللَّهُ [بِاللَّهِ] [الْوَاحِدِ] الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ إِنَّ تَغْفِرْ لِي ذُنُوبِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾

”اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اے اللہ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو ایک ہے تنہا ہے بے نیاز ہے جو کسی کا نہ باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور اس کا کوئی بھی ہمسر نہیں ہے کہ تو میرے گناہ معاف کر دے بے شک تو گناہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے“ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو معاف کر دیا گیا اس کو معاف کر دیا گیا۔<sup>۳</sup>

۹- آپ ﷺ نے ایک صحابی سے سنا کہ وہ تشہد میں ذیل کے الفاظ کے ساتھ دعا کرتا ہے:

۱ مسند احمد ۱۶/۱۴۷، طیالسی، بخاری فی ادب المفرد، صحیح ابن ماجہ ۱۲/۳۲۷ کتاب الدعاء باب ۴، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی، الصحیحہ ح ۱۵۴۲، ابوداؤد، صحیح ابن ماجہ ۱۲/۳۲۷ کتاب الدعاء باب ۴، ابن خزیمہ ۱/۱۸۷/۱۸۷ صحیح سند کیساتھ ۲ صحیح ابوداؤد ۱/۲۷۹ کتاب الصلاة باب ۳۵۸ سنن نسائی ۱/۱۵۳، مسند احمد ۳۳۸/۳، ابن خزیمہ، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ  
الْمَنَّانُ يَا بَدِيعَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ إِنِّي  
أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ﴾

”اے اللہ میں تجھ سے اس بات کے ساتھ کہ تیرے لئے تمام تعریفیں ہیں سوال کرتا ہوں تیرے  
علاوہ کوئی معبود نہیں تو ایک ہے تیرا کوئی شریک نہیں تو احسان کرنے والا ہے اے آسمان اور زمین  
کے بنانے والے اے بزرگی اور عزت والے اے وہ ذات جو زندہ ہے اے وہ ذات جو قیوم ہے  
میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور تیرے جہنم سے پناہ مانگتا ہوں“

آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا تمہیں علم ہے اس نے کیا دعا کی ہے صحابہ نے جواب  
دیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری  
جان ہے اس نے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی ہے جس کیساتھ جو شخص دعا کرتا ہے اس کی دعا قبول  
ہوتی ہے اور جس چیز کا سوال کرتا ہے وہ اسے دے دی جاتی ہے۔<sup>۱</sup>

اللہ کے ناموں اور اس کی صفات کیساتھ وسیلہ پکڑنا جائز ہے ارشاد بانی ہے: ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ  
الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾ ”اور اللہ کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں تو اس کو اس کے ناموں سے پکارو“<sup>۲</sup>  
کیا بجائے فلاں، بحق فلاں، بحرمتہ فلاں کیساتھ دعا کرنا جائز ہے؟

اللہ کے نام کے ساتھ وسیلہ پکڑتے ہوئے دعا کرنا جائز ہے لیکن بجائے فلاں یا بحق فلاں  
یا بحرمتہ فلاں کے ساتھ دعا کرنے کے بارے میں امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) اور اس کے اصحاب کرامت  
کے قائل ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ مطلقاً حرام ہے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ نہ صرف عوام الناس  
کی اکثریت بلکہ مشائخ بھی اکثر و بیشتر دعائیں شرعی وسیلہ کے الفاظ استعمال کرنے کی بجائے غیر شرعی وسیلہ  
کے الفاظ لاتے ہیں اور اس پر قائم ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے اس مسئلہ کی وضاحت میں  
التَّوَسُّلُ وَالْوَسِيلَةُ کے نام سے رسالہ تحریر فرمایا جو بہترین معلومات پر مشتمل ہے اس کا مطالعہ کریں، شیخ  
الاسلام ابن تیمیہ کے رسالہ کے بعد میرا رسالہ التَّوَسُّلُ انواعہ و احکامہ نہایت اہمیت کا حامل ہے دو بار  
طباعت پذیر ہو چکا ہے اپنے موضوع اور اسلوب کے لحاظ سے نہایت اہم ہے اس کے ساتھ ساتھ بعض ہم

۱ صحیح ابوداؤد ۹/۲۷۱ کتاب الصلوة باب ۳۵۸ سنن نسائی ۱۱/۱۵۳، مسند احمد ۳/۱۲۰، بخاری فی الادب المفرد

۲ طبرانی، ابن مندہ فی التوحید ۲/۲۳۲، ۱/۶۷، ۱/۷۰، ۲/۱۷۷ صحیح اسانید کے ساتھ ۱/۷۰ الاعراف: ۱۸۰

عصر اہل علم اور پی ایچ ڈی کی ڈگری رکھنے والوں نے اس مسئلہ کے بارے میں کچھ جدید شبہات کا ذکر کر کے ان کا رد بھی کیا ہے۔

هدانا الله واياهم اجمعين

۱۰۔ تشہد اور سلام پھیرنے کے درمیان آخری کلمات آپ ﷺ کے مندرجہ ذیل ہوتے تھے:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

”اے اللہ میرے پہلے پچھلے پوشیدہ اور ظاہری گناہ اور میرے اسراف نیز میرے ان گناہوں کو جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے معاف کر تو ہی کسی کو آگے کرنے والا اور تو ہی کسی کو پیچھے کرنے والا ہے تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔“

سلام پھیرنا

پھر رسول اکرم ﷺ ان دعاؤں کے بعد دائیں طرف السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ کے الفاظ کے ساتھ سلام پھیرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا دایاں رخسار نظر آتا اور بائیں طرف بھی السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ کے الفاظ کے ساتھ سلام پھیرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا بائیں رخسار نظر آتا۔

اور کبھی پہلے سلام میں السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ کے ساتھ وَبَرَكَاتِهِ کا اضافہ کرتے۔

اور رسول اکرم ﷺ جب دائیں جانب السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ کہتے تو کبھی کبھی بائیں طرف فقط السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہنے پر اکتفا کرتے۔

اور کبھی کبھی سامنے منہ کر کے ایک ہی سلام پھیرتے ہوئے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہتے

۱ صحیح مسلم ج ۶ کتاب الذکر والدعاء باب ۱۸، ابو عوانہ صحیح مسلم ج ۱۱۹ کتاب المساجد باب ۲۲، میں اسی طرح کی حدیث ہے، صحیح ابوداؤد ۱۸۶/۱ باب ۱۹۰، سنن نسائی ۱۵۵/۱ کتاب الافتتاح، ترمذی نے صحیح کہا

۲ صحیح ابوداؤد ۱۸۶/۱ باب ۱۹، ابن خزیمہ ۲/۱۸۷، سند صحیح ہے، عبدالحق نے اپنی کتاب احکام ۲/۵۶ میں اس کو صحیح کہا ہے، نووی اور حافظ ابن حجر نے بھی اسے صحیح کہا ہے مصنف عبد الرزاق ۲/۲۱۹، مسند ابویعلیٰ ۳/۱۲۵۲، طبرانی الکبیر ۳/۲۶۷، طبرانی الاوسط ۱۱/۲۶۰۰، دارقطنی اور عبد الرزاق ۲/۲۱۹ نے اس کو دوسری سند سے بیان کیا ہے ۲ سنن نسائی ۱۵۵/۱ کتاب الافتتاح، احمد، السراج سند صحیح ہے

ہوئے ذرا دائیں جانب جھک جاتے۔<sup>۱</sup>

صحابہ کرام دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے ہوئے اپنے ہاتھوں کے ساتھ اشارہ فرماتے آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے کہ تم اپنے ہاتھوں کے ساتھ اشارے کر رہے ہو تمہارے ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دموں کی مانند ہیں جب تم میں سے کوئی آدمی سلام پھیرے تو اپنی دائیں جانب التفات کرے اور ہاتھ کے ساتھ اشارہ نہ کرے اس کے بعد انہوں نے ہاتھوں کے ساتھ اشارے نہ کئے اور ایک روایت میں ہے کہ تمہیں اتنا ہی کافی ہے کہ تمہارے ہاتھ گھٹنوں اور رانوں پر ہوں اور تم اپنے دائیں اور بائیں طرف منہ کر کے ساتھ والے بھائی کو اپنے السَّلَامُ عَلَیْكُمْ کہو۔<sup>۲</sup>

تنبیہ: اباضیہ فرقہ نے اس حدیث میں تحریف کی ہے چنانچہ اس روایت کو ان کے لیڈر ربیع نے اپنی مسند المجهول نامی کتاب میں دیگر الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے تاکہ اس کی روشنی میں وہ دلیل داخل کر سکیں کہ اللہ اکبر کہنے کے ساتھ دفع الیدین کرنے سے ان کے نزدیک نماز باطل ہو جاتی ہے اور ان میں سے سیابی بھی ہے جس پر مقدمہ میں رد کیا گیا ہے اور ان کے افکار باطل ہیں اور اس کی وضاحت احادیث ضعیفہ ۶۰۴۳ میں ہے۔

## نماز سے نکلنے کیلئے السلام علیکم کہنا فرض ہے

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز سے باہر نکلنے وقت السَّلَامُ عَلَیْكُمْ کہو۔<sup>۳</sup>

### خاتمہ

نبی ﷺ کی نماز کی جو کیفیات بیان ہوئی ہیں اس میں مرد و عورت برابر ہیں، سنت میں ایسا کوئی اشارہ موجود نہیں ہے جو عورتوں کو بعض سورتوں میں مستثنیٰ کرے بلکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم اس کیفیت کے ساتھ نماز ادا کرو جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتا دیکھتے ہو یہ حکم عورتوں کو بھی ہے۔

ابن خزیمہ، بیہقی، الضیاء فی المختارۃ، السنن للمقدسی ۱/۲۴۳ سند صحیح ہے، مسند احمد ۶/۲۳۶، طبرانی فی الاوسط ۳/۳۲۲ و ائد المعجمین کے حوالہ کے ساتھ، بیہقی اور حاکم (۲۳۰/۱) نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی، ابن الملقن ۱/۲۹، اس کی تخریج الادواء میں حدیث نمبر ۳۲۷ میں کی ہے صحیح مسلم ج ۱۱۹ کتاب الصلاة ۲۷، ابوعوانہ، السراج، ابن خزیمہ، طبرانی، حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا، یہ حدیث مکمل طور پر استقبال القبلة کے باب میں ہے۔

شامل ہے ابراہیم نخعی (رحمہ اللہ) کا صحیح سند کے ساتھ بھی یہی قول ہے کہ عورت اس طرح نماز ادا کرے جس طرح مرد نماز پڑھتا ہے۔<sup>۱</sup>

سجدے میں عورت اپنے جسم کو اپنے رانوں اور گھٹنوں سے ملا کر رکھے یعنی سجدے کی صورت میں وہ مرد کے مساوی نہیں ہے اس مضمون کی حدیث مرسل اور غیر صحیح ہے۔<sup>۲</sup>

امام احمد (رحمہ اللہ) سے ان کے بیٹے عبداللہ (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی عورتوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ نماز میں آلتی پالتی مار کر بیٹھیں۔<sup>۳</sup>

اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس میں عبداللہ بن عمری ضعیف ہے۔

امام بخاری صحیح سند کے ساتھ ام درداء رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ وہ نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں اور وہ سمجھدار اور فقیہہ خاتون تھیں۔<sup>۴</sup>

نبی ﷺ کی نماز کی کیفیت تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک جس قدر مجھے آگاہی حاصل ہوئی ہے میں نے اسے سپرد قلم کر دیا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے پر امید ہوں کہ وہ اس عمل کو خالص اس کی رضا کیلئے بنائے اور اس سے نبی ﷺ کی نماز کی کیفیت کے مطابق قارئین کو ہدایت اور توفیق فرمائے (آمین)

۱ وَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ ۝

۲ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى [إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى] آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ۝

تمت بالخیر والحمد لله علی ذلک

علامہ محمد ناصر الدین الالبانی (رحمہ اللہ) کا مختصر تعارف اور ان کی علمی خدمات

تاریخ پیدائش: ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹۱۴ء ☆ تاریخ وفات: ۱۴۲۰ھ بمطابق ۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء  
عالم اسلام کی عظیم علمی شخصیات میں علامہ محمد ناصر الدین البانی مرحوم کا اسم گرامی تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ نقش رہے گا، وہ عصر رواں کے امام، عالم اجل، محدث عالی قدر اور فقیہ نامدار تھے، زہد و تقویٰ، اتباع سنت اور ورع و عبادت میں بھی یگانہ روزگار تھے بلند پایہ محقق و مصنف تھے احادیث رسول ﷺ سے ان کو خاص شغف تھا اس باب میں انہوں نے خداداد علمی بصیرت اور فہم و ادراک سے گراں قدر خدمات سرانجام دیں

علامہ موصوف کا ذوق مطالعہ تحقیقی مسائل میں ادراک اسماء الرجال اور فن حدیث میں کامل دسترس یہ وہ ان کے اوصاف گونا گوں تھے جن کے باعث وہ عالم اسلام میں مقام رفعت پر متمکن ہوئے علامہ موصوف نے مطالعہ حدیث کیلئے ایک ایسے تحقیقی طریقہ کو متعارف کروایا جس سے علوم اسلامیہ کی وسعت اور اس کا کمال سامنے آتا ہے حقیقت یہ ہے کہ علامہ مرحوم کا علمی و تحقیقی کام دیکھ کر عہد رفتہ کے محدثین کرام کی عظمت اور یاد تازہ ہو جاتی ہے انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں فہم و بصیرت حکمت و دانائی اور تبصرہ علمی سے جس طرح دشمنان حدیث اور محدثین کے خلاف سازشوں کو بے نقاب کیا یہ ان کی اسلام کیلئے بہت بڑی خدمت ہے علامہ مرحوم علمی اعتبار سے عالم اسلام کی آبرو اور فضل و کمال میں اپنی مثال آپ تھے داعی سنت نبویہ تھے زبدۃ المحدثین اور فخر علماء دین تھے تدریس حدیث ان کا شب و روز کا مشغلہ تھا بلاشبہ البانی مرحوم کی دینی خدمات اور ان کی تگ و تاز علمی کا دائرہ بہت وسیع ہے تاریخ میں ان کا نام سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔

البانیہ یورپ کی ایک چھوٹی سی ریاست ہے جس کے ایک طرف اٹلی اور دوسری طرف یونان اور تیسری طرف یوگوسلاویہ ہے پہاڑی ساحلی علاقہ ہے مسلمان ترکی فتح کرنے کے بعد یونان، البانیہ اور بلقان اسٹیٹ کو پار کرتے ہوئے آگے بڑھے، اس چھوٹی سی ریاست البانیہ کو عصر حاضر کے مایہ ناز محدث علامہ ناصر الدین البانی کے پیدائش وطن ہونے کا شرف حاصل ہے جنہیں معرفت حدیث میں نمایاں مقام حاصل ہے انہوں نے پورے عالم اسلام بلکہ پوری علمی دنیا میں احادیث کی تحقیق و تجزیہ کا مذاق پیدا کیا، علوم حدیث میں اپنی گراں قدر خدمات کی بناء پر ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۹۹۹ء میں انہیں شاہ فیصل ایوارڈ کا مستحق قرار دیا گیا، البانیہ میں اسلامی رنگ غالب تھا لیکن جب احمد زوغو وہاں کا بادشاہ بنا تو اس نے البانیہ کی اسلامی تہذیب و تمدن کو پامال کیا عورتوں پر بے پردگی کو لازم کر دیا تو مسلمان البانیہ



سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے اس کاروان ہجرت میں شیخ البانی کے والد اور ان کی اوکاڈ کا قافلہ بھی تھا، قرآن کریم کا ناظرہ اور تلاوت و تجوید، فقہ حنفی اور علم صرف کی بعض ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں، مراقی الفلاح شرح نور الایضاح اور علم بلاغت کی بعض کتابیں شیخ سعید البرہانی سے پڑھیں، چونکہ شیخ البانی کے والد کارحجان تصوف کی طرف تھا اس لئے وہ اپنے نوخیز فرزند کو اپنے ہمراہ روحانی مراکز اور بزرگوں کے مزارات پر لے جاتے، البانی صاحب کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

اس رحمان میں میں اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سنت کی طرف میری رہنمائی کی اور میں ان باتوں سے باز آیا جو میں نے اپنے والد سے اخذ کی تھیں جسے وہ تقرب الی اللہ اور عبادت تصور کرتے تھے دوسری طرف شیخ البانی کے والد حنفی مسلک پر تعصب کی حد تک گامزن تھے لیکن البانی صاحب کارحجان مطالعہ کے نتیجہ میں عمل بالحدیث کی طرف تھا اس طرح باپ بیٹے میں کش مکش ہوگئی البانی صاحب کا بیان ہے کہ مطالعہ حدیث میں جب میرا انہماک روز بروز بڑھنے لگا اور میرے والد نے میری اس دلچسپی کو محسوس کیا تو مجھے یہ کہہ کر ڈراتے ”کہ علم حدیث تو مفلسوں کا کام ہے“، لیکن ان تمام فکری اختلاف کے باوجود انکی آخری زندگی میں بڑی حد تک کتاب و سنت کیساتھ ہم آہنگی ہوگئی تھی۔

علامہ ناصر الدین البانی البانیہ کے دارالحکومت اشقودرہ میں پیدا ہوئے انکے والد کا نام الحاج نوح نجاتی البانی تھا جو کہ نیک طینت اور متدین عالم دین تھے لوگوں کو دینی علوم پڑھاتے اور انکی رہنمائی فرماتے، جنگ عظیم اول کے بعد الحاج نوح نجاتی البانیہ سے ترک سکونت کر کے ترکی آگئے اور تھوڑے ہی عرصہ بعد یہاں سے شام چلے گئے علامہ البانی (رحمہ اللہ) کی ابتدائی تعلیم مدرسہ جمعیتہ الاسعاف الخیری دمشق میں ہوئی ان کے اساتذہ کرام میں شیخ سعید البرہانی اور راغب طباخ کے اسمائے گرامی المآثر تذکرہ ہیں، علامہ موصوف نے علم حدیث کی طرف خصوصی توجہ دی اور حدیث کا علم حاصل کیا آپ عمر کے بیسویں سال میں تھے کہ علامہ رشید رضا کے مجلہ المنار میں شائع ہونے والے علمی مباحث سے متاثر ہو کر انہوں نے علم حدیث میں اول کام حافظ عراقی کی کتاب المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج مافی الاحیاء من الاخبار کا تعلیقات کے ساتھ نقل کرنا ہے یہ ان کی اولین علمی کاوش تھی جس نے ان کو علمی دنیا میں متعارف کروایا دمشق کے مشہور ادارہ المکتبۃ الظاہریہ کے احباب نے انکی علمی استعداد سے متاثر ہو کر ان سے مستفید ہونے کیلئے اپنے یہاں ایک کمرہ انہیں دے دیا گیا اور مکتب کی چابی بھی ان کو دے دی گئی کہ وہ جب چاہیں مکتبہ میں آئیں جائیں وہاں علامہ موصوف نے المکتبۃ الظاہریہ سے خوب استفادہ کیا اور وہ گفتگوں یہاں بیٹھ کر مطالعہ کتب میں محور تھے علامہ موصوف نے اپنی ذہانت و فطانت علمی استعداد اور خداداد صلاحیتوں سے علمی دنیا میں خوب نام پیدا کیا۔

آپ ملک شام کے بلاد و امصار میں توحید و سنت کی نشر و اشاعت میں سرگرم عمل رہے دعوت و تبلیغ کے میدان میں بعض لوگوں سے ان کے مناظرے بھی ہوئے اور انہیں اس سلسلہ میں کٹھن حالات اور مصائب و آلام سے بھی گزرنا پڑا دو بار آپ پابند سلاسل بھی کئے گئے لیکن کوئی چیز ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکی اور آپ ثابت قدمی سے دعوت و تبلیغ کے میدان میں مصروف عمل رہے علامہ موصوف کا دائرہ درس و تدریس بڑا وسیع تھا آپ جہاں بھی جاتے طلبہ کی ایک کثیر تعداد ان سے استفادہ کرنے میں کوشاں رہتی عالم اسلام کے عظیم تعلیمی مرکز الجامعۃ الاسلامیۃ المدینہ المنورۃ کے لئے بھی ایک بار آپ کی خدمات حاصل کی گئیں جب وہاں آپ درس و حدیث کا پیریڈ پڑھاتے تو دوسری کلاسوں کے طلبہ اپنی کلاسیں چھوڑ کر ان کے درس میں شریک ہو جاتے اور شیخ کے ارشادات عالیہ سے مستفید ہوتے علامہ موصوف کے سینکڑوں نامور شاگرد ہیں جنہوں نے علمی دنیا میں نام پیدا کیا ہے ان ذی مرتبت تلامذہ میں سے چند قابل ذکر نام یہ ہیں شیخ محمد جمیل زینو، ڈاکٹر عمر سلیمان الاشقر، خیر الادین وانلی، حمد بن عبد المجید سلفی شیخ محمد بن ابراہیم، عبد الرحمان عبد الخالق، شیخ عبد الرحمان عبد الصمد، زہیر شواہش، شیخ محمد عید عباسی شیخ مقبل بن ہادی الو ادعی شیخ ربیع بن ہادی مدخلی، شیخ عبد القادر حبیب اللہ سندھی

علامہ موصوف نے وعظ و تبلیغ اور درس تدریس کے ذریعہ جہاں دعوت دین کا فریضہ ادا کیا وہاں انہوں نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ بھی ظلمت و تیرگی میں ضیاء پاشیاں کیں علامہ موصوف نے تخریج احادیث کا ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳

۱۹۹۹ء کا سال عالم اسلام کے لئے بالخصوص عالم حزن ہے جس میں البانی صاحب اور دیگر اسلامی شخصیات اس جہان فانی سے رخصت ہو کر اپنے خالق حقیقی کے پاس پہنچ گئیں اور عالم اسلام ان کے علم و فضل سے محروم ہو گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حدیث و سنت کے باب میں ان کی سب سے بڑی کاوش یہ ہے کہ انہوں نے اس رجحان کی آبیاری کی کہ احکام و مسائل میں صحیح اور حسن حدیث کا ہی اہتمام کیا جائے اسی طرح فضائل و مستحبات میں بھی ضعیف پر اعتماد نہ کیا جائے اسی بنا پر انہوں نے ذخیرہ احادیث میں سے صحیح اور ضعیف روایات کو چھانٹ کر رکھ دیا، اس مسئلہ میں علامہ البانی کا مؤقف نیا نہیں ہے بلکہ امام بخاری اور امام مسلم کا بھی یہی موقف تھا چنانچہ علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ ضعیف حدیث پر مطلقاً عمل نہ کیا جائے کیونکہ ضعیف حدیث کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ ظن مرجوح کا فائدہ دیتی ہے لہذا جب اس کی یہ پوزیشن ہے تو اس پر عمل کیوں کر جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔

بلاشبہ علامہ البانی مرحوم اس دور کے نامور محدث اور جلیل القدر عالم دین تھے انہوں نے اپنی ہمت سے زیادہ دین اسلامی کا کام کیا دیگر اہل علم حضرات کے لئے ان کا کام ایک مثال ہے، حق گوئی و بیباکی کے نتیجہ میں ہمیشہ جلا وطنی کی زندگی گزاری شام، اردن، حجاز، کویت کی خاک چھانی وہ اس دور میں اسلام کیلئے ایک نعت غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتے تھے انکی شخصیت مسلمانوں کیلئے باعث صداقت تھی، اپنے پیچھے علوم حدیث میں نہ صرف کتابوں کا ایک قیمتی ذخیرہ چھوڑا بلکہ محققین کی ایک ٹیم تیار کر گئے جو ان کے تصحیح احادیث کے مشن کو فروغ دے رہے ہیں اور دیں گے انشاء اللہ

افسوس.....! بالآخر اس عالم اجل اور شیخ وقت نے ۹۰ سال دنیا کی نیرنگی کا تماشا دیکھ کر دمشق میں ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء ہفتہ کی شام کو آخرت کے لئے رخت سفر باندھا۔

اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه

مرتب: عبدالحفیظ مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

## شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل (حفظہ اللہ) کا مختصر تعارف

از قلم: مولانا محمد رمضان یوسف سلفی (ایڈیٹر صدائے ہوش لاہور)

شیخ القرآن و الحدیث مولانا محمد صادق خلیل جلیل القدر عالم دین ہیں انہوں نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں نام پیدا کر کے شہرت دوام حاصل کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی علمی صلاحیتوں اور اوصاف و کمالات سے نوازا ہے آپ جید عالم، بلند پایہ مدرس، منجھے ہوئے تجربہ کار مترجم، اونچے درجے کے مفسر قرآن، بلند اخلاق، متواضع، فصیح اللسان، سلیم العقل اور صحیح الفکر اہل علم ہیں عذوبت لسان اور اخلاق حسنہ کی دولت سے مالا مال ہیں علم و عمل کا حظ و افران کے حصے میں آیا ہے ان کے گونا گوں اوصاف کے باعث سب لوگ ان کا احترام کرتے ہیں اور یہ بھی سب کے مشفق و مہربان ہیں آپ گزڑے ہوئے دور کی یادگار اور اسلاف کی نشانی ہیں گزشتہ ستاون اٹھاون سال سے آپ درس و تدریس، وعظ و تقریر اور قلم و قراطاس سے دین اسلام کی اشاعت کا فریضہ ادا کر رہے ہیں اس مرد حق آگاہ کی تدریسی سرگرمیوں کا یہ عالم ہے کہ ہزاروں لوگوں نے ان سے تفسیر و حدیث، فقہ و اصول، صرف و نحو اور منطق و معانی وغیرہ علوم کی تحصیل کی اور مرتبہ کمال کو پہنچے۔

بلاشبہ مولانا صاحب کی تصنیفی و تدریسی خدمات کا دائرہ دور تک پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے، آپ عالی قدر والدین کے نہایت نیک اور خوش بخت فرزند ہیں ان کی زندگی حرکت و عمل کا مجموعہ ہے انہوں نے تن تنہا ایک جماعت جتنا علمی کام کر دکھایا ہے مولانا موصوف سادی وضع کے ایک عظیم المرتبت انسان ہیں، میں اس نیک طینت عالم دین سے دوستانہ مراسم رکھتا ہوں وہ میرے مشفق و مہربان ہیں مجھے کئی بار اپنے عزیز دوست علی ارشد چودھری کے ہمراہ ان کے باب علمی پر حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوئی اور ان کے ارشادات عالیہ سے مستفید ہونے کا موقع ملا جی چاہتا ہے کہ ان کے علمی کارناموں اور ان کی حیات جاودا کی ایک جھلک اپنے قارئین کو بھی دکھائی جائے اس سلسلہ میں مجھے اپنے مرشد و مربی ذہبسی، دوراں مولانا محمد اسحاق بھٹی (مصنف کتب کثیرہ) کے باب عالی پر دستک دینا پڑے گی بھٹی صاحب نے اپنی تصنیف لطیف ”قافلہ حدیث“ میں مولانا موصوف پر تفصیلی مضمون لکھا ہے لہذا ہم چند باتیں بھٹی صاحب کی کتاب ”قافلہ حدیث“ سے مستعار لیتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

مولانا محمد صادق خلیل مارچ ۱۹۲۵ء فیصل آباد ضلع کے مشہور قصبہ ”اوڈانوالہ“ میں پیدا ہوئے آپ کے والدین نے اپنے طور پر آپ کی تربیت بہتر طریقے سے کی کچھ بڑے ہوئے تو والد مکرم نے ادعیہ ماثورہ وغیرہ زبانی یاد کرانا شروع کیں اور سرکاری سکول میں داخل کر دیا اس زمانہ میں پرائمری کا لفظ چار جماعتوں پر بولا جاتا تھا انہوں نے سکول سے پرائمری پاس کی تو ان کے والد مکرم نے ۱۹۳۸ء

میں ان کو اپنے گاؤں ”اوڈانوالہ“ کے اس دینی مدرسہ میں داخل کرادیا جو صوفی محمد عبداللہ (رحمہ اللہ) نے جاری کیا تھا یہ چھ سال کا نصاب تھا جو انہوں نے اسی دارالعلوم تقویۃ الاسلام ”اوڈانوالہ“ کے اساتذہ سے مکمل کیا، ان کے ابتدائی دور کے اساتذہ میں سے خود ان کے والد محترم میاں احمد دین (جو صوفی عبد اللہ صاحب کے مخلص دوستوں میں سے تھے صوفی محمد عبداللہ (بانی دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ) و جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کا نجن) اور صوفی محمد ابراہیم اوڈانوالہ والے تھے۔

پھر متوسط اور انتہائی درجوں کی کتابیں جن اساتذہ سے پڑھیں وہ شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی، مولانا نواب الدین، مولانا ثناء اللہ ہوشیار پوری، مولانا عبدالرحمان نو مسلم، مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب حسینی اور مولانا داؤد انصاری بھوجیانی (رحمہم اللہ) تھے یہ تمام حضرات عالی قدر کسی زمانہ میں ”اوڈانوالہ“ میں فرائض تدریس سرانجام دیتے رہے تھے اور مولانا موصوف نے انہی سے تکمیل تعلیم کی اور اسی دارالعلوم سے سند فراغت حاصل کی اس کے علاوہ انہوں نے میٹرک کا امتحان وہیں رہ کر دیا اور پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی کا اور فاضل فارسی کے امتحانات بھی اسی دارالعلوم کی طرف سے دیئے اور نمایاں پوزیشن حاصل کی دارالعلوم میں کئی سال یہ سلسلہ چلا کہ جو طالب علم وہاں سے فارغ ہوا وہیں استاذ کی حیثیت سے اس کی تقرری کر دی گئی اور اسے باقاعدہ تنخواہ ملنے لگی مولانا موصوف کو بھی یہ رعایت دی گئی اور فراغت کے بعد ۱۹۳۵ء میں بطور استاذ کے انکی خدمات حاصل کر لی گئیں آپ ۱۹۳۵ء سے لیکر ۱۹۶۰ء تک پندرہ سال دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ کی مسند تدریس پر فائز رہے۔

۱۹۶۱ء میں مولانا سید داؤد غزنوی (رحمہم اللہ) کے حکم سے وہ اپنے گاؤں کے دارالعلوم سے نکلے اور جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) میں چلے آئے یہاں کم و بیش انہوں نے دس سال پڑھایا، اس کے علاوہ مولانا محمد صادق خلیل جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کا نجن، دارالحدیث کراچی، مدرسہ تدریس القرآن والحدیث راولپنڈی، جامعہ رحمانیہ لاہور اور آخر میں دارالحدیث کوٹ رادھا کشن (ضلع قصور) میں عرصہ تک خدمت تدریس کا فریضہ ادا کرتے رہے انہوں نے مختلف اوقات میں اوڈانوالہ سے لے کر کراچی تک سات مدارس دینیہ میں خدمت تدریس سرانجام دی جو کم و بیش چالیس برس کی طویل مدت میں پھیلی ہوئی ہے اس عرصہ میں ان سے ہزاروں طلباء نے استفادہ کیا اور علم و عمل کی رفعتوں پر متمکن ہوئے ان کے چند نامور شاگردوں میں خطیب ملت علامہ احسان الہی ظہیر شہید، شیخ عبداللہ ناصر رحمانی کراچی، شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی، مولانا محمد عبداللہ راولپنڈی، مولانا محمد شمس الدین افغانی، مولانا ارشاد الحق اثری، پروفیسر ظفر اللہ کراچی، شیخ الحدیث مولانا قدرت اللہ فوق، مولانا محمد خالد سیف، شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید ہزاروی، حافظ فتح محمد فتحی مکہ مکرمہ، مولانا قاضی محمد اسلم سیف، پروفیسر عبدالکیم سیف کوٹ رادھا کشن، حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی، حافظ عبدالرشید اظہر، مولانا عبدالعزیز حنیف، شیخ عبداللطیف شجاع آبادی کراچی، مولانا عبدالغفور ناظم آبادی قابل ذکر ہیں۔

مولانا صاحب نہایت پیارے خطیب بھی ہیں وہ دھیمے لہجے میں بڑی پیاری گفتگو کرتے ہیں اور اپنے مافی الضمیر کا اظہار نہایت خوبصورتی سے کرتے ہیں انکی تقریر میں متانت سنجیدگی علمی وجاہت اور رسوخ علم کا عنصر پایا جاتا ہے آپ مختلف مقامات پر خطبات کا فریضہ ادا کرتے رہے ہیں پیرانہ سالی کے باعث اب وعظ و تقریر سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔

مولانا موصوف کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ اوصاف و کمالات اور گونا گوں خوبیوں سے بہرہ ور کیا ہے وہ بہت بڑے مصنف مترجم اور مفسر قرآن ہیں انہوں نے اپنی رہائش محلہ رحمت آباد (متصل حاجی آباد فیصل آباد) میں ضیاء السنۃ کے نام سے ترجمہ تالیف کا ادارہ قائم کر رکھا ہے اور اسکی طرف سے ابتداء میں جو نہایت اہم کتاب شائع کی وہ ترمذی شریف کی شرح تحفة الاحوذی تصنیف مولانا عبد الرحمان محدث مبارکپوری (رحمہ اللہ) کی پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جو انکا عظیم کارنامہ ہے، اب آئیے ان کی ترجمہ و تالیف کی مساعی کی طرف کہ انہوں نے اپنی اچھی خاصی لائبریری بنائی اور اسے صادق خلیل اسلامک لائبریری کا نام دیا، ان کی تحریر سادہ سلیس اور شگفتہ ہوتی ہے اس میں مطالعہ کا حسن علم کی پختگی اور زبان و ادب کی ثقاہت پائی جاتی ہے عربی سے اردو ترجمہ بہت عمدہ کرتے ہیں اس میں اردو زبان کی نزاکتوں کو ملحوظ رکھتے ہیں انکی ترجمہ کردہ کتب نے اس خطہ ارض میں بڑی شہرت پائی ہے عربی کتب کے تراجم انکی گوہر بار قلم کا خوبصورت شاہکار ہیں بلاشبہ آپ ادب و انشاء میں اپنا ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔

مذکورہ کتابوں میں سے بعض کتابیں کافی ضخیم ہیں ان میں اکثر کئی کئی بار چھپ چکی ہیں، اب مولانا کی پوری توجہ قرآن مجید کی تفسیر کی طرف ہے اس تفسیر کا نام انہوں نے اصدق البیان رکھا ہے ۳ جون ۲۰۰۲ء کو اس مبارک اور عظیم کام کی تکمیل کر چکے ہیں اللہ کے فضل سے اس تفسیر کی چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں باقی دو جلدیں کمپوزنگ اور طباعت کے مراحل سے گزر رہی ہیں یہ تفسیر چھ ضخیم جلدوں میں شائع ہوگی انشاء اللہ مولانا موصوف نے اس تفسیر میں علمی جواہر پارے اس خوبی سے صفحہ قرطاس پر مرتسم کئے ہیں کہ انکی تحقیق اور ادبی ذوق کی داد دینا پڑتی ہے و در حاضر میں یہ تفسیر اپنے منفرد اسلوب علمی و ادبی دلکشی کے باعث انفرادیت کی حامل تفسیر ہے، مولانا موصوف کی یہ وہ علمی و دینی خدمات ہیں جو انہوں نے بڑی ہمت و محنت سے سرانجام دی ہیں اگرچہ انہیں اپنے صاحبزادہ گرامی قدر عبدالحفیظ مدنی کا تعاون بھی حاصل ہے لیکن جو خدمت ان کی نیک اور صالح بیوی نے عمر بھر کی ہے اسے مولانا موصوف بہت زیادہ محسوس کرتے ہیں مولانا کی زوجہ محترمہ ۷ مئی ۲۰۰۲ء کو اس دنیا فانی سے رخصت ہوئیں وہ بڑی عابدہ زاہدہ تقویٰ شعرا اور شوہر کی خدمت گزار تھیں تمام عمر شوہر کا دست بازو بن کر رہیں اور ہمیشہ مولانا کی تدریسی و تصنیفی سرگرمیوں میں ان کی ہمت بندھائی اور بے پناہ خدمت کی اللہ تعالیٰ اس نیک خاتون کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین یہ ایک اجمالی سی مولانا موصوف کی تدریسی و تصنیفی کام کی جھلک ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی ان مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## نماز نبوی کے موضوعات کی مفصل فہرست

## نبی ﷺ کے نماز ادا کرنے کی کیفیت کا بیان

- 1:- نماز کی ادائیگی میں کعبۃ اللہ کی جانب رخ کرنے کا بیان، اسکے ضمن میں کچھ احادیث کا ذکر ہے نماز خواہ سفر کی حالت ہو یا گھر میں اقامت، ایک حدیث جس میں نبی ﷺ نے اس شخص کو حکم دیا جو نماز کی ادائیگی میں کوتاہی کا مرتکب ہوا تھا، نیز چار پائے پر سواری کی حالت میں نفل نماز کی ادائیگی کی کیفیت کا بیان
- 2:- شدید قسم کے خوف میں نماز کی کیفیت کا بیان اور اس شخص کے نماز ادا کرنے کی کیفیت جو بیت اللہ کو نہیں دیکھ رہا ہے نیز جابرؓ سے مروی حدیث کا ذکر جب اس نے ابرآلود فضا میں دن کے وقت نماز ادا کی، نیز اس حقیقت کی وضاحت کہ جس شخص نے نماز کی ادائیگی کی حالت میں اپنے اجتہاد کے ساتھ قبلہ کی جانب رخ کیا جب کہ اس کا اجتہاد درست نہ تھا تو اس کی نماز صحیح ہے نیز نبی ﷺ جب بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا کر رہے تھے تو ادائیگی نماز میں آیت ﴿قَدْ نَسِیْتُ الْقَلْبَ وَجْهًا فِی السَّمَاءِ﴾ کے نازل ہونے کا بیان اور یہ بیان کہ آپ اپنے چہرہ کو مسجد حرام کی جانب پھیر لیں، اور اس واقعہ کا بیان کہ مسجد قباء کے نمازیوں نے فجر کی نماز کی ادائیگی میں کعبہ کی جانب اپنا رخ کیا نیز اس میں اس حقیقت کی وضاحت ہے کہ صحابہ کرام اس شخص کی نماز کو باطل قرار نہیں دیتے تھے جب وہ نماز کی ادائیگی میں اس شخص کے حکم پر عمل پیرا ہوتا ہے کہ جس سے اس کی نماز میں درستگی کا اشارہ موجود ہے
- 3:- نماز میں قیام کا بیان اور اس کے ضمن میں نماز خوف کی ادائیگی اور بیمار شخص کے نماز ادا کرنے کی کیفیت کا بیان نیز نبی ﷺ کا لوگوں کی نماز کی ادائیگی کی حالت میں بیٹھ کر نماز ادا کرنا اور آپ کا صحابہ کرام کو حکم دینا کہ وہ بھی بیٹھ کر نماز ادا کریں اور اس کیفیت سے خود کو دور رکھیں جو فارس کے لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ روار کھتے تھے
- 4:- بیمار شخص کا بیٹھ کر نماز ادا کرنا نیز اسکے ضمن میں عمران صحابی سے مروی حدیث کا بیان جبکہ آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بحالت قیام نماز ادا کریں نیز اسکی وضاحت کہ بیٹھ کر نماز ادا کرنے کا ثواب اس شخص سے نصف ہے جو بصورت قیام نماز ادا کرتا ہے نیز اس حقیقت کی وضاحت کہ جو شخص نماز کی ادائیگی میں زمین پر سجدہ کر نیکی استطاعت نہیں رکھتا ہے تو وہ درمیان میں ہرگز کسی چیز کو نہ رکھے جس پر وہ سجدہ کرے
- 5:- کشتی میں نماز کی ادائیگی کی کیفیت کا بیان 6:- رات کے لمحات میں نفل نماز میں قیام اور بیٹھنے کا بیان
- 7:- جوتا پہن کر نماز ادا کرنا حکم اور جوتوں کے رکھنے کے بارے میں حکم جب انکو نماز کی حالت میں اتارے

- 8:- منبر پر نماز کی ادائیگی کا بیان اور منبر کا تین درجات سے زیادہ ہونا بدعت ہے
- 9:- سترہ کا بیان اور اسکے واجب ہونے کی وضاحت نیز اس سے قریب ہونے کا حکم جبکہ امام احمد بن حنبل نے مسجد میں سترہ رکھنے کا حکم دیا مسجد چھوٹی ہو یا بڑی، مزید وضاحت کہ سترہ کا حکم حریم شریفین کو بھی شامل ہے اور علماء نے اس کو واجب قرار دیا ہے
- 10:- سواری کو قبلہ رخ بٹھا کر اس کی جانب نماز ادا کرنا درست ہے جب کہ اس نماز کی ادائیگی اس نماز کی ادائیگی کے مخالف ہے جس کو جانوروں کے باڑے میں ادا کیا جائے، اور اسی طرح عورت کو قبلہ بنا کر نماز ادا کرنا جب کہ عورت کا نماز ادا کرنے والے کے آگے سے گزرنیں ہو واجب وہ نماز کے آگے سے گزرے گی تو وہ نماز کو باطل بنا دے گی نیز اس حدیث کا بیان کہ نبی ﷺ نماز کی ادائیگی میں قبلہ رخ گزرنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے اگرچہ بکری کیوں نہ ہو
- 11:- نبی ﷺ کا شیطان کو اپنی گرفت میں لینا جبکہ قادیانی اس کے منکر ہیں مزید برآں کتاب وسنت کے وہ نصوص جو جنات کا اثبات کرتے ہیں اس کی وہ تاویل کرتے ہیں بلکہ اس کو تسلیم نہیں کرتے ہیں، نیز اس شخص کے بارے میں حکم دینا جو نماز ادا کرنے والے کے آگے سے گزرتا ہے کہ اس سے لڑائی کجائے
- 12:- نمازی کے آگے کن کن چیزوں کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے جبکہ اس مقام میں حائضہ عورت کے گزرنے کا بیان کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے 13:- قبلہ رخ قبر ہو تو نماز ٹوٹ جاتی ہے
- 14:- نماز کی ادائیگی میں نیت کا بیان اور یہ کہ زبان کیسا تھ نیت کے الفاظ کو ادا کرنا بدعت ہے
- 15:- نماز ادا کرنے کیلئے تکبیر کہنا اس کے ضمن میں کچھ احادیث کا بیان ان میں وہ حدیث بھی ہے جس میں نبی ﷺ نے اس شخص کو دوبارہ نماز ادا کرنے کا حکم دیا تھا جس نے صحیح طور پر نماز ادا نہیں کی تھی اس کو آپ نے اللہ اکبر کہنے کا حکم دیا اور اس مفہوم کی حدیث کہ نماز کی چابی وضو کرنا ہے پاک ہونا ہے اور اللہ اکبر کہنے سے نماز کے سوا ہر چیز حرام ہو جاتی ہے، نماز کی تحریم کی وضاحت کا بیان
- 16:- نماز کی ادائیگی میں دونوں ہاتھوں کے اٹھانے کا بیان اور اس کے ضمن میں کچھ احادیث ہیں کہ رفع الیدین کب کیا جائے اور کس طرح کیا جائے 17:- قیام میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا اور اس کا حکم دینا اس کے ضمن میں کچھ احادیث ہیں جن کا فرقہ اباضیہ نے انکار کیا ہے۔
- 18:- دونوں ہاتھوں کو سینے پر باندھنا اور ان ائمہ کا تذکرہ جو اس کے قائل ہیں مزید اس حقیقت کی وضاحت کہ نماز کے قیام میں تو مسنون ہاتھوں کو رکھنا ہے یا پکڑنا ہے البتہ تکلف کے ساتھ ان دونوں کو ایسی صورت میں ملانا جس کا شرعاً ثبوت نہیں ہے تو یہ بدعت ہے مزید برآں آپ اس رد کا ملاحظہ کریں جو اس شخص پر ہے جس نے سینے پر ہاتھ باندھنے کا طعن لگایا ہے۔



19: - سجدہ کی جگہ پر نظر رکھنا اور خشوع اختیار کرنا اور نماز کی ادائیگی میں آنکھوں کو آسمان کی جانب بلند کرنا اور نماز کی ادائیگی کو گھر میں بہتر سمجھنا یا ایسے کپڑوں میں جو نماز ادا کرنے والے کو کھیل کی جانب مائل نہ کریں مزید ادھر ادھر جھانکنے سے روک دینے کا بیان 20: - حدیث کا مفہوم کہ آپ نماز اس انداز سے ادا کریں گویا کہ وہ آخری نماز ہے مزید دوسری حدیث جو خشوع کی فضیلت میں ہے

21: - نماز کے آغاز میں دعائیہ کلمات کا بیان جن کی تعداد 12 ہے جب کہ یہ دعائیہ کلمات مجموعی شکل میں کسی کتاب میں موجود نہیں ہیں

22: - وجہت و جہی کے دعائیہ کلمات کو نبی ﷺ فرض نفل نماز میں پڑھا کرتے تھے جب کہ اس روایت کو ترجیح ہے جس میں وانا اول المسلمین کے الفاظ ہیں اور نماز ادا کرنے والا شخص یہ کلمات کہے اور ان کے معانی کو سمجھے مزید دیگر دعائیہ کلمات ہیں جن کو آپ رات کے نوافل میں پڑھا کرتے تھے فرض نمازوں میں بھی ان کا پڑھنا مشروع ہے جبکہ امام کیلئے ہے کہ وہ طوالت سے خود کو دور رکھے

23: - قرأت کا بیان اس سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کی قرأت اور غربت کی تفسیر کا بیان 24: - ایک ایک آیت کی الگ الگ قرأت کرے مزید وضاحت ہے کہ مسنون طریقہ آیات کی تلاوت کے آخر پر پھر اذ اختیار کرے اگرچہ آیت کا اس کے مابعد والی آیت کے ساتھ تعلق کیوں نہ ہو مزید اس حقیقت کی وضاحت کہ یہ ائمہ اور قراء کی ایک جماعت کا مذہب ہے

25: - سورت فاتحہ کی تلاوت نماز کا رکن ہے اور اسکے فضائل ہیں اور جس شخص میں سورت فاتحہ کے حفظ کی استطاعت نہ ہو اس کے بارے میں دو احادیث ہیں کہ جو سورت فاتحہ کو زبانی یاد نہ کر سکے کہ وہ کیا قرأت کرے، جبری نمازوں میں امام کی اقتداء میں قرأت منسوخ ہے اور ان احادیث کا بیان جو اس سلسلہ میں وارد ہیں اور نبی ﷺ کے اس قول سے کیا مراد ہے کہ میرے لئے کیا ہے مجھ سے قرأت میں کھینچنا تانی ہوتی ہے اور ان حفاظ کا تذکرہ جنہوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے مزید اس حدیث کی تقویت کہ جب کوئی شخص امام کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا ہے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے

26: - سری قرأت کی نمازوں میں قرأت واجب ہے البتہ قرأت جس سے امام کو تشویش لاحق ہو اس سے روکا گیا ہے مزید اس حدیث کی وضاحت کہ تم نے قرأت کے باعث مجھ پر قرآن پاک کی قرأت کو خلط ملط کر دیا ہے، اس شخص کی فضیلت کا بیان جو اللہ کی کتاب سے ایک حرف کی قرأت کرتا ہے، اس شخص کو فائدہ ہے جو قرأت سری میں قرأت کی مشروعیت کا قائل ہے مثال کے طور پر احناف کا یہ مسلک ہے، اس حدیث کے بارے میں وضاحت کہ جو امام کی قدا میں سورت فاتحہ کی قرأت کرے گا تو اس کا منہ آگ سے بھردیا جائے گا یہ حدیث موضوع ہے

- 27:- آئین کہنے کا بیان جبکہ امام با واز بلند آئین کہے اور اس کے ضمن میں مقتدی بھی آئین کہیں اس کی فضیلت کا بیان اور آئین کہنے کا وقت امام کے ساتھ ہے امام سے سبقت نہ لی جائے
- 28:- نبی ﷺ کا نماز میں سورت فاتحہ کی قرأت کے بعد قرأت کرنا جبکہ یہ قرأت حالات کے مطابق کبھی طویل کبھی مختصر ایک قرأت کے بارے میں وارد ہے کہ نبی ﷺ نے دوران قرأت سچے کے رونے کی آواز کون کر قرأت کو مختصر کرو یا مزید حدیث میں ہے کہ میں نماز ادا کر رہا ہوتا ہوں، نیز ایک حدیث میں آپ نے حکم دیا کہ اپنے بچوں کو مساجد سے دور رکھو ضعیف ہے اور سنت کے مخالف ہے
- 29:- ایک انصاری صحابی کا واقعہ جو امامت کرتا تھا اور ہر رکعت میں دوسری سورت کی قرأت سے پہلے سورت قل هو اللہ احد کی تلاوت کیا کرتا تھا، اس حدیث میں یہ جملہ بھی موجود ہے آپ نے اس شخص کو مخاطب کر کے آگاہ کیا کہ چونکہ تو اس سورت کی قرأت اس لئے کرتا ہے کہ تجھے اس سورت سے محبت ہے تو تجھے اس کی محبت جنت میں داخلہ دلوائے گی
- 30:- نبی ﷺ ایک رکعت کے قیام میں آپس میں ایک دوسری کے ساتھ مماثل دوسو تین تلاوت کر لیا کرتے تھے نیز قرآن پاک (مصحف) کی ترتیب کے خلاف سورت کی قرأت جائز ہے اور قیام میں طوالت ہو تو یہ افضل کام ہے اور قرأت میں سبحانک فبلی کا کلمہ کہنا درست ہے
- 31:- سورت فاتحہ کی قرأت پر بس کرنا درست ہے کہ اس کے سوا کسی دوسری سورت کی قرأت نہ کی جائے مزید اس جو اس سال صحابی کا واقعہ جو معاذ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا تھا جبکہ معاذ نے قرأت کو طول دیا تو اس نے جماعت کی نماز سے علیحدہ مسجد میں نماز کو ادا کیا جب کہ نبی ﷺ نے معاذ کو مخاطب کر کے فرمایا اے معاذ! تو فتنہ انگیز شخص ہے اور نوجوان سے کہا ہم اس کے ارد گرد آواز کرتے رہیں گے اور اس کا استشہاد اور اس حدیث کو حذف کر دیا گیا ہے جو ہمیں اس کے ضعف کو واضح کرتی ہے اور کیسی بات ہے کہ ہمیں اس سے بہتر بدلہ دیا گیا ہے
- 32:- پانچوں نمازوں اور ان کے علاوہ نفل وغیرہ نمازوں میں قرأت کو اونچا پڑھنا اور پوشیدہ پڑھنا اس میں وارد ہے کہ صحابہ کرام سری قرأت کی نمازوں میں قرأت کو کیسے معلوم کرتے تھے
- 33:- ابو بکر اور عمر کرات کے لمحات میں قرأت کرنے کا واقعہ جبکہ آپ نے ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ آواز کو درمیانہ انداز میں ظاہر کریں جب کہ سری قرأت افضل ہے
- 34:- نبی ﷺ کا نمازوں میں قرأت کا بیان کہ کس نماز میں کیا قرأت فرماتے تھے (۱) صلاة الفجر
- 35:- قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس کی قرأت کا حکم دینا اور جمعہ کے دن صبح کی نماز میں قرأت کا بیان
- 36:- فجر کی سنتوں میں قرأت اور اس میں تخفیف کا بیان، مزید حدیث کہ اس

شخص کا اپنے پروردگار پر ایمان ہے اور اس کی مناسبت کا بیان۔

37:- ظہر کی نماز کا بیان، اسکی پہلی رکعت میں قیام کو طویل کیا جائے اور اس کی توجیہ، نبی ﷺ کا دوسری دو رکعات میں سورت فاتحہ کی قرأت کے بعد آیات کی تلاوت کرنا اور سلف سے ان اہل علم کی نشان دہی جنہوں نے اس کو سنت قرار دیا ہے مزید برآں علامہ لکھنوی نے ان احناف کا رد کیا ہے جو انکار کرتے

ہیں 38:- نماز کی ہر رکعت میں سورت فاتحہ کی قرأت واجب ہے 39:- عصر کی نماز میں قرأت کا بیان 40:- مغرب کی نماز میں قرأت کا بیان، کبھی آپ مغرب کی نماز کی قرأت لمبی فرماتے تھے یہاں تک کہ ایک بار آپ نے سورت اعراف کی تلاوت فرمائی اور ایک بار سورت انفال کی تلاوت کی

41:- مغرب کی نماز کی سنتوں میں قرأت کا بیان 42:- عشاء کی نماز میں قرأت کا بیان، طویل قرأت سے منع کیا گیا ہے، معاذ کا واقعہ اس انصاری صحابی کے ساتھ جس نے نماز کی جماعت سے الگ ہو کر اکیلے نماز ادا کی مزید برآں نبی ﷺ نے معاذ کو تعلیم دی کہ وہ عشاء کی نماز میں کتنی قرأت کرے۔

43:- رات کی نماز میں قرأت کا بیان، اور اس خیال کا ذکر جس کا عبد اللہ بن مسعود نے ارادہ کیا جب نماز میں قرأت کو طول دیا اور اس خیال کا ذکر جس کا ابن مسعود نے ارتکاب کیا جب نبی ﷺ نے مکمل سورت بقرہ کی تلاوت فرمائی اور سورت فاتحہ کی تلاوت کے بعد کبھی سورت نساء اور سورت آل عمران کی قرأت کی البتہ آپ نے ایک رات میں مکمل قرآن پاک کی تلاوت کبھی نہیں کی بلکہ تین دن سے کم میں مکمل قرآن پاک کی تلاوت سے منع کیا گیا ہے اور نبی ﷺ کے واقعہ کا بیان جو ابن عمر کے ساتھ پیش آیا نیز آپ کا ارشاد ہر وہ شخص جو عبادت میں مشغول رہتا ہے اس میں تیزی ہوتی ہے اور تیزی کو سستی لازم ہے جب کہ الشرة کی تفسیر امام طحاوی سے منقول ہے۔

44:- اس شخص کی فضیلت جو دو صد آیات تلاوت کیساتھ اور یک صد آیات کے ساتھ قیام کرتا ہے اور ہر رکعت میں کس قدر تلاوت کی جائے اور نبی ﷺ ایک بار رات بھر نوافل ادا کرتے رہے جبکہ نبی ﷺ نے اس رات اپنے پروردگار سے تین باتوں کا سوال کیا جبکہ ایک رات آپ نے ایک آیت کی تلاوت کے ساتھ قیام کیا بارہا اس آیت کی تلاوت فرماتے رہے مزید آپ نے اس شخص کو اسکی حالت پر قائم رکھا جو رات بھر سورت اخلاص ہی کی تلاوت کرتا، نیز آپ کا ارشاد ہے کہ سورت اخلاص کی تلاوت قرآن پاک کی ایک تہائی کی تلاوت کے برابر ہے، نیز اس حقیقت کی وضاحت کہ امام ابوحنیفہ سے جو منقول ہے کہ انہوں نے چالیس سال صبح کی نماز عشاء کی نماز کے وضو کیساتھ ادا کی یہ سراسر جھوٹ ہے اس کا ہرگز کچھ ثبوت نہیں ہے۔ 45:- وتر نماز کی ادائیگی اور اسکے بعد سبھی لوگوں کیلئے دو رکعت نفل نماز ادا کرنا درست ہے

46:- جمعة المبارک کی نماز میں قرأت کا بیان 47:- عیدین کی نماز میں قرأت کا بیان

48:- نماز جنازہ میں قرأت کا بیان، مزید برآں اس میں سورت فاتحہ کے ساتھ دیگر سورتوں کی قرأت کا بیان، تو بجزی پر رد کا مقدمہ میں ملاحظہ کریں 49:- قرأت کی ادائیگی آہستگی کے ساتھ نیز خوبصورت آواز کیساتھ تلاوت کی جائے اس کے بارے میں بعض قولی اور فعلی احادیث کا ذکر مزید زینوا القرآن باصواتکم کہ تم قرآن پاک کی تلاوت خوبصورت آواز کے ساتھ کرو اس حدیث کے بارے میں خبر دار کیا ہے کہ اس حدیث میں انقلاب ہے اور جس شخص نے اس کو صحیح قرار دیا ہے وہ غلطی پر ہے۔

50:- ان اہل علم کا رد جنہوں نے الجامع الاصول پر حاشیہ تحریر کیا مزید برآں جس کے ساتھ تالیف کو عیب ناک قرار دیا نیز بخاری کی حدیث پر تحقیقی قول کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن پاک کی تلاوت گانے کے انداز کے مطابق نہیں کرتا ہے جبکہ اس حدیث کے بعض راویوں نے اس حدیث کے متن کی نسبت کو ابو ہریرہ کی جانب کیا ہے یہ وہم ہے اس مقام میں یہ ایسی وضاحت ہے جس کو آپ کسی دوسری جگہ نہیں پاسکیں گے، یہ تحقیق کہ صرف بخاری سے نقل کرنا نہیں ہے نہ اس کی جانب نسبت کرنا ہے 51:- کتاب شرح السنۃ کے بعض محققین کا تجاہل عارفانہ اس کی تحقیق اور اس کا سدباب۔

52:- امام قرأت کے دوران رک جائے اس پر اس کو لقمہ دینا اس کی رہنمائی کرنا اس کے ضمن میں نبی ﷺ کا اُبی پر انکار کرنا کہ اس نے لقمہ کیوں نہ دیا جب کہ آپ پر قرأت کا التباس ہو گیا تھا۔ 53:- نماز کی ادائیگی کے دوران وسوسہ کو ختم کرنے کے لئے کلمہ تعوذ کہا جائے اور تھوکا جائے اس کے ضمن میں تھوکنے کی وضاحت اور تفسیر ہے۔

54:- رکوع کا بیان مزید اس کے ضمن میں آپ نے اس شخص کو حکم دیا تھا جس نے نماز کی ادائیگی میں کوتاہی کی تھی مزید اس میں اللہ اکبر کے کلمات کہنے کا حکم ہے اور اللہ اکبر کے کلمات زبان سے ادا کرتے وقت رفع الیدین کی جائے اور اس حقیقت کی وضاحت کہ یہ حدیث متواتر ہے مزید برآں یہ جمہور محدثین اور فقہاء کا مذہب ہے ان میں امام مالک اور بعض احناف ہیں۔

55:- رکوع کرنے کی کیفیت اور اسکے ضمن میں وضاحت کہ نبی ﷺ نے اس کا حکم دیتے ہوئے واضح کیا کہ دونوں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھا جائے جبکہ انگلیوں کے درمیان نمایاں فرق ہو اور کمر کو دراز رکھا جائے 56:- رکوع کی حالت میں اطمینان واجب ہے اسکے ضمن میں آپ نے اس کا حکم دیا اور اس شخص کو وعید کی گئی ہے جو اطمینان نہیں کرتا ہے بلکہ ایسا شخص تو بدترین قسم کا چور ہے اور بلاشبہ اسکی نماز قبول نہیں ہوتی اور یہ نبی ﷺ کا معجزہ ہے جب آپ نے نماز ادا کرتے ہوئے اپنے پیچھے کجانب جو لوگ تھے ان کو دیکھا 57:- رکوع میں کون سے دعائیہ کلمات کہے جائیں اس کے ضمن میں سات قسم کے کلمات کا ذکر ہے اور سبوح قدوس کلمات کی تفسیر مزید رکوع کی حالت میں مختلف اذکار کو جمع کرنے کا بیان۔

58:- رکوع کی کیفیت میں طول کرنا بلکہ طوالت قیام کے قریب قریب ہو، رکوع کی حالت میں قرآن پاک کی قرأت سے روکنے کا بیان

59:- رکوع میں کمر کو اعتدال کیساتھ رکھا جائے اور رکوع کی کیفیت میں کن کلمات کی قرأت کجائے اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم رہنا ولک الحمد کہو، مزید وضاحت کہ رہنا لک الحمد کے کلمات امام بھی کہے اور حمد کی مختلف اقسام کا تذکرہ اور رفع الیدین کیا جائے اور یہ متواتر ہے

60:- اذکار میں ملء السموت وملء الارض کے اضافہ اور اس کی اقسام کا بیان، مزید ولا ینفع ذالجد منک الجحد کی وضاحت 61:- رکوع کے بعد والے قیام کے طویل ہونے اور اس میں اطمینان کے واجب ہونے کا بیان نیز اس کے ضمن میں آپ کا حکم دینا کہ جسم میں اعتدال کا رفرما رہے یہاں تک کہ کمر کی ہڈیوں کا ہر مہرہ اپنے مقام پر رہے مزید اس شخص پر رد ہے جو اس کے باعث استدلال کرے کہ اس قیام میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا جائے مزید برآں یہ کیفیت بدعت ہے نیز شیخ توجری پر رد ہے جو اس نے اس مسئلہ میں امام احمد سے نقل کی ہے

62:- سجدہ کرنے کا بیان اور اس کے ضمن میں آپ نے سجدہ کی جانب جاتے وقت اللہ اکبر کہنے کا حکم دیا ہے مزید اطمینان کی وضاحت ہے مزید دونوں ہاتھوں کے درمیان پھیلاؤ کرے اور کبھی سجدہ کی جانب جھکاؤ کے وقت رفع الیدین کرے مزید ان اسلاف ائمہ کا تذکرہ جو اس کے قائل ہیں جب کہ امام احمد کا بھی اس پر عمل تھا 63:- سجدہ کی جانب جاتے وقت دونوں ہاتھوں کے بل خود کو گرانا مزید برآں گھٹنوں کے اوپر سجدہ کرنا درست نہیں اور اس کی کیفیت کا بیان، خود کو گراتے وقت اونٹ کو بے خود کو گرانے کی کیفیت سے مخالفت ہو نیز علامہ ابن القیم پر رد جو اس نے اس مسئلہ میں ذکر کیا ہے

64:- نبی ﷺ کے سجدہ کرنے کی کیفیت کا بیان چند امور کی وضاحت سب سے زیادہ اہم ناک کو زمین کیساتھ ملانا ہے اور اطمینان کا پایا جانا ہو اور دونوں ایڑیوں کو آپس میں اچھی طرح ملانا ہے

65:- بالوں اور کپڑوں کو بند کرنے سے روکنا جمہور علماء کے ہاں نماز کی حالت کے ساتھ خاص نہیں ہے اور اس تمثیل کی وضاحت جس کو نبی ﷺ نے اس شخص کے حق میں بیان کیا جو اس حالت میں نماز ادا کر رہا تھا کہ اس کے سر کے بالوں کا گھٹا بنایا ہوا تھا مزید برآں اس کی وضاحت اور اس کی ترجیح کہ یہ حکم مردوں کے ساتھ خاص ہے 66:- سجدہ کی حالت میں اطمینان کا واجب ہونا اور اس کے ضمن میں نہایت عمدہ قسم کی تمثیل اس شخص کیلئے ہے جو اس طرح نہیں کرتا ہے 67:- سجدہ میں اذکار اور اس سلسلہ میں بارہ قسم کے

اذکار کا بیان 68:- سجدہ کی حالت میں قرآن کی تلاوت کرنا ممنوع ہے اس کے ضمن میں حدیث ہے کہ بندہ اس وقت اپنے پروگرام کے زیادہ قریب ہوتا ہے

69:- سجدہ کی کیفیت میں طوالت کا بیان اس کے ضمن میں حسن کا واقعہ کہ وہ نبی ﷺ کی کمر پر سوار ہوئے آپ نے اس کے باعث اس کے ساتھ نرمی کرتے ہوئے سجدہ کو طویل کر دیا جب کہ دوسرا واقعہ حسن حسین کا ہے اور اس واقعہ کے بعض فقہی امور کا بیان

70:- سجدہ کی فضیلت کا بیان اس کے ضمن میں دو احادیث ہیں ان میں سے ایک میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ نبی ﷺ قیامت کے دن اپنی امت کو وضو کے آثار کے پیش نظر پہچان لیں گے جبکہ دوسری حدیث میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ فرشتے گناہگار نمازیوں کو سجدہ کے نشان کے باعث پہچان لیں گے جبکہ مزید تنبیہ ہے کہ سستی کے پیش نظر نماز کا تارک ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا

71:- زمین اور چٹائی پر سجدہ کرنا اور اس کے ضمن میں کچھ قولی اور فعلی احادیث ہیں جب کہ ان میں سے ایک میں عظیم الشان لغوی فائدہ کا بیان 72:- سجدہ سے سر اٹھانا اس میں اطمینان کا واجب ہونا اور رفع الیدین کرنا اور ان لوگوں کا بیان جو سلف سے اس کے قائل ہیں

73:- دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا مزید ابن القیم کے اس نظریہ کو مردود قرار دیا ہے جبکہ اس نے اس کے اثبات کا رد کیا ہے 74:- دو سجدوں کے درمیان اطمینان کو واجب قرار دینا، دو سجدوں کے درمیان اذکار اور رفع الیدین کے اثبات کا بیان 75:- جلسہ استراحت کا اثبات اور ان ائمہ کی نشان دہی جو اسکے قائل ہیں

76:- رکعت کی جانب اٹھتے ہوئے دونوں ہاتھوں پر اعتماد کرنا آنا گوندھنے کی کیفیت میں دونوں ہاتھوں پر اعتماد کرتے ہوئے کھڑا ہوا جائے جب کہ اس حدیث کی اسناد کی جانب کسی مؤلف نے التفات نہیں کیا ہے، مزید اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اس مفہوم کی حدیث کہ نبی ﷺ قبر کی مانند سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے دونوں ہاتھوں پر اعتماد نہیں کرتے تھے یہ حدیث موضوع ہے اور حدیث کے راوی کا نفی کرنا اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ نبی ﷺ دوسری رکعت کی جانب جب کھڑے ہوتے تو خاموش دکھائی دیتے تھے

77:- ہر رکعت میں سورت فاتحہ کی قرأت کا واجب ہونا اس کی وضاحت اور جابر کا اثر 78:- تشہد اول، تشہد کیلئے بیٹھنا اس کے ضمن میں وہ حدیث ہے جس میں اس شخص نے نماز صحیح انداز سے ادا نہیں کی تھی اس کو آپ نے تشہد میں بیٹھنے کا حکم دیا اور نماز کے درمیانی تشہد میں پاؤں کے پچھانے کا حکم دیا اور گھٹنوں کے بل بیٹھنے سے روکا ہے، اسکی وضاحت ہے کہ نمازی شخص اپنے دونوں چوتروں کو زمین کیساتھ ملائے اور دونوں پنڈلیوں کو کھڑا رکھے اور دونوں ہاتھوں کا زمین پر اعتماد کرے جیسا کہ کتاب بیٹھتا ہے۔

79:- نماز میں بیٹھنے کی کیفیت میں بائیں ہاتھ پر اعتماد کی شکل میں بیٹھنا ممنوع ہے 80:- تشہد میں انگلی کو حرکت دینے کا بیان جبکہ امام احمد سے ایک غیر مشہور نص کا ذکر ہے کہ آپ انگلی کو زور کیساتھ حرکت دیتے تھے اور ان لوگوں کا رد کیا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ یہ بیہودہ فعل ہے نماز کی شان

کے مناسب نہیں ہے یا وہ استدلال کرتے ہیں اس حدیث کے مفہوم سے جو اسکے مخالف ہے جبکہ وہ حدیث ضعیف ہے 81:- پہلا تشہد واجب ہے جو شخص بھول جائے وہ جہدہ سہو کرے، اس میں دعا کرنا مشروع ہے

82:- تشہد پانچ صیغوں کے ساتھ وارد ہے اور صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد السلام علی النبی کے کلمات کہیں یعنی غائب کا صیغہ استعمال کریں مخاطب کا صیغہ نہ لائیں 83:- علامہ سبکی نے اس قول کو حدیث کے صحیح ہونے پر معلق کیا ہے جب کہ حافظ ابن حجر نے یقین کے ساتھ اس کی صحت کا ذکر کیا ہے۔

84:- ابن عمر نے تشہد میں وبرکات کا اضافہ کیا ہے اور اس کے سوا کے الفاظ اس کی جانب سے نہیں ہیں

85:- بعض اسلاف نے تشہد میں ومغفرۃ کو زائد قرار دیا حقیقت یہ ہے کہ اسلاف کی اتباع ان کا ادب ہے

86:- نبی ﷺ پر درود کے کلمات کہنے کا بیان جب کہ درود کے سات صیغے ہیں مزید اس حقیقت کی وضاحت کہ درود کا اثبات دونوں تشہد میں ثابت ہے نیز اس حقیقت کی وضاحت ہے کہ پہلے تشہد میں مکمل ابراہیمی درود کے کلمات کہنے کو مکروہ قرار دینا اس پر ہرگز کوئی دلیل نہیں ہے جیسا کہ اس قول کی کچھ حقیقت نہیں کہ درود شریف کے کلمات کہنے کا ہرگز ثبوت نہیں ہے

87:- نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے معنی میں نہایت بہتر بات جو کہی گئی ہے مزید اسکی وضاحت کہ ابراہیم اور علی کی زیادتی بخاری اور اس کے سوا کے نزدیک ثابت ہے ابن تیمیہ اور ابن القیم اس کے مخالف ہیں

88:- امت محمدیہ کے پیغمبر پر درود بھیجنے کے اہم فوائد ہیں اور وہ چھ ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی کی آل کا لفظ اس آدمی کو بھی شامل ہے کتاب وسنت سے اس پر بعض مثالیں پیش کی ہیں اور تشبیہ کی وجہ کو کما صلیت میں ذکر کیا گیا ہے 89:- صرف اللہم صل علی محمد پر اقتصار کرنا درست نہیں ہے جبکہ امام شافعی نے وضاحت کی کہ نبی ﷺ پر درود بھیجنا اور تشہد ایک ہیں اور جس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ پہلے تشہد میں اور زیادتی نہیں کرتے تھے، علامہ ناشیہی پر رد ہے جبکہ اس نے آل محمد پر درود کا انکار کیا ہے۔

90:- اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ نبی ﷺ پر درود کے الفاظ کہنے میں لفظ سید کہنا مشروع ہے یا نہیں جبکہ ترجیح مشروع کو ہے، اور حافظ ابن حجر کا فتویٰ اس مسئلہ میں مفصل ہے اور امام نووی کا مختصر ہے

91:- ابن مسعود کی حدیث و برکات تک علی سید المرسلین بھی ضعیف ہے

92:- نبی ﷺ پر افضل الفاظ کے ساتھ درود بھیجنا ہو تو درود کے وہ الفاظ کہے جائیں جن کی تعلیم نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو دی تھی جب کہ ان صیغوں کو جمع کرنا درست نہیں ہے

93:- سب سے زیادہ نبی ﷺ پر درود بھیجنے والے محدثین ہیں، تیسری رکعت کی جانب کھڑے ہوتے ہوئے اس ضمن میں کبھی رفع الیدین کرنا ہے اور اللہ اکبر کہنا ہے اور اللہ اکبر کہنے کا حکم دینا ہے اور جلسہ استراحت ہے اور آنگوندھنے کی کیفیت میں مٹیوں کو لانا ہے جب قیام کی جانب اٹھا جائے اور تیسری اور چوتھی رکعت

میں سورت فاتحہ کی قرأت ہے مزید سورت فاتحہ کے ساتھ کچھ آیات کو ملانا ہے  
94:- پانچوں نمازوں میں قنوت نازلہ ثابت ہے اس کے ضمن میں قنوت میں رفع الیدین کرنا ہے اور ان ائمہ  
کا بیان جو اس کے قائل ہیں البتہ دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا بدعت ہے اس بارے میں عز بن عبد  
السلام نے جو کہا ہے اس کا بیان۔

95:- وتر نماز میں قنوت نازلہ ثابت ہے جبکہ وہ کو ع سے پہلے ہے آپ کسی مقصد کیلئے قنوت نازلہ کرتے تھے  
96:- دعائے قنوت کے وہ الفاظ جن کی آپ نے حسن بن علی کو تعلیم دی تھی مزید وضاحت کہ اس میں نبی  
ﷺ پر درود بھیجنا صحیح نہیں ہے مزید عز بن عبد السلام کا قول کہ اس میں اضافہ نہ کیا جائے البتہ ولا یعزز من  
عادت اور لا منجا کا اضافہ درست ہے 97:- آخری تشہد اور اس کا واجب ہونا اور تشہد میں  
تورک کی طرح بیٹھا جائے اور بائیں ہتھیلی پر زیادہ دباؤ کیا جائے

98:- نبی ﷺ پر درود بھیجنا واجب ہے اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز ادا  
کرنے لگے تو آغاز میں اپنے پروردگار کی تعریف کرے بعد ازاں نبی ﷺ پر درود پہنچائے اور ان علماء کا  
تذکرہ جو اس کو واجب قرار دیتے ہیں مزید ایک اور حدیث کا بیان 99:- دعا سے پہلے چار چیزوں سے  
پناہ طلب کی جائے نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا آپ نے اس پر عمل کیا اور صحابہ کرام کو تعلیم دی۔

100:- سلام پھیرنے سے پہلے دعا کے کلمات کہنے اور اس کی انواع کا بیان اسکے ضمن میں دس قسم کی  
دعا میں ہیں تعوذ کے بعد ان میں سے جس دعا کو پسند کرے اور مآثم اور مغرم کے معنی کا بیان  
101:- نبی ﷺ نے اللہ پاک کی جانب اللہ پاک کے علم اور اس کی قدرت کا وسیلہ بنا کر دعا کی

102:- حدیث نبوی حوالہ ناندن کا بیان 103:- دو احادیث جن میں دعا کرنے میں اللہ کے  
ناموں کے ساتھ وسیلہ اختیار کرنے کا تذکرہ ہے البتہ بجاہ فلاں کے ساتھ وسیلہ اختیار کرنا اور اس کے مثل  
کے ساتھ وسیلہ اختیار کرنا جائز نہیں سلام پھیرنے سے پہلے آخری کلمات ہیں جن کا تذکرہ ہے

104:- نماز سے فارغ ہوتے ہوئے السلام علیکم کے کلمات کہنا بعض روایات میں و برکاتہ کے الفاظ  
زائد ہیں اور ان لوگوں کا ذکر جنہوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے مزید سلام کے کلمات کو زبان سے ادا کرتے  
وقت ہاتھ کے ساتھ سلام کا اشارہ کرنا ممنوع ہے مزید برآں خبر دار کیا ہے کہ اباضیہ فرقہ اس حدیث میں  
تحریف کا مرتکب ہوا ہے۔

105:- نماز سے فارغ ہوتے وقت السلام علیکم کے کلمات کا کہنا واجب ہے۔ 106:- خاتمہ



## فہرست المراجع والمصادر

تاریخ اشاعت	مقام اشاعت	مؤلف کا نام	کتاب کا نام	نمبر شار
		قرآن و تفسیر کی کتب (۱) (ب)		
۱۳۶۵ھ	المکتب الاسلامی طبع مصطفیٰ محمد	ابن کثیر (۷۰۱-۷۷۴)	القرآن الکریم	۱
		سنت اور حدیث کی کتب (ج)	تفسیر القرآن العظیم	۲
۱۳۴۳ھ	دار احیاء الکتب العربیہ	مالک بن انس (۹۳-۱۷۹)	الموطا	۳
چھپ گئی	الرحمن اعظمی کی تحقیق سے	(۱۱۸-۱۸۱) مخطوط، انڈیا میں حبیب	الزهد (ابن مبارک)	۴
۱۲۹۷ھ	طبعة المصطفائی	محمد بن الحسن الشیبانی (۱۳۱-۱۸۹)	الموطا	۵
۱۳۲۱ھ	دائرة المعارف حیدرآباد دکن مخطوطہ	الطیالسی (۱۲۴-۲۰۳)	المسند	۶
		عبدالرزاق بن ہمام (۱۲۶-۲۱۱)	الامالی	۷
ساتھ چھپی	انڈیا میں اعظمی کی تحقیق کے طبع آوربا	بن الزبیر (وفات-۲۱۹) مخطوط	المسند، الحمیدی عبداللہ	۸
		محمد بن سعد (۱۶۸-۲۳۰)	الطبقات الكبرى	۹
چھپی	سعودیہ میں احمد نور کی تحقیق سے	یحییٰ بن معین (۲۳۳) مخطوط	تاریخ الرجال والعلل	۱۰
۱۳۱۳ھ	المیمیة المعارف ۱۳۶۵ھ	احمد بن حنبل (۱۶۴-۲۴۱)	المسند	۱۱
چھپ گئی	مخطوطہ انڈیا میں مکمل مخطوطہ	شیبہ بن عبداللہ بن محمد (۴۰۰-۲۳۵)	المصنف (ابن ابی)	۱۲
		اسحاق بن ابراہیم (۱۶۶-۲۳۸)	المسند-ابن راہویہ	۱۳
۱۳۴۹ھ	الاعتدال دمشق	الدارمی (۱۸۱-۲۵۵)	السنن	۱۴
۱۳۴۸ھ	البھیة المصریة مع فتح الباری	البخاری (۱۹۳-۲۵۶)	الجامع الصحیح	۱۵
۱۳۰۶ھ	الخلیلی انڈیا	البخاری (۱۹۳-۲۵۶)	الادب المفرد	۱۶
	الانصار انڈیا	البخاری (۱۹۳-۲۵۶)	خلق افعال العباد	۱۷
	انڈیا	البخاری (۱۹۳-۲۵۶)	التاریخ الصغیر	۱۸
	چھپ چکی ہے	البخاری (۱۹۳-۲۵۶)	جزء القراءة	۱۹
۱۳۴۹ھ	التازیة	ابوداؤد (۲۰۲-۲۷۵)	السنن	۲۰
	مؤسسة الرسالة	ابوداؤد (۲۰۲-۲۷۵)	المراسیل	۲۱
	محمد علی صبیح	مسلم (۲۰۴-۲۶۱)	الصحیح	۲۲

۲۳	السنن	ابن ماجہ (۲۰۹-۲۷۳)	التازیة
۲۴	السنن	الترمذی (۲۰۹-۲۷۹)	(تقیق احمد شاکر) الحلبی
۲۵	الشمائل (علی قاری عبد)	الرؤف مناوی کی شرح) للترمذی میں نے اختصار کیا جس کا نام	الادبیة مصر تخصیص اشمال المحملیة ہے
۲۶	المسند زوائدہ	حارث بن ابی اسامہ (۱۷۶-۲۸۲)	مخطوطہ
۲۷	غریب الحدیث	ابراہیم بن اسحاق (۱۹۸-۲۸۵)	مخطوطہ جلد پنجم تین جلد میں چھپی
۲۸	المسند زوائدہ لہزار	(۲۹۲-۳۰۰) ابن حجر عسقلانی، زوائد	بزار للہیثمی عظمیٰ کی تحقیق سے چھپی
۲۹	قیام اللیل	محمد بن نصر مروزی (۲۰۲-۲۹۳)	رفاہ عام لاہور
۳۰	الصحيح (مصورہ)	ابن خزیمہ (۲۲۳-۳۱۱) پھر	المکتب الاسلامی بیروت
۳۱	السنن - المجتبى	النسائی (۲۲۵-۳۰۳)	المیمیة المعارف
۳۲	السنن الكبرى	النسائی (۲۲۵-۳۰۳) مخطوطہ	دو جلدیں انڈیا میں چھپ چکی ہیں
۳۳	غریب الحدیث	القاسم سر قسطلی (۲۲۵-۳۰۲)	(مع الدلائل) مخطوطہ
۳۴	المنتقى	ابن جارود (۳۰۷-۳۰۰)	مصر میں شائع ہوئی
۳۵	المسند (مخطوطہ، مصور)	ابو یعلیٰ موصلی (۳۰۷-۳۰۰)	اسکی بارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں
۳۶	المسند = الرویانی	محمد بن ہارون (وفات ۳۰۷)	مخطوطہ
۳۷	المسند = السراج ابو	العباس محمد بن اسحاق (۲۱۶-۳۱۳)	مخطوطہ، کچھ ابزاکمکتبہ ظاہریہ میں چھپے
۳۸	الصحيح	ابوعوانہ (وفات ۳۱۶)	دارۃ المعارف دکن انڈیا
۳۹	المصاحف = ابن ابی	داؤد عبداللہ بن سلیمان (۲۳۰-۳۱۶)	مخطوطہ، مستشرقین کی تحقیق سے چھپی
۴۰	شرح معانی الآثار	الطحاوی (۲۳۹-۳۲۱)	المصطفائی انڈیا
۴۱	مشکل الآثار	الطحاوی (۲۳۹-۳۲۱)	دار المعارف
۴۲	الضعفاء = لعین	محمد بن عمرو (وفات ۳۲۲)	مخطوطہ، بیروت میں چھپ چکی ہے
۴۳	علل الحدیث	ابن ابی حاتم (۲۴۰-۳۲۷)	السلفیة مصر
۴۴	الأمالی = ابو جعفر بختری	محمد بن عمر الرزاز (وفات ۳۲۹)	مخطوطہ
۴۵	المعجم = ابو سعید بن	الاعرابی احمد بن زیاد (۲۳۶-۳۴۰)	مخطوطہ
۴۶	حدیثہ = ابن السماک	عثمان بن احمد (وفات ۳۴۴)	مخطوطہ
۴۷	حدیثہ = ابو العباس الاصم	محمد بن یعقوب (۲۴۷-۳۴۶)	مخطوطہ
۴۸	الصحيح - الاحسان	ابن حبان (وفات ۳۵۴)	دار المعارف مصر دارالکتب العلمیہ لبنان

۱۳۱۱ھ	الانصاری دہلی، انڈیا	الطبرانی (۲۶۰-۳۶۰)	المعجم الصغير	۴۹
	مکتبہ ظاہریہ دمشق میں ہیں	الطبرانی (۲۶۰-۳۶۰) کچھ جلدیں	المعجم الكبير	۵۰
	کی تحقیق سے چھپ چکی ہے	کے باقی مکمل حمدی عبدالجید سلفی	اور اب سوائے چند اجزاء	
	جلدیں المعارف ریاض میں	بینہ وبين الصغير للهمشي = اوسط کی تین	المعجم الاوسط الجمع	۵۱
	مخطوطہ، کویت، عمان	ابو بکر الآجری (وفات ۳۶۰)	الأربعين	۵۲
	مخطوطہ، مصر، سعودیہ	ابو بکر الآجری (وفات ۳۶۰)	آداب جملة القرآن	۵۳
۱۳۱۵ھ	دائرة المعارف انڈیا	ابن السنی (وفات ۳۶۰)	عمل اليوم والليله	۵۴
	مخطوطہ	ابو اسحاق ابن حیان (۲۷۳-۳۶۹)	طبقات الأصهبانيين	۵۵
	مخطوطہ	جابر ابو اسحاق ابن حیان (۲۷۳-۳۶۹)	مارواه أبو الزبير عن غير	۵۶
	مصر	ابو اسحاق ابن حیان (۲۷۳-۳۶۹)	أخلاق النبي ﷺ	۵۷
	انڈیا	الدارقطني (۳۰۶-۳۸۵)	السنن	۵۸
	أنصار السنة مصر	الخطابي (۳۱۷-۳۸۸)	معالم السنن	۵۹
	مخطوطہ الظاہریہ	المخلص (۳۰۵-۳۹۳)	الفوائد	۶۰
	چھپ چکی	ابن مندہ ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق	الوحيد ومعرفة أسماء الله	۶۱
۱۳۳۰ھ	دائرة المعارف	الحاکم (۳۲۰-۴۰۵)	المستدرک	۶۲
	مکتبہ ظاہریہ میں موجود ہیں	(۳۳۰-۴۱۴) مخطوطہ، دو کامل نسخے	الفوائد = تمام الرازی	۶۳
	(وفات ۴۲۷) چھپ چکی	اسلمی حمزہ بن یوسف جرجانی	تاریخ جرجان	۶۴
	یورپ	ابو نعیم (۳۳۶-۴۳۰)	أخبار أصهبان	۶۵
	ظاہریہ میں اسکے اکثر اجزاء موجود ہیں	ابن بشران (۳۳۹-۴۳۰)	الأمالی (مخطوطہ)	۶۶
۱۳۵۲ھ	دائرة المعارف	البیهقی (۳۸۴-۴۵۸)	السنن الكبرى	۶۷
	مخطوطہ، الاحمدیہ حلب	البیهقی (۳۸۴-۴۵۸)	دلائل النبوة	۶۸
	المنیریہ	ابن عبد البر (۳۶۸-۴۶۳)	جامع العلم وفضلہ	۶۹
	مخطوطہ، ظاہریہ دمشق میں ہے	ابن مندہ ابو القام (۳۸۱-۴۷۰)	الرد علی من ینفی	۷۰
	شائع ہو چکی ہے	کویت میں چھپ چکی ہے	الحرف من القرآن	۷۱
	پھر معلوم ہوا یہ احکام وسطیٰ ہے، مخطوطہ	الباجی (۴۰۳-۴۷۷)	شرح الموطا	۷۲
	مخطوطہ	عبدالحق اشعیری (۵۱۰-۵۸۱)	الأحكام الكبرى	۷۳
		عبدالحق اشعیری (۵۱۰-۵۸۱)	التهجيد	۷۴

امارات	ابن جوزی (۵۱۰-۵۸۱) پہلی جلد	التحقیق علی	۷۴
سے چھپی	حسن کی تحقیق سے مکتبہ حدیث	مسائل التعلیق مخطوط	
مخطوطہ	عمر بن محمد (۵۱۶-۶۰۷)	المتقی من مالی ابی القاسم	۷۵
مخطوطہ	چند جلدیں ظاہر بیہ دمشق میں	الاحادیث المختارة	۷۶
مخطوطہ	المقدسی (۵۶۹-۶۴۳)	المنتقى من الاحادیث	۷۷
	المقدسی (۵۶۹-۶۴۳) مخطوطہ	جزء فی فضل	۷۸
	المنذری (۵۸۱-۶۵۶)	الترغیب والترہیب	۷۹
۱۳۵۷ھ	دار المأمون مصر	نصب الراية	۸۰
	مخطوطہ	جامع المسانید	۸۱
	ابن کثیر (۷۰۱-۷۷۴)	خلاصة البدر المنير، ابن	۸۲
سے چھپی	پہلی جلد حمی سلفی کی تحقیق	تخریج الاحیاء	۸۳
۱۳۴۶ھ	اٹلی مصر	طرح التشریب	۸۴
۱۳۵۳ھ	والتالیف الازهرية	مجمع الزوائد	۸۵
۱۴۵۳ھ	القدي في چھپی	موارد الظمان فی زوا	۸۶
	محب الدين الخطيب	زوائد المعجم الصغير	۸۷
مخطوطہ	(۷۳۵-۸۰۷)	تخریج احادیث الهدية	۸۸
	انڈیا	التلخیص الحبير	۸۹
	المنيرية	فتح الباری	۹۰
	البهية	الاحادیث العالیات	۹۱
	مخطوطہ	الجامع الكبير	۹۲
چھپی ہے	ماہین تک نصف سے کم	الاحادیث الموضوعة	۹۳
	استنبول (ترکی)	فیض القدير شرح	۹۴
	مصطفیٰ محمد	شرح مواهب اللدنية	۹۵
	مصر	القوائد المجموعة فی	۹۶
	انڈیا (۱۱۷۱-۱۲۵۰)	التعلیق الممجد علی	۹۷
۱۲۹۷ھ	المطفاني (۱۳۰۴-۱۲۶۳)	الآثار المرفوعة فی	۹۸
	انڈیا (۱۲۶۳-۱۳۰۴)	مسلسلاته	۹۹
مخطوطہ	محمد بن سعید الحلی		

	یہی اصل کتاب ہے	مؤلف	تخریج صفة الصلاة	۱۰۰
	آٹھ جلدوں میں چھپ چکی ہے	مؤلف	ارواء الغلیل فی	۱۰۱
	مکمل چھپ چکی ہے	مؤلف	صحيح ابو داؤد	۱۰۲
	مکمل نہیں ہوئی	عبدالحق	التعليق على احكام	۱۰۳
	مکتب الاسلامی	مؤلف	تخریج احادیث	۱۰۴
اور ۶، ۱۲ جلد	چار جلدیں چھپ چکی ہیں	مؤلف	سلسلة الاحادیث	۱۰۵
اور ۲، ۱۲ جلد	چار جلدیں چھپ چکی ہیں	مؤلف	الاحادیث الصحيحة	۱۰۶
		مؤلف	تحذیر الساجد من	۱۰۷
		مؤلف	احکام الجنائز وبدعها	۱۰۸
	التوسل و انواعه واحكامه	مؤلف (۱۱۰)	تمام المنقفي التعليق	۱۰۹
		فقہ کی کتب (د)		
۱۳۲۳ھ	السعادة	مالک بن انس (۹۳-۱۷۹)	المدونة (مالکی فقہ)	۱۱۱
۱۳۲۱ھ	الأميرية	الشافعی (۱۵۰-۲۰۴)	كتاب الأم (شافعی فقہ)	۱۱۲
مخطوط	اسحاق بن منصور	بن راہویہ، المروزی (وفات ۲۵۱)	مسائل امام احمد و اسحاق	۱۱۳
	(وفات ۲۶۵)	ابن ہانی، ابراہیم نیشاپوری	مسائل امام احمد	۱۱۴
	ہاشم الام	المزنی (۱۷۵-۲۶۴)	مختصر فقہ الشافعی	۱۱۵
۱۳۵۳ھ	النار	ابوداؤد (۲۰۲-۲۷۵)	مسائل امام احمد (حنبل)	۱۱۶
		عبداللہ بن امام احمد (۲۰۳-۲۹۰)	مسائل امام احمد (حنبل)	۱۱۷
	المنيرية	ابن حزم (۳۸۴-۴۵۶)	المحلی (فقہ ظاہری)	۱۱۸
	(مالکی) الرباط	الاسلام، القاضي عياض (۳۷۶-۵۴۳)	الاعلام بحدود قواعد	۱۱۹
	مخطوط	عز بن عبد السلام (۵۷۸-۶۶۰)	الفتاوى	۱۲۰
	(شافعی) المنيرية	المهذب نووی (۶۳۱-۶۷۶)	المجموع شرح	۱۲۱
	المکتب الاسلامی	(شافعی) النووی (۶۳۱-۶۷۶)	روضة الطالبين	۱۲۲
	فرج الدين الكردي	امام ابن تیمیہ (۶۶۱-۷۲۸)	الفتاوى (مستقل)	۱۲۳
	مخطوط	فی العیدین وغیرہ (ابن تیمیہ)	من كلام له في التکبير	۱۲۴
		(مستقل) ابن القيم (۶۹۱-۷۵۱)	اعلام الموقعين	۱۲۵
		السبکی (۶۸۳-۷۵۶)	الفتاوى (شافعی)	۱۲۶

	بولاق	ابن الھمام (۸۶۹-۷۹۰)	فتح القدیر (حنفی)	۱۲۲
	مخطوطہ	ابن عبدالھادی یوسف (۸۳۰-۹۰۹)	ارشاد السالک (حنبلی)	۱۲۳
		ابن عبدالھادی یوسف (۸۳۰-۹۰۹)	الفروع (حنبلی)	۱۲۴
	القُدسی (شافعی)	السیوطی (۸۳۹-۹۱۱)	الحاوی للفتاویٰ	۱۲۵
	العلمیۃ	ابن نجیم المصری (وفات ۹۷۰)	البحر الرائق (حنفی)	۱۲۶
	(علی المذاهب الاربعہ)	الشعرانی (۸۹۸-۹۷۳)	المیزان	۱۲۷
مخطوطہ	الھیشمی (۹۰۹-۹۷۳)	والسلام علی صاحب القام المحمود	الدر المنصور فی الصلاة	۱۲۸
	مخطوطہ	الھیشمی (۹۰۹-۹۷۳)	أسمى الطالب	۱۲۹
	(مستقل) المنیریۃ	ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۰-۱۱۷۶)	حجة الله البالغة	۱۳۰
	(حنفی) استنبول	ابن عابدین (۱۱۵۱-۱۲۰۳)	حاشیہ علی الدر المختار	۱۳۱
	(حنفی)	ابن عابدین (۱۱۵۱-۱۲۰۳)	حاشیہ علی البحر الرائق	۱۳۲
		ابن عابدین (۱۱۵۱-۱۲۰۳)	رسم المفتی (حنفی)	۱۳۳
انڈیا	البلدی (۱۲۶۳-۱۳۰۴)	بالقراء خلف الامام، عبدالحی لکھنوی	امام الکلام فیما يتعلق	۱۳۴
انڈیا ۱۳۳۹ھ	الیوسفی (۱۲۶۳-۱۳۰۴)	الجامع الصغیر، عبدالحی لکھنوی	النافع الكبير لمن يطالع	۱۳۵
		سیرت اور تاریخ کی کتب (ھ)		۱
انڈیا	عبدالرحمن (۲۳۰-۳۲۷)	الجرح والتعديل، ابن ابی حاتم	تقدمه المعرفة لکتاب	۱۳۷
مخطوطہ	انڈیا میں مکمل چھپ گئی ہے	ابن حبان (وفات ۳۵۴)	الثقات	۱۳۸
مخطوطہ	بیروت میں چھپی	ابن عدی (۲۷۷-۳۶۵)	الکامل	۱۳۹
۱۳۳۹ھ	السعادة مصر	ابونعیم (۳۳۶-۴۳۰)	حلیۃ الاولیاء	
	السعادة مصر	الخطیب البغدادی (۳۹۲-۴۶۳)	تاریخ بغداد	۱۴۰
	(۳۶۸-۴۶۳)	ابن عبدالبر	الانتقاء فی فضائل الفقہاء	۱۴۱
چکے ہیں	چند اجزاء دمشق میں چھپے	ابن عساکر (۳۹۹-۵۷۱)	تاریخ دمشق (مخطوطہ)	۱۴۲
	چھپ گئی ہے	ابن الجوزی (۵۰۸-۵۹۷)	مناقب امام احمد	۱۴۳
۱۳۵۳ھ	صبیح	ابن القیم (۶۹۱-۷۷۵)	زاد المعاد	۱۴۴
انڈیا		عبدالقادیر القرشی (۶۹۶-۷۷۵)	الجواهر المضیۃ	۱۴۵
	مصر میں چھپ چکی ہے	ابن رجب حنبلی (۷۳۶-۷۹۵)	ذیل الطبقات	۱۴۶
۱۳۲۲ھ	(۱۲۶۳-۱۳۰۴) السعادة	ترجم الحنفیۃ، عبدالحی لکھنوی	الفوائد البھیۃ فی	۱۴۷

		لغت کی کتب (و)	
۱۳۱۱ھ	مصر	الحديث والاثرو، ابن الاثير (۵۳۳-۶۰۶) العثمانية	النهاية في غريب
۱۹۵۵م	دار صادر بيروت	ابن منظور (۶۳۰-۷۱۱)	لسان العرب
۱۳۵۳ھ	طبع ثالث	فيروز آبادي	القاموس المحيط
		جماعة من العلماء المعاصرون	المعجم الوسيط
		اصول فقہ کی کتب (ز)	
۱۳۳۵	السعادة مصر	الاحكام ابن حزم (۳۸۳-۴۵۶)	الاحكام في اصول
المنيرية	من مجموعة الرسائل	المطلى اذا صح الحديث فهو منهى	معنى قول الشافعي
		السبكي (۶۸۳-۸۵۶)	
	المنيرية	ابن القيم (۶۹۱-۷۷۵)	بدائع الفوائد
	انديا	الاجتهاد والتقليد، ولي اللهدلوي (۱۱۷۶-۱۱۱۰)	عقد الجيد في احكام
	المنيرية	الفلاني (۱۱۶۶-۱۲۱۸)	ايقاظ الهمم
	(معاصر) چھپ چکی ہے	الزرقاء الشيخ مصطفى	المدخل الى علم اصول
		وعاؤں کی کتب (ح)	
چھپ گئی	میری تحقیق کیساتھ	اسماعيل قاضي الجهضمي (۱۹۹-۲۰۲)	فضل الصلاة على النبي
	المنيرية	خير الانام، ابن القيم (۶۹۱-۷۷۵)	جلاء الافهام في الصلاة
		صديق حسن خان (۱۲۳۸-۱۳۰۷)	نزل الابرار طبع الجواب
		مختلف موضوعات کی کتب (ط)	
مخطوط	اللہ بن محمد (۳۰۳-۳۸۷)	الفرقة الناجية، ابن بطة عبد	الابانة عن شريعة
مخطوط	بن سعيد (۳۷۱-۴۳۴)	الوقف التام، ابو عمرو والداني عثمان	المكتفى في معرفة
مخطوط	سعودية (۳۹۲-۴۶۳)	فيما اسند اليه، الخطيب البغدادي	الاحتجاج بالشافعي
مخطوط	(۳۹۶-۴۸۱)	الهروي عبد الله بن محمد الانصاري	ذم الكلام واهله
چھپ گئی	ابن القيم (۶۹۱-۷۷۵)	القضاء والقدرة والتعليل	شفاء العليل في
مخطوط	(۸۱۷-)	ابن عربي، الفيروز آبادي (۷۲۹-۷۷۵)	الرد على المعترض على
۱۳۱۷ھ	دار السلام للنشر والتوزيع	محمد بن اسماعيل البخاري	صحيح بخاري
۱۳۱۹ھ	دار السلام للنشر والتوزيع	مسلم بن حجاج نيسابوري	صحيح مسلم
۱۹۳۶م	E.J.BRILL	جماعة من المستشرقين	المعجم المفهرس

استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل (حفظہ اللہ)  
کے رواں دواں اور شگفتہ قلم سے مزین عربی کتب کے اردو تراجم

- ✦ نماز نبوی (اردو ترجمہ نصف صلاۃ النبی)
- ✦ حج نبوی (اردو ترجمہ حجۃ النبی)
- ✦ قبروں پر مسجدیں اور اسلام
- ✦ احادیث ضعیفہ کا مجموعہ
- ✦ نماز تراویح (اردو ترجمہ: صلاۃ التراویح)
- ✦ افکار صوفیاء (اردو ترجمہ: الفکر الصوفی)
- ✦ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا دور ابتلاء
- ✦ روضہ اقدس کی زیارت
- ✦ عقیدہ اہل سنت والجماعت
- ✦ اذکار مسنونہ (الکلم الطیب)
- ✦ اسلامی عقائد (شرح عقیدہ طحاویہ)
- ✦ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ
- ✦ مشکوٰۃ المصابیح (5 مجلدات تحقیق و تخریج)
- ✦ ریاض الصالحین نووی (دو جلد)
- ✦ تفسیر اصدق الیمن (لغوی تحقیق، مناسبت، شان نزول بلاغت  
تشریح، احادیث صحیحہ سے مزین) جلد 1 تا 4 ہر جلد ہدیہ 160 روپے

ناشر: ضیاء السنۃ (ادارہ الترجمة والتالیف) رحمت آباد

(حاجی آباد) فون نمبر 780141 فیصل آباد